قصص الحیوان فی القرآن

ڈاکٹر احمد بہجت (مصر)

www.Ziaraat.Com
Sabeel-e-Sakina

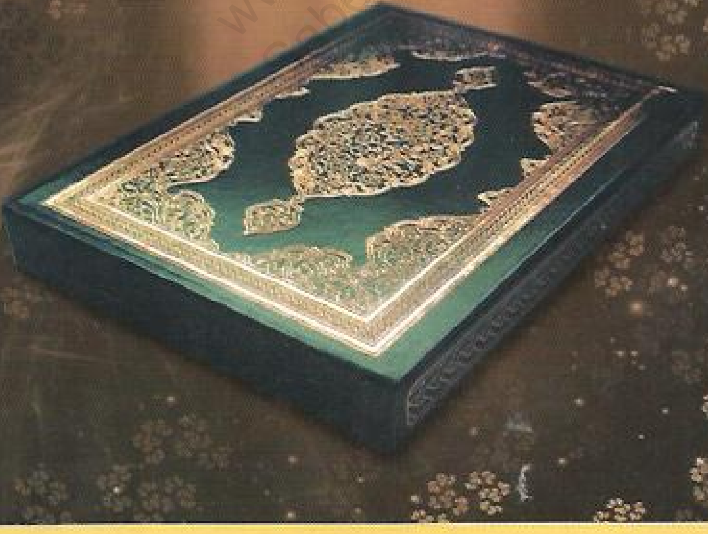

ناشر
ادارہ احیائے تراث اسلامی کراچی، پاکستان

Presented by Ziaraat.Com

قصص الحیوان فی القرآن

ڈاکٹر احمد بہجت (مصر)

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

ناشر

ادارۂ احیاء تراث اسلامی، کراچی، پاکستان

Presented by Ziaraat.Com

پہلا ایڈیشن

اپریل 2013ء

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	قصص الحیوان فی القرآن
مؤلف	:	ڈاکٹر احمد بہجت (مصر)
مترجم	:	غضنفر حسین بخاری (مرحوم)
تصحیح	:	حیدر نواب (ایم اے)
کمپیوٹرائزڈ کمپوزنگ	:	راحت حسین، احمد گرافکس (021-36364924)
ناشر	:	ادارہ احیائے تراث اسلامی، کراچی، پاکستان
تعداد اشاعت	:	5 ہزار
قیمت	:	

ملنے کا پتہ

احمد بک سیلرز

اسٹاکسٹ، ہول سیلرز اینڈ سپلائرز

718/20 فیڈرل بی ایریا، کراچی، پاکستان

فون: (021-36364924)

Email: ama_17_83@hotmail.com

Presented by Ziaraat.Com

فہرست مضامین

عرض ناشر	05
مقدمہ.....مترجم	07
میں کوا ہوں....زاغ قابیل	21
حضرت یوسفؑ اور بھیڑیا...گرگ یوسفؑ	45
مکڑی....محافظِ غار	73
حضرت ابراہیمؑ اور کبوتر....کبوترِ خلیلؑ	83
حضرت یونسؑ اور مچھلی....ماہی یونسؑ	105
بنی اسرائیل کی گائے....گاؤ بنی اسرائیل	157
حضرت سلیمانؑ اور ہدہد....ہدہد سلیمانؑ	173
حضرت سلیمانؑ کا عصا....دیمک	213
حضرت عزیرؑ کا گدھا...خرِ عزیرؑ	221
سگ اصحاب کہف	247

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

طویل عرصے سے محفوظ یہ ترجمہ جو مصر کے مایۂ ناز مصنف ڈاکٹر احمد بہجت کی کتاب ''قصص الحیوان فی القرآن'' سے کیا گیا تھا اب طباعت کے مراحل سے گزرنے کے بعد آپ کے مطالعہ کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔ دنیا اگر مرکز عجائب ہے تو ڈاکٹر احمد بہجت کی یہ تصنیف دنیا میں شائع ہونے والی کتب کے مقابلہ میں سب سے بڑے انعام کی مستحق ہے۔ مصنف نے نہ تو قرآنی واقعات میں دخل اندازی کی ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں موجود روایات میں کوئی تبدیلی کی ہے بلکہ اپنی پروازِ تخیل کو قرآن و روایات میں ڈھالا ہے۔

یہ فیصلہ تو قاری ہی کو کرنا ہے کہ یہ کتاب ہمارے دعوے کی تصدیق کرتی ہے یا نہیں بہر حال ادارہ اس کتاب کی اشاعت کو اپنی شائع کردہ کتب میں ایک گرانقدر اضافہ خیال کرتے ہوئے نہایت فخر کے ساتھ اس تصنیف کو منظرِ عام پر لا رہا ہے۔ جس کا مقصد اشرف المخلوق انسان کو اس کے شرف تک پہنچانے کی ایک ادنیٰ سی کوشش ہے جس کے لئے اللہ عزوجل نے انبیاءؑ و اولیاء کے ذریعہ سلسلہ ہدایت کو ازل سے تا ابد جاری رکھا۔

www.Ziaraat.com
Gabeele-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

بڑی نا انصافی ہوگی اگر میں کتاب کے مترجم مرحوم غضنفر حسین بخاری کی ان زحمتوں کا ذکر نہ کروں جو انہوں نے حق ترجمہ ادا کرنے کے لئے برداشت کی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے ان کی علمی کاوشوں کے طفیل میں خدا کے حضور امیدوار ہوں کہ اللہ ارحم الراحمین میری اس دعا کو قبول فرمائے گا۔

والسلام

شہنشاہ جعفری ایڈوکیٹ
ناظم ادارہ احیاءِ تراث اسلامی
کراچی، پاکستان

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

قرآن مجید نے انبیاء و اولیاء علیہم السلام کے قصائص میں کچھ ایسے حیوانات کا بھی ذکر کیا ہے جن کا تاریخ عالم میں کوئی کردار رہا ہے۔ مثلاً اُس میں

- اس کوّے کا ذکر موجود ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قابیل بن آدمؑ کو اپنے مقتول بھائی (ہابیل) کی لاش کو چھپانے اور ٹھکانے لگانے کی ترکیب سکھانے پر مامور فرمایا تھا۔
- ان پرندوں کا ذکر ہے جنہیں حضرت ابراہیمؑ نے ذبح کرنے کے بعد ریزہ ریزہ کر کے اردگرد کی پہاڑیوں پر بکھیر دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھر زندہ ہو گئے تھے۔
- بنی اسرائیل کی اس گائے کا تذکرہ ہے جسے ذبح کرنے کا حضرت موسیٰؑ نے انہیں حکم دیا تھا تاکہ قتل کے ایک پوشیدہ و پُر اسرار جرم سے پردہ اٹھ سکے۔
- اس بھیڑیے کا ذکر ہے جس پر یوسفؑ کو نگل جانے کی تہمت لگائی گئی تھی۔
- حضرت سلیمانؑ کے ھد ھد کا ذکر ہے جس نے انہیں (ملکہء سباء) بلقیس کے دربار کے بارے میں معلومات فراہم کی تھیں۔
- دابۃ الارض (زمین کے کیڑے، دیمک) کا ذکر ہے جس نے حضرت سلیمانؑ کے اس عصاء کو اندر ہی اندر سے کھوکھلا کر دیا تھا جس کے سہارے وہ اچانک وفات پا جانے کے بعد بھی پورا ایک سال کرسیٔ نشست کی حالت میں (یا اکثر روایات کے مطابق قیام نماز کی

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

حالت میں) رہے تھے،لیکن جب عصا کھوکھلا ہونے کی وجہ سے بے جان ہوکرٹوٹ گیا تھاتووہ زمین پر گر پڑے۔

- حضرت عزیزؑ کے گدھے کا ذکر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پورے سو سال موت کی حالت میں رکھ کر پھر زندہ کر دیا تھا۔
- اس وہیل مچھلی کا ذکر ہے جس نے حضرت یونسؑ کو نگل کر کئی دن اپنے شکم میں رکھا اور پھر ان کی تسبیح و تحلیل کی بدولت انہیں خشکی پر اگل دیا۔
- اصحاب کہف کے کتے کا ذکر ہے جو پورے تین سو نو (309) سال ان کے ساتھ (غار میں) سویا رہا۔
- اس کے علاوہ صحاح احادیث میں اس مکڑی کا ذکر بھی موجود ہے جس نے ہنگام ہجرت نبویؐ غار (ثور) کے دھانے پر جالا تن دیا تھا تا کہ کفار مکہ کے کھوجیوں پر حضورؐ کی اس میں روپوشی کا راز نہ کھل جائے۔

ہم اس وقت عالم حیوانات کے اُن افراد سے روبرو ہیں جو تماشا گاہ عالم میں اپنا اپنا کردار انجام دے کر تاریخ کی اسٹیج سے رخصت ہو گئے، اور اب ان کے وجود کی سرسری شہادت ہمیں قرآن مجید میں وارد بعض ''بر سبیل تذکرہ'' بیانات سے ملتی ہے جبکہ ان کی زندگی اور سیرت کی تفصیلات بدستور خفا کے دبیز پردوں میں مستور ہیں۔

بچپن میں میں ان جانوروں کا بڑا شیدائی تھا۔

میں عموماً انبیائے سلف کے قصے پڑھتا اور علماء یا اپنے بزرگوں سے دینی کہانیاں سنتا لیکن کم سنی کی وجہ سے حیوانات کے بارے میں ان کہانیوں میں مضمر حقائق تک میری رسائی ممکن نہ تھی لہٰذا میں اپنی فکر کو صرف انہی حیوانات کے تعارف تک محدود رکھ سکا جنہیں انبیاء علیہم السلام کی صحبت یا خدمت کا شرف حاصل تھا۔

جب میں ذرا اور بڑا ہوا تو یکے بعد دیگرے عالم حیوانی کے یہ تاریخی کردار میری محبت کے دائرے میں داخل ہوتے گئے۔

Presented by Ziaraat.Com

گلیوں میں آوارہ گھومنے والا ہر کتا مجھے اچھا لگنے لگا۔ میرا جی چاہتا تھا کہ اسے کھانا کھلاؤں اور پیار سے تھپتھپاؤں، شاید کہ وہ سگ اصحاب کہف کی نسل سے ہو...... اور گاؤں کا ہر لاغر گدھا میری محبانہ توجہ کا مرکز بن گیا، کہ کیا معلوم وہ حضرت عزیزؑ کے گدھے کی ذریت میں سے ہو جسے زندگی میں موت اور بعث بعد الموت کا تجربہ حاصل ہوا تھا۔

پھر میری جوانی کا کافی زمانہ ھُد ھُد کی تحقیقات میں صرف ہوا۔ جب ایک روز میرے ایک دوست نے دوران شکار پکڑا ہوا ایک زندہ ھُد ھُد مجھے ہدیہ کیا تو میں نے خوشی خوشی اسے گھر لے جا کر ایک بند کمرے میں چھوڑ دیا اور اس کی حرکات وسکنات اور تأثرات کا مشاہدہ کرنے لگا۔ مجھے محسوس ہوا کہ اس کا دل ٹوٹ چکا تھا اور زندگی کی اُمنگ اس سے چھن چکی تھی۔ آزادی سے محرومی اور اسیری کے صدمے نے اس کے آنسوؤں کے تمام بند توڑ ڈالے تھے۔ وہ کھانا پینا یکدم ترک کر کے دوسرے ہی دن مر گیا۔ مجھے اس کی موت پر اپنے حزن والم سے سرشار احساسات خوب یاد ہیں۔ جب اس پر نزع کا عالم طاری تھا تو میں شدت غم سے تقریباً حواس کھو بیٹھا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کے لئے کیا کروں۔ آخر کار میں نے قرآن مجید کھولا اور حضرت سلیمانؑ اور ھُد ھُد کا واقعہ تلاوت کرنے لگا۔ میں وہ منظر نہیں بھول سکتا جب اس نے انتہائی عقیدت سے میری تلاوت پر متوجہ ہو کر ایک دو بار احتراماً اپنے خوبصورت سر کو اٹھایا تھا لیکن بے جان گردن اس کے سر کا بوجھ نہ سہار سکی۔ اس نے ہمت ہار دی اور سر کو زمین پر ڈال کر وہ اپنے خالق حقیقی کی طرف سدھار گیا لیکن صاف معلوم ہو رہا تھا کہ ہنگام رخصت اپنے جدِ اعلیٰ کی عظمت کے بیان سے وہ بہت مطمئن اور مسرور تھا......

حیوانات کے ساتھ میری اس محبت نے مجھے کئی بار مشکلات سے بھی دوچار کیا۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ میں کسی خارش زدہ کتے کو بغل میں دبائے گھر پہنچا۔ گھر والے کسی بھی قیمت پر اس مہمان کو قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے اور میں عبث انہیں یہ باور کرانے کی کوشش میں مبتلا تھا کہ اسے چھوڑ کر میں بھی زندہ نہ رہوں گا۔

Presented by Ziaraat.Com

میں مقرر ایام میں چڑیا گھر کی سیر کو جاتا تھا، وہاں پنجروں کے پاس کھڑا ہو کر بہت کوشش کرتا کہ انسان اور حیوان کے درمیان حائل خاموشی کی بنیادوں پر استوار بیگانگی کی دیوار کو توڑ کے گرادوں اور سمجھوں کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں تا کہ ہمارے درمیان ایک طرح کا رابطہ قائم ہو سکے اور باہمی اظہار مافی الضمیر کی راہ کھل جائے......

میرے من میں مزید اضافہ ہوا......

ایک مرحلے پر میرا ایمان اس حقیقت پر راسخ ہو گیا کہ اقدار حیات میں سے بہترین قدر......صدق وصفا اور سچائی کی قدر......حیوانات میں خام مواد کی صورت میں موجود ہوتی ہے۔ جبکہ انسان خود پر اس کی ملمع کاری کرتا ہے۔اسی پر اس کی فطرت کا خمیر اٹھتا ہے اور اسی سے اس کی سیرت کی تشکیل ہوتی ہے۔اس کی جبلت کی گہرائیوں میں یہ قدر بالکل اسی طرح زندہ و فعال ہوتی ہے جس طرح خام اور غیر صیقل شدہ الماس کی تہوں میں اس کی فطری چمک اور نورانیت ظہور کے لئے بیتاب ہوتی ہے حیوان آپ کو ہمیشہ گہری اور بے لوث نظروں سے دیکھے گا جو کچھ آپ کو اس کی آنکھوں میں نظر آئے گا وہی کچھ اس کے دل میں بھی ہوگا۔حتیٰ کہ جنگلی درندہ بھی جب آپ کو دیکھے گا تو اگر اس کی نیت حملہ آور ہو کر آپ کو پھاڑ کھانے کی بھی ہوگی تو اس کا عزم کسی قسم کے فریب کی آلائش کے بغیر صاف صاف اس کے تیوروں میں نظر آجائے گا۔نہ اس میں کوئی دھوکا ہوگا، نہ دکھاوا۔

حیوانات میں یہ سچائی پوری آب و تاب سے موجود ہے جبکہ انسانی افراد میں اس کے وجود کا اکثر اوقات کوشش کے باوجود سراغ نہیں ملتا۔

حیوان کا دکھ درد اس کی وحشت سے بھی زیادہ سچا ہے،اور اس کا رونا صدق و اخلاص کی آخری منزل تک اس کی رسائی کا پتہ دیتا ہے۔انسان کا گریہ عموماً کسی مصلحت یا سازش کی تحریک سے ہوتا ہے۔لیکن حیوان جب بھی روئے گا تو اس کی تہہ میں یقیناً کوئی ایسا حقیقی دکھ موجود ہوگا جس سے کائنات کی کوئی بھی ذی شعور مخلوق متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے گی۔

Presented by Ziaraat.Com

جوں جوں میرے سن وسال میں اضافہ ہوا، عہد انبیاءؑ کے حیوانات کے لئے میری محبت بھی بڑھتی گئی۔ لیکن یہ محبت جسمانی نہیں تھی اور نہ ان کے جسموں تک میری رسائی ہی ممکن تھی۔ لہٰذا میں نے ان کے ساتھ روحانی اور تخیلاتی رابطہ استوار کر لیا اور ان کی طبیعت و سیرت کی مزید معرفت کی غرض سے میں نے ان کے افعال و عادات کے بارے میں دستیاب ادب کا خوب مطالعہ کیا۔

یہ امر تعجب خیز ہے کہ قرآن مجید میں جو صرف چودہ سو سال پہلے نازل ہوا، انبیاءؑ و اولیاء سلف کے زمانے کے حیوانات کا ذکر موجود ہے جبکہ اس سے پہلے کی کتابوں میں صرف انبیاءؑ و اولیاء ہی کے ذکر پر اکتفاء کیا گیا ہے اور حیوانات کا ذکر ان میں نہیں آیا۔

میں نے جب اس بے توجہی کا سبب دریافت کرنے کی کوشش کی تو اس نتیجے پر پہنچا کہ ان کتابوں میں انبیاء کے ذکر کے ضمن میں بنیادی اخلاقی اقدار، انسان کی دنیوی فلاح اور اخروی نجات جیسے عظیم موضوعات زیر بحث لائے گئے ہیں اور غالباً اسی لئے حیوانات جیسی کم تر اہمیت کی مخلوق کے ذکر کی موضوع تحریر میں ضرورت نہیں سمجھی گئی، اور اسی وجہ سے ان کی سیرت و اخلاق یا فکر و کردار کا بھی ذکر نہیں کیا گیا۔

اگرچہ یہ حیوانات انبیاءؑ کے ساتھ بھی رہ رہے تھے اور ان کے معجزات کے نہ صرف شاہد تھے بلکہ بعض اوقات خود بھی ان معجزات میں شامل تھے۔ لیکن محض اس وجہ سے کہ حیثیت ان کی ثانوی تھی، گزشتہ چودہ صدیوں کے دوران بھی ان کی سیرتیں اجاگر نہ ہوئیں اور معرض خفا ہی میں رہیں۔ لیکن واضح رہے کہ پوشیدگی لازمی طور پر کمیِ ظہور ہی کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ بعض اوقات کمال ظہور بھی خفا کا باعث بن جاتا ہے۔ ایک شاعر اس کو یوں بیان کرتا ہے۔

مجھے جلووں کی ارزانی بھی ہے آنکھوں کی محرومی
بنی ہے پردۂ حائل تجلی روئے زیبا کی

اور جو کچھ طلوع آفتاب کے وقت ستاروں کے ساتھ ہوتا ہے وہی کچھ حیوانات کو بھی پیش آیا۔ وہ اپنے اپنے مقام پر موجود رہے لیکن ان کا وجود قوی تر وجود کے سامنے قائم نہ رہ

Presented by Ziaraat.Com

سکا۔ مثال کے طور پر حضرت عزیرؑ ہی کے قصے کو لیں جن پر اللہ تعالیٰ نے ان کے گدھے سمیت سو سال کے لئے موت طاری فرما دی اور اس کے بعد انہیں بھی زندہ کر دیا اور ان کے گدھے کو بھی ان کی آنکھوں کے سامنے زندہ کر دیا۔ اس قصے میں کردار کی اہمیت و بزرگی اور شخصیت عظمت و برتری کی وجہ سے ذکر صرف حضرت عزیرؑ ہی کا کیا جاتا ہے جبکہ ان کے گدھے کو باوجود اس کے کہ وہ اس ظاہرۂ قدرت میں برابر کا شریک تھا، کسی شمار قطار میں نہیں لایا جاتا اور نہ ہی ایک عام گدھے پر اسے کوئی فوقیت دی جاتی ہے۔

اسی طرح حضرت یوسفؑ کے قصے میں بھی باوجود اس کے کہ ان کے بھائیوں نے ان کے غیاب و اختفا کا ذمہ دار بھیڑیے کو قرار دیا تھا، صرف یعقوبؑ کے غم و اندوہ ہی کا ذکر ہے جس میں وہ بیٹے کو کھو دینے کے بعد مبتلا ہوئے۔ رہ گیا بھیڑیا تو اس بے چارے کی بریت یا اس بہتان عظیم پر اس کے مظلومانہ ردعمل کی کسے پرواہ ہے؟ اس کا احساس تو اس کے کسی ہم جنس بھیڑیے ہی کو ہو سکتا ہے۔!

بالکل یہی گدھے اور بھیڑیے والی صورت حال سگ اصحاب کہف اور ماہی یونسؑ کی بھی ہے۔

ان حیوانات پر گزرنے والی روداد ایک معمے کی شکل میں ابھی تک کسی گویا زبان دانائے راز کی منتظر ہے کیونکہ سلیمانؑ اور داودؑ کی وفات کے بعد نہ کوئی منطق الطیر (پرندوں کی بولی) کا عالم پیدا ہوا اور نہ حیوانات کی زبان سمجھنے والا)!

سچ پوچھیے تو مجھے سلیمانؑ اور داودؑ پر بڑا رشک آتا تھا۔ مجھے ان پر رشک ان کے سونے چاندی کے انباروں کی وجہ سے نہیں آتا تھا جس کے دبیز تیروں سے ان کے شاہی محلات کی دیواریں ڈھکی ہوئی تھیں کیونکہ خوب معلوم ہے کہ جب وہ دنیا سے رخصت ہوئے تھے تو سونے کا ایک ذرہ بھی ساتھ نہیں لے گئے تھے۔ وہ جس طرح خالی ہاتھ زمین پر آئے تھے، اسی طرح خالی ہاتھ زمین میں واپس چلے گئے۔ انہوں نے ہر شخص سے پہلے یہ حقیقت پالی تھی کہ سونا انسان کا خادم ہے اور انہوں نے اسے اس مقام سے

Presented by Ziaraat.Com

ذرا بھی آگے بڑھنے نہیں دیا۔ وہ اسے مٹی میں پیدا ہونے والے خودرو نباتات سے بھی کم اہمیت تر سمجھتے تھے۔

نہ ہی میں سلیمانؑ سے ان کی تسخیر حیات کی وجہ سے رشک کرتا تھا کیونکہ دنیا کے تمام جنات پر حکمرانی مجھے پسند نہیں۔

اور نہ ہی میں ان سے ان کے اسلام کی وجہ سے رشک کرتا تھا کیونکہ میرا اسلام ان کے اسلام سے کسی طرح بھی کم مرتبہ نہ تھا۔ کیونکہ میں نے یہ دولت ان کے سید و سردارؐ سے پائی بھی جو اوّل المسلمین بھی تھے اور اکمل المسلمین بھی۔

مجھے تو ان سے رشک ان کے منطق الطیر کے علم پر تھا اور یا پھر حیوانات سے ہم کلام ہونے کی ان کی قدرت پر۔

کتنا تعجب خیز ہے یہ امر کہ انسان ھدھد کو پاس بٹھا کر اس سے باتیں کرے۔ جب اسے حکم دے تو وہ اس کی تعمیل کرے اور جب اسے فہمائش کرے تو وہ ہمہ تن گوش ہو کر سنے۔

کتنی سرور بخش ہے یہ کیفیت اور کتنا نشاط انگیز ہے یہ مقام کہ انسان ایک چیونٹی کی آواز ''خبردار'' پر مسکرا سکے جو وہ اپنی قوم پر نازل ہونے والے خطرے کے بارے میں دے۔

اس قدرت و صلاحیت پر عقل بحر حیرت میں غوطے کھانے لگتی ہے اور دل ارادت و عقیدت کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب جاتا ہے۔

بہر حال...... سوال یہ ہے کہ:

آج جبکہ سلیمانؑ اور داؤدؑ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور حیوانات کی زبانوں کا علم بھی ان کے ساتھ ہی رخصت ہو چکا، حیوانات سے رابطہ کس طرح قائم کیا جائے۔؟

میرے خیال میں تخیل صادق کی مدد سے ان کے ساتھ رابطہ یقیناً ممکن ہے۔ کیونکہ علم کے رخصت ہو جانے کے بعد خاموش حقائق اور ناگفتہ واقعات اب صرف تخیل ہی کے کانوں سے سنے جا سکتے ہیں۔ یہی ایک ذریعہ ہے جو قیامت تک ہماری تشنہ معلومات کو

Presented by Ziaraat.Com

سیراب کرتا رہے گا اور اسی کے ذریعے حیوانات سے ان کے آباء و اجداد کی وہ داستانیں سنی جاسکتی ہیں جو پشت ہا پشت سے سینہ بہ سینہ ان کی نسلوں میں منتقل ہوتی چلی آرہی ہیں۔

آیئے دیکھیں کہ تخیل صادق کی مدد سے ہم کس حد تک یہ داستانیں سننے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

لیکن اس کے لئے تخیل کو حیوانات کی طبائع اور عادات جاننے کی خاطر علم الحیوانات سے کمک درکار ہوگی اور قصص انبیاءؑ میں ان کے کردار کے بارے میں تاریخ اور قرآن مجید سے استفادہ ضروری ہوگا اور اس ضمن میں اسے حق نہ ہوگا کہ اس طرح سے حاصل شدہ معلومات میں اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی یا ترمیم کرے۔ بالخصوص قرآنی بیانات کو اسے نہ صرف مِن وعن اور جوں کا توں قبول کرنا ہوگا بلکہ اپنے خاص انداز میں ان کی صداقت و حقانیت کے اثبات سے اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ بھی انجام دینا ہوگا۔

کہا جاتا ہے کہ حیوانات خالصتاً فطرت کے تابع اور عقل سے یکسر محروم ہیں

لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حیوان ایک گونگی مخلوق ہے جس کی کوئی زبان نہیں۔

علمائے قدیم حیوانات کے عاقل و صاحبِ زبان ہونے کے بارے میں دو گروہوں میں منقسم ہیں۔

ایک فریق کا کہنا ہے کہ حیوان عقل و شعور سے کلیتاً عاری ہے اور یہ نظریہ نیا نہیں بلکہ ڈیکارٹ (DESCARTES) کی ایجاد ہے جس کے نزدیک حیوان محض ایک متحرک بالذات آلہ ہے۔

دوسرے فریق کے خیال کے مطابق حیوان میں تمام بشری و عقلی خواص موجود ہیں۔ یہ نظریہ (ANTHROPOMORPHISM) یا "مذہب التشبیہ بالانسان" کہلاتا ہے۔ یہ مذہب بھی کافی پرانا ہے بلکہ "اصل انواع حیوانات" کے بارے میں چارلس ڈارون (DARWIN) کے مخصوص نظریئے سے بھی پہلے کا ہے۔

نظریہ تشبیہ مؤیدین میں بڑے بڑے مشہور علماء شامل ہیں۔ حیوانات پر عظیم

Presented by Ziaraat.Com

انسائیکلوپیڈیا کے مصنف جرمنی کے معروف عالم بریم (BREHM) کہتے ہیں۔

''پستان دار جانور صاحب عقل و حافظہ اور اہل مزاج ہوتے ہیں۔ ان کی بڑی تعداد انفرادی شخصیت کی حامل ہوتی ہے۔ ان میں سے بعض مختلف چیزوں کے درمیان فرق بتا سکتے ہیں اور وقت، جگہ، رنگ، نغمات وغیرہ میں تمیز کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان میں چیزوں کے پہچاننے، اختیار کرنے اور انہیں سمجھنے کی پوری قدرت ہوتی ہے۔ وہ خطرات کا احساس کر سکتے ہیں اور ان سے بچنے کے طریقے جانتے ہیں۔ وہ محبت و نفرت کا باقاعدہ اظہار کرتے ہیں اور دوستوں اور بچوں سے پیار کرتے ہیں۔ تشکر، محبت، احترام، حقارت وغیرہ کے جذبات رکھتے اور مکر، عیاری، امانت، خیانت جیسی صفات کے حامل ہوتے ہیں۔ عقل مند حیوان کسی امر کا اقدام کرنے سے پہلے اس کے حسن و قبح اور نشیب و فراز پر غور کرتا ہے اور حساس اور غیرت مند حیوان اپنے معاشرے کی بہتری کے لئے اپنی جان کو بھی خطرے میں ڈال دیتا ہے۔

یہ الفاظ ایک ایسے عالم کے ہیں جس نے اپنی ساری زندگی حیوانات کے مطالعے میں صرف کر دی۔

حیوانات کے صاحب زبان ہونے کا اثبات قطعی علمی دلائل سے ہو چکا ہے انسانی اور حیوانی زبان کے اختلاف کے باوجود یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہر حیوانی جنس باہمی تفاہم اور ہم کلامی کا ایک مخصوص اسلوب رکھتی ہے جو آواز، لمس، رقص، بو، اشارہ وغیرہ کی شکل میں ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ حیوانات کے باہمی بات چیت کے مختلف اسالیب ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ علمی طور پر اصولی یا قطعی شکل میں ان اسالیب کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن بلاشک و شبہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہماری طرح حیوانات کی بھی زبان ہے جسکے ذریعے وہ اظہار مافی الضمیر کرتا ہے لیکن وہ زبان بہر حال ہماری بشری زبانوں سے قطعاً مختلف ہے۔

علماء و محققین نے پشتوں کی تحقیقی کاوشوں سے آج یہ حقائق دریافت کئے ہیں جبکہ قرآن مجید نے انہیں چودہ سو سال پہلے ہی قطعیت کے ساتھ بیان فرما دیا تھا۔ اس

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

زمانے کے دانشوروں کے نزدیک حیوان ایک نجس چیز تھی جو عقل و شعور سے بھی محروم تھی اور فکر سے بھی اور جس کی نہ کوئی زبان تھی اور نہ قدر و قیمت۔ اس کا معرف محض یہ تھا کہ انسان کے کام آئے۔

لیکن قرآن مجید نے واضح اور قطعی دلائل سے ثابت کر دیا کہ حیوانات کی ہر جنس کی نہ صرف ایک مخصوص زبان ہے بلکہ ایک خاص انداز فکر بھی ہے۔

ذرا چیونٹی کے ان الفاظ پر غور کریں جن سے اس نے اپنی قوم کو سلیمانؑ اور ان کے سپاہ کے پیروں تلے روندے جانے سے خبردار کیا ہے۔

"ایک چیونٹی نے کہا! اے چیونٹیوں اپنے گھروں میں گھس جاؤ کہیں سلیمانؑ اور ان کے لشکری تمہیں بے خبری میں کچل نہ ڈالیں۔"

یہ چیونٹی یقیناً نہیں جانتی تھی کہ سلیمانؑ اس کی زبان سمجھتے ہیں اور اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ آپؑ اس کی آواز بھی سن رہے ہوں گے۔ یہ اس کا اندازہ یا اندیشہ تھا کہ سپاہ سلیمانؑ انہیں بے شعوری میں کچل ڈالے گی۔

چیونٹی نے یہاں "یشعرون" کا لفظ استعمال کیا ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ چیونٹی شعور کی ماہیت سے واقف ہے ورنہ وہ ایسے لفظ کو جزء کلام کیسے بنا سکتی تھی جسے وہ جانتی بھی نہ تھی۔

پھر سلیمانؑ کے ساتھ ھدھد کے کلام کو ملاحظہ فرمائیں۔ یہ ھدھد تیؑ سے ایسی بات کہتا ہے جو وقت کے عظیم ترین فلسفی انسان سے بھی متوقع نہیں۔ اس کے یہ الفاظ دیکھئے:

"وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ"

"میں نے بلقیس اور اس کی قوم کو سورج کے آگے سجدہ ریز ہوتے دیکھا ہے۔ دراصل شیطان نے ان کے اعمال بد کو زینت دے کر سیدھی راہ سے انہیں روک دیا ہے پس وہ ہدایت نہیں پائیں گے۔"

Presented by Ziaraat.Com

وہ ان لوگوں کا تمسخر اڑاتے ہوئے سلیمانؑ سے پوچھتا ہے۔

"اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔"

"یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے آگے کیوں نہیں جھکتے جو آسمانوں اور زمین میں سے پوشیدہ امور ظہور میں لاتا ہے"۔

یہ حقیقت جس کا اثبات قرآن مجید نے پوری قطعیت کے ساتھ آج سے چودہ سو سال پہلے کر دیا تھا۔ علوم جدیدہ کی سمجھ میں ابھی تک نہیں آئی۔ یہ علوم اپنے حاملین اسفار کے ہمراہ (غالباً قرآن مجید ہی سے اشارہ لے کر) سراپردہ اسرار کے گرد مدت سے طواف کر رہے ہیں لیکن ابھی تک انہیں اس کے اندر جھانکنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ قرآن مجید کے کلام خداوندی ہونے کی قاطع دلیل خود یہی معجزہ کافی ہے۔ علاوہ ازیں مسلمین سلف کے رسوخ ایمان کی بھی قوی دلیل ہے کہ اس وقت وہ تمام علمی عقیدے کے برخلاف کہ حیوان میں نہ نطق وشعور کی صلاحیت ہے اور نہ عقل وادراک کی۔ صرف قرآن مجید کے کہنے پر وہ اس کے نطق وشعور کے بھی قائل ہو گئے اور اس کے عقل وادراک پر بھی ایمان لے آئے۔ ایسا ایمان جس میں نہ شک کا کوئی شائبہ تھا اور نہ شبہ کی کوئی گنجائش اور نہ طلب دلیل کی کوئی انگیخت تھی اور نہ ہی تحقیقات کی کوئی داخلی تحریک۔

میرے دل میں ان حیوانات کے بارے میں کچھ لکھنے کی خواہش پیدا ہوئی جو انبیاءؑ کے معاصر یا مصاحب تھے۔

میں نے چاہا کہ ان کے قصے حیوانی ہی نقطۂ نظر سے اور یادداشتوں کے انداز میں تحریر کیے جائیں۔

چنانچہ میں عظیم ہالینڈی مصور "فان غوغ" (FAN GOGH) کے قول:

"پھول بناتے وقت میں خود پھول بن جاتا ہوں"۔

سے الہام یاب ہو کر اپنے فکر وتخیل کو حیوانات کی عقول وافکار ان کی طبیعت و

Presented by Ziaraat.Com

فطرت اوران کے جذبات حزن ومسرت سے زیادہ سے زیادہ ہم آہنگ کرنے کی پوری شعوری کوشش کے ساتھ ان کی یہ یادداشتیں تحریر کر رہا ہوں۔

ماہ مبارک جیسے جیسے قریب آرہا تھا اور مجھ سے الاحرام کے دینی کالم کے لئے کچھ لکھنے کا مطالبہ زور پکڑ رہا تھا۔ میں نے اس کالم کے لئے ان حیوانات کو مہمان بنانے کا فیصلہ کرلیا۔ یہ کام آسان تو ہرگز نہ تھا لیکن لذت بخشش ضرور تھا۔

میرے لئے شاید کتے یا بھیڑیے کا انداز اختیار کرنا آسان تھا لیکن ھد ھد بن جانا ممکن نہ تھا، اور نہ میں یونسؑ کو نگل جانے والی وہیل مچھلی ہی بن سکتا تھا۔

ابتداء تو مجھ پر مصائب ومشکلات کے طوفان لے کے آئی لیکن پھر فضل وکرم خداوندی نے میرا ہاتھ تھاما اور رفتہ رفتہ سب مشکلیں مجھ پر آسان ہوگئیں اور ہر دشواری دور ہوگئی۔ ھد ھد اور میرے درمیان حائل سر بفلک پہاڑ یکے بعد دیگرے میرے تصور کی حرارت سے پگھل گئے اور مجھے بآسانی اس سے ہم کلام ہونے کا موقع مل گیا۔ اسی طرح سگ اصحاب کہف کی آواز نیم شبی بھی میرے تصور سے "آیا تنا عجبا" کی حکایت بیان کرنے لگی اور موج سوار گھونگھے نے بھی ساحل بحر پر آکر مجھے اس محفل تسبیح کی روداد سنائی جسے یونسؑ نے شکم ماہی میں منعقد کیا تھا۔

قاہرہ کی شہری گہما گہمی سے وحشت زدہ ہوکر میں اپنے بچپن کے ایک دوست کے ہاں دیہات میں فروکش ہوگیا اور شوروغل سے دور اس سادہ اور غازۂ تکلف سے بے نیاز ماحول میں خاموشی اور انہماک سے مصروف مطالعہ ہوا۔

اس تحریر کے انبیاءؑ سے متعلق اجزاء کے لئے میں نے قصص قرآنی کو بنیاد بنایا۔ حیوانات کی طبیعت وفطرت اور عادات واطوار کے بارے میں معلومات میں نے انسائیکلوپیڈیا حیوانات "THE ANIMAL KINGDOM" سے حاصل کیں جسے واشنگٹن یونیورسٹی کے طبیعاتی تاریخ کے عجائب گھر کے آٹھ علماء نے تالیف کیا تھا۔ ان بنیادوں پر تحریر کا ڈھانچہ استوار کرکے میں نے اپنے طائر قلم کو

Presented by Ziaraat.Com

آسمان تخیل کی وسعتوں میں بلند پروازی کے جوہر دکھانے کے لئے آزاد کر دیا۔

بحث و تحقیق کے دشوار گزار جنگل سے گزرتے وقت جتنی مشکلات مجھے پیش آئی تھیں۔ تحریر اس سے کہیں زیادہ آسان اور نشاط انگیز ثابت ہوئی۔ تخیل کی مدد سے واقعات کے بین السطور میں غوطہ زنی ایک انتہائی خوشگوار تجربہ ثابت ہوئی۔ دوران تحریر میرے ذہن میں اچانک ایک حقیقت کہ انبیاءؑ کے زمانے کے تمام حیوانات دراصل اللہ تعالیٰ کی قدرت و رحمت کی گہری رموز اور مشیت و فطرت الٰہیہ کے مختلف مظاہر تھے۔ ان کے بدن اگرچہ بظاہر حیوانی اجسام تھے لیکن دراصل کسی کائناتی اشارے اور آفاقی پیغام کے حامل تھے۔

ماہ مبارک رمضان آن پہنچا لیکن میں ہنوز تحریر میں مصروف تھا۔

آخر کار میں نے جریدہ ''الاحرام'' میں گرگ یوسفؑ کے قصے سے ابتداء کی لیکن اخبار کے کالم میں جگہ اتنی نہ تھی کہ پورا قصہ اس میں سما سکتا۔ لہٰذا مجھے کچھ قصے مختصر کر کے اشاعت کے لئے ارسال کرنے پڑے۔ یہ امر مجھے بہت ستاتا تھا اور بعض اوقات میں اس پر صدائے احتجاج بھی بلند کرتا۔

مثلاً مجھے یاد ہے کہ جب میں اصحاب کہف کی داستان لکھ رہا تھا تو مجھ سے کہا گیا۔

''اختصار سے کام لو''

چنانچہ میں نے اس کے آخر میں کتے کے الفاظ نقل کرتے ہوئے لکھا'' مجھے ایسا لگا کہ ہم پھر سے غار میں داخل ہو رہے ہیں اور اب کی بار تو سچ مچ ہی سوئیں گے۔

'' مجھے محسوس ہوا کہ '' ناپیش '' بھی وہیں تاریک گوشے میں موجود ہے۔

''اس کے بعد کیا ہوا۔ یہ میں ہرگز نہ بتاؤں گا۔ شاید کبھی کسی کتاب میں تفصیل سے یہ حکایت لکھوں گا۔

وہ مجھ سے ہر وقت کہتے رہتے ہیں: ''مختصر کرو، مختصر کرو''

''ان کے پاس تو مختصر کردہ حکم کے سوا کوئی بات ہی کرنے کی نہیں۔ میں قہر سگ بر جان سگ''۔ غصے میں غراتا ہوں۔ میں بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ لیکن حکم حاکم ہے کہ

Presented by Ziaraat.Com

مختصر کروں۔ لہٰذا اب رخصت۔ باقی پھر کبھی سہی۔!"

اس پر چند مہینے گزر گئے۔

ایک روز "المختار الاسلامی" پبلشنگ کمپنی نے اس مجموعے کو شائع کرنے کی پیشکش کی۔ میں رضامند ہوگیا اور ان قصوں کی تکمیل کے لئے ایک بار پھر خلوت گزین ہوگیا۔

اب اگر آپ مجھ سے پوچھیں کہ اس کتاب کا موضوع دین ہے یا فن یا علم؟

تو جواباً عرض ہے کہ میرے خیال میں دراصل یہ کتاب فن ہی کے موضوع پر ہے۔ اس کا تانا بانا اور اس کا بنیادی سبک فن بمعنی تخیل و اختراع ہی ہے جس میں دینی اور علمی سبک کی آمیزش ہے۔

دینی سبک آپ کو ان انبیاءؑ کے قصوں میں ملے گا کہ حیوانات جن کی خدمت میں موجود تھے۔ یہ قصے، جیسا پہلے عرض کیا گیا، میں نے قرآن مجید سے لئے اور ان کی تفصیلات معتبر تفاسیر (تفسیر ابن کثیر، قصص الانبیاء، تفسیر قرطبی، تفسیر المنار وغیرہ) سے حاصل کیں۔ جزئیات کے لئے میں نے معتبر ترین تفسیر کے بیان سے التزام کیا اور اپنی طرف سے ان میں کوئی کمی بیشی نہیں کی۔

علمی سبک میں میرا انحصار و اعتماد علمی ماخذ اور انسائیکلوپیڈیا پر رہا۔ اپنی پوری تحریر میں میں نے قلم کو ان دو سبکوں سے باہر نہیں جانے دیا۔

لیکن جہاں تک اس کتاب کے اصلی سبک یعنی فن یا تخیل و اختراع کا تعلق ہے تو میں نے توسن قلم کو میدان تخیل میں آزادانہ جولانی کا پورا پورا موقع دیا جس سے میں اس قابل ہوا کہ دل کھول کر انسان کے حیوان پر مظالم کا تمسخر اڑاؤں جو دراصل اس کا بھائی ہی ہے۔

جن حیوانات کے نام تاریخ نے نہیں بتائے میں نے ان کے لئے نام خود ایجاد کئے ہیں اور اپنے معاصر نبیؑ کی خدمت میں پہنچ جانے سے پہلے ان کی زندگی کے لمحات و مواقف میں نے اندازے اور تخیل کی مدد سے بیان کیے ہیں۔

(واللہ ولی التوفیق)

Presented by Ziaraat.Com

میں کوّا ہوں

میں کوّا ہوں۔ مجھے بجا طور پر یہ فخر حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابن آدمؑ کی مختصر سی رہنمائی کا اعزاز عطا فرمایا۔ جب قابیل اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر کے اس کی لاش کو ٹھکانے لگانے میں قطعاً ناکام رہا تو میں نے ہی بامر الٰہی اسے اس کی ترکیب سکھائی تھی۔

لوگ کہتے ہیں کہ کوّے کے پروں پر کبھی بڑھاپا نہیں آتا۔!

میں کہتا ہوں کہ جو نظارے میں نے دیکھے ہیں اگر کوئی انہیں دیکھ کر اپنے ہوش وحواس قائم رکھ سکے تو پھر کوئی بڑی سے بڑی مصیبت بھی اسے بوڑھا نہیں کر سکتی۔

ایک مخلوق ہونے کی حیثیت میں میں روئے زمین پر واقع ہونے والے قتل کے اولین جرم کا عینی شاہد ہوں۔

سب سے پہلا انسانی خون مجرمانہ عذر و خیانت سے میرے سامنے بہایا گیا۔ میرے ساتھ خدائے سمیع و بصیر بھی اس کا گواہ ہے۔

وہ دن بڑا عجیب تھا۔ اس کی ہیبت ناک شام کی شفق کے خون سے پورا آسمان رنگین ہو گیا تھا۔

کہنے والے کہتے ہیں کہ یہ بہیمانہ قتل شیطان کی انگیخت سے ہوا۔ میں بھی مانتا ہوں کہ یہ بہیمانہ قتل شیطان کی انگیخت سے ہوا۔ لیکن کون نہیں جانتا کہ سب گناہ اس کی انگیخت سے ہوتے ہیں اور اس کے باوجود بھی کون اس کی انگیخت سے محفوظ رہ

Presented by Ziaraat.Com

سکتا ہے؟ کتنا سخت ہے اس کے بہکاوے کا دام اور کتنی آسان ہے اس میں آدم زادوں کی گرفتاری......؟

انسان زبان سے تو اللہ تعالیٰ کی محبت کا دم بھرتا ہے لیکن عمل سے اس کی نافرمانی کرتا ہے۔

لیکن شیطان سے زبانی اظہار نفرت کے باوجود عملی طور پر اس کی اطاعت میں سرگرم رہتا ہے۔

کتنی عجیب ہے یہ نوع بشر۔ اور کتنا ناقابل فہم ہے اس کا فکری تضاد۔

اور اس سب کچھ کے باوجود کتنا حلیم و کریم اور مہربان ہے اس پر قادر و توانا خدا......!

لہجے کی تیزی پر معذرت چاہتا ہوں۔

دنیا والے اپنی سیہ بختی کے دنوں کو "کوّے کے پروں" کے رنگ سے تشبیہ دیتے ہیں، اور ہمارے رنگ کی سیاہی ان کے ذہنوں پر اتنی گراں گزرتی ہے کہ وہ اس سے بدشگونی لیتے ہیں۔ لیکن جب خود انسان کا دل سیاہ ہو جاتا ہے تو اس کے سامنے کوّے کے جسم کے سیاہ ترین پروں کی سیاہی بھی ماند پڑ جاتی ہے۔

یہیں پر بس نہیں بلکہ کوّے کی چال تک کا مذاق اُڑایا جاتا ہے کہ وہ پھدکتا اور ایک ٹانگ پر ایسے اچک اچک کر چلتا ہے جس طرح کوئی دیوانہ دھکتے ہوئے کوئلوں پر چلتا ہے۔ اس کی چال میں ثبات و قرار اور استقامت نہیں۔

میں مانتا ہوں کہ ہماری چال غیر متوازن ہے اور ہم سیدھی چال نہیں چل سکتے بلکہ اچکتے، پھدکتے، لڑکھڑاتے ہی چلتے ہیں۔

لیکن کیا کوئی متنفس مخلوق انسان کے ہاتھوں اپنے ہی بھائی پر توڑے جانے والے مظالم کا تماشا دیکھ کر بھی سیدھی اور ہموار چال چلنے کے قابل رہ سکتی ہے؟

دنیا میں انسانوں کی آمد سے پہلے ہم اپنے اسی رنگ کے ساتھ شاہانہ وقار

www.Ziaraat.com Saeed-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

کے ساتھ اترا اترا کر چلا کرتے تھے لیکن جب ہم نے اشرف المخلوقات کے ہاتھوں اپنے سگے بھائی کے وحشیانہ قتل کا ہولناک منظر دیکھا تو دہشت و ہیبت سے ہماری چال بگڑ گئی جو ہماری آنے والی نسلوں میں ''موروثی خصوصیت'' بن کر اب تک قائم ہے۔

انسانوں کا عقیدہ ہے کہ کوّے کی آواز ناگوار اور منحوس ہوتی ہے، چنانچہ جب بھی ہماری جنس کا کوئی فرد کسی درخت پر بولتا ہے تو وہ سہم جاتے ہیں کہ اب شامت آئی کہ آئی!

میں کہتا ہوں کہ ہماری آواز بلبل کی چہک جیسی نہ سہی لیکن اسے نحوست سے بھی دور کا کوئی واسطہ نہیں کیونکہ یہ انسانوں ہی کی تراشیدہ اصطلاح ہے جسے وہ اپنے بنی نوع کے برے تصرفات پر منطبق کرتے ہیں۔

بعض اوقات انسان خود کسی نامبارک قسم کی منصوبہ بندی میں مصروف ہوتا ہے کہ اس دوران میں منڈیر پر بیٹھے ہوئے کوّے کی آواز اس کے کانوں میں پڑ جاتی ہے۔ اس وقت وہ اپنے کرتوت تو بھول جاتا ہے اور اس کے نتائج بد کو کوّے کی آواز کی نحوست قرار دے دیتا ہے۔

یہ بنی آدم کا پرانا حیلہ ہے اور اپنے جرم کو دوسروں کے سر تھوپ دینا ان کی قدیم عادت ہے۔ دراصل ایسی کوئی مخلوق دنیا میں موجود نہیں جو انسان کی طرح اپنی ذات کو فریب دے سکتی ہو۔

یہی نوع بشر ہماری جنس کو چوری اور اچکے پن سے متہم کرتی ہے اور ایسے ایسے مضحکہ خیز الزام ہم پر لگاتی ہے کہ خود ان میں معقول افراد تعجب کرتے ہیں۔

مثلاً یہ الزام کہ ہم صابن کی ٹکیائیں اور سرمہ دانیاں اچک لے جاتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ ہمیں سرمے سے کوئی سروکار ہے اور نہ صابن سے۔ ہم تو سرے سے یہ ہی نہیں جانتے کہ یہ کیا بلائیں ہیں! سرمہ کیا چیز ہے اور صابن کس

Presented by Ziaraat.Com

مرض کی دوا ہے۔ ہم نے انسانوں کو ضرور نہاتے وقت کوئی جھاگ سی چیز اپنے بدن پر ملتے دیکھا ہے لیکن ہمیں نہیں معلوم کہ وہ ہے کیا۔ خیر جو کچھ بھی ہو، ہمیں اس سے کیا مطلب۔ ہم تو نہاتے وقت کوئی بھی ایسی چیز استعمال نہیں کرتے جو ہمارے ظاہر و باطن میں فرق پیدا کر دے۔

ہم پر عقوق والدین اور مادر پدر آزادی کی تہمت بھی لگائی جاتی ہے۔

ہمارے جسم کی بدرنگی اور کثافت انسانوں میں ضرب المثل بنی ہوئی ہے۔ اسی طرح انکے خیال میں ہماری "سیہ فکری" بھی امکان کی آخری حدوں کو چھو رہی ہے۔

لیکن وہ تو بزعم خود اپنے بدن کی گندگی اور ناپاکی کو صابن کی مدد سے دور کر لیتے ہیں لیکن ہم......! ہم میں اشرف المخلوقات کے شریفانہ اور مثالی اخلاق کے تماشے دیکھنے کے بعد ایسی شدھ بدھ ہی کہاں باقی رہی ہے کہ اپنے بد باطن کو ظاہریت کے سرپوش سے چھپا سکیں اور جو کچھ میں نے دیکھا ہے، اسے دیکھ کر کس میں دم ہے کہ اپنے حواس خمسہ قائم رکھ سکے اور رشد و صواب سے محروم نہ ہو...... معاف کیجئے میرا لہجہ پھر گرم ہو گیا۔

کوّوں کی دنیا میں میں قاضی ہوں

اور انسانوں کی دنیا میں شاہد ہوں

لیکن جب کوئی قاضی غیر جانبداری کی روش ترک کر کے تعصب کی راہ اختیار کر لے تو وہ عدل دیانت کھو دیتا ہے۔

میں نے یہ دونوں کردار انجام دیئے ہیں۔

کوّوں میں تو میں نے قاضی کا کردار پوری غیر جانب داری اور دیانت سے انجام دیا لیکن جب شاہد بن کر انسانی دنیا میں آیا تو قضاوت کا تاج بھی میرے سر سے اتر گیا اور فکر کی صلاحیت سے بھی میں محروم ہو گیا۔ کیونکہ بنی آدم کے تصرفات دیکھ کر میرے ہوش و حواس، عقل و فکر، رشد و صواب۔ سب جواب دے گئے اور اس

Presented by Ziaraat.Com

محرومی پر میں نے چیخ چیخ کر اپنی آواز بگاڑ لی۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے مجھے ابن آدم کی تلقین پر مامور فرمایا تو میں نے کرخت لہجے میں قابیل کی اس کے ناروا و ناسزا تصرفات پر سرزنش کی۔ میں نے اس سے کہا۔ ''تو خوب جانتا ہے کہ تو ایک وحشی قاتل ہے۔ لیکن اس کے باوجود تو تجاہل میں مبتلا ہے۔ بحیثیت انسان تجھ میں اتنی سی عقل تو ہونی چاہئے کہ خطا وصواب اور ظلم و برات میں تمیز کر سکے۔ لیکن تو تو نرا جاہل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تجھے بھائی کو قتل کر کے اس کی لاش کو ٹھکانے لگانا بھی نہیں آتا''۔

سچائی کی تلخ گوئی پر میں ذریت قابیل سے معذرت خواہ ہوں۔

ایک ثالث اور غیر جانبدار مبصر کی حیثیت سے میں اکثر سوچتا ہوں کہ ظلم ہر متنفس کی سیرت کا خاصہً اور اس کے اخلاق کا ایک فطری جز ہے۔

ایک انسان شاعر کا جسے سچی بات کہہ ڈالنے کی اپنی جراتمندانہ عادت کی وجہ خود پر نبی ہونے کا زعم ہو گیا تھا، قول ہے۔

ہے ظلم جزء فطرت انفس جہان میں
اور اس سے احتراز کبھی بے سبب نہیں

ظاہر ہے کہ اس کلیے سے ہماری جنس بھی مستثنیٰ نہیں ہے اور ہم میں بھی ظالم افراد کافی تعداد میں موجود ہیں۔

لیکن ہمارے حدود و تعزیرات کے ضابطے بھی بڑے سخت ہیں۔ ہم میں سے جب کوئی فرد کسی مجرمانہ تجاوز کا مرتکب پایا جاتا ہے تو اس کے لئے باقاعدہ مجلس قضاء منعقد ہوتی ہے۔ میں بلا خوف تردید بڑے فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ ہماری مجالس قضاء میں عدل وانصاف کے قوانین کی بڑی سختی سے پابندی کی جاتی ہے، یہاں نہ رشوت چلتی ہے نہ سفارش اور نہ رو رعایت اور جرم ثابت ہو جانے پر ہر چھوٹے بڑے کو بلا امتیاز برابر کی اور پوری سزا دی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں تین قسم

Presented by Ziaraat.Com

کے تجاوزات مجرمانہ سمجھے جاتے ہیں۔

(۱) ایک کوا دوسرے کوّے کے گھونسلے پر غاصبانہ قبضہ جمالے۔

(۲) ایک کوا دوسرے کوّے کی مادہ کو ورغلا کر اس سے چھین لے۔

(۳) کوئی بڑا کوا چھوٹے بچوں سے غذا چھین لے۔

ان امور میں سے ہر جرم کے لئے خاص سزا مقرر ہے۔

گھونسلا چھیننے والے کا گھونسلا ڈھا دیا جاتا ہے۔ سب کوّے ہم آواز ہو کر بآواز بلند اسے لعنت ملامت کر کے ذلیل کرتے ہیں اور اس پر گھونسلے سے محروم ہونے والے کوّے کے لئے نیا گھونسلہ تعمیر کرنے کی بیگار مسلط کر دی جاتی ہے۔

کسی کی مادہ کو اغوا کرنے والے کو تمام کوّے ٹھونگے مار مار کر ہلاک کر دیتے ہیں۔

بچوں کی غذا چھیننے والے کے سارے پر نوچ کر اسے نوزائیدہ بچے کی مانند بنا دیا جاتا ہے۔ پہلے اور تیسرے جرم کے مرتکب کو بعض اوقات برادری سے بھی خارج کر دیا جاتا ہے۔

یہ مجالس قضاء کھلی فضاء میں وسیع زمین پر منعقد ہوتی ہیں۔ فیصلہ پوری مقامی برادری کے سامنے کیا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے حاضرین غیر حاضر افراد کا انتظار کرتے ہیں۔ بعض اوقات یہ کئی روز جاری رہتا ہے۔

اغواء کے کیس کی کارروائی خاصی دلچسپ ہوتی ہے۔

حاضرین کا عدد مکمل ہو جانے پر ملزم کو تنہا کر کے اس پر پہرہ بٹھا دیا جاتا ہے جس کے بعد مقدمے کی سماعت شروع ہو جاتی ہے۔ دوران سماعت بعض مواقع پر حاضرین ملزم کو چیخ چیخ کر ملامت کرتے ہیں جس کے جواب میں عموماً وہ بھی چیختا ہے۔ پھر گواہ غیظ و غضب کے عالم میں پروں کو پھڑ پھڑاتے ہوئے اسے مزید ذلیل کرتے ہیں جس پر احتجاجاً وہ بھی اپنے پر پھڑاتا ہے۔

لیکن جرم ثابت ہو جانے پر مجرم بالآخر اپنے پر ڈھیلے چھوڑ دیتا ہے اور سر جھکا

Presented by Ziaraat.Com

کر خاموش ہو جاتا ہے۔اس کا مطلب اعتراف گناہ اور اقبال جرم ہوتا ہے۔

پھر قاضی فیصلہ صادر کرتا ہے جس پر میدان میں موجود کوّے مجرم کو ٹھونگوں پر رکھ لیتے ہیں اور اس کے جسم کو نوچ پھاڑ کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں۔

اس کے بعد مجرم کی لاش کو دفن کرنے کا کام کسی کو سونپ کر مجلس قضاء برخاست ہو جاتی ہے اور سب کوّے چیختے ہوئے مختلف اطراف کو اڑ جاتے ہیں۔

یہ سزا یافتہ مقتول یقیناً مجرم ہی ہوتا ہے لیکن موت کو بذات خود ایک حرمت حاصل ہے جو مجرم کی میت کو عزت و اکرام سے دفن کرنے کی متقاضی ہے۔

اس طرح کوّے ہر دو حالتوں (حیات و موت) میں عدل کے تمام تقاضے پورے تعہد و التزام کے انجام دیتے ہیں۔

دراصل عدل کی یہ خصلت کوّوں میں بہت قوی اور نا قابل مقاومت ہوتی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انسانوں میں عدل ایک کسبی اور ثانوی چیز ہے جبکہ کوّوں کا یہ عین فطری اور جبلی خاصا ہے۔

ہمارے جملہ بنیادی قوانین فطرت کے عین مطابق ہیں جو نہ بدلتے اور نہ منسوخ ہوتے ہیں اور نہ ہی ان میں کسی قسم کی ترمیم ممکن ہے۔ جو ان کی خلاف ورزی یا ان سے تجاوز کرتا ہے، مستحق قتل قرار پاتا ہے۔

یہ قواعد و قوانین ہم نے خود وضع نہیں کئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمارے مسائل کے حل کے لئے خلق فرما کر ہماری فطرت میں انہیں ودیعت فرمایا اور ہماری جبلت کا لازمہ قرار دیا ہے۔ ہم خود اپنے لئے قوانین سازی کے مجاز نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ:

نفس ہوا و ہوس کی طرف مائل رہتا ہے اور اپنے مصالح کی خاطر برائی اور بدی کی راہ بھی اختیار کر لیتا ہے۔ اپنی آنکھ کا تو شہتیر بھی اسے نظر نہیں آتا لیکن دوسرے کی آنکھ کا ناچیز تنکا بھی اسے تناور درخت دکھائی دیتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

لیکن ہم نے قوانین خداوندی کے سامنے سر جھکا دیا اور فتنہ وفساد کے بحر متلاطم سے نجات پا کر ہمیشہ کیلئے ساحل امن وعافیت تک پہنچ گئے۔ قانون کا اتباع ترک ہوئی کا متقاضی ہے لیکن اس تقاضے پر صرف ملائکہ ہی پورے اتر سکتے ہیں۔

ملائکہ مجھے خلق اوّل کے زمانے کی یاد دلاتے ہیں۔

انسان کے قدم رکھنے سے پہلے یہ زمین سراسر سلامتی اور امن کا گہوارہ تھی۔ سمندر کی لہریں کنواری تھی جنہیں کبھی کسی کشتی نے نہیں چھوا تھا۔ ہوائیں صاف وپاکیزہ تھیں جنہیں انسان کے بغض وحسد سے بوجھل سانس نے آلودہ نہیں کیا تھا۔ فضا روح پرور اور نشاط انگیز تھی جس میں انسانی پیشانی کی متکبریوں نے بددلی اور افسردگی کی لہریں نہیں چھوڑی تھیں۔ صنعت الٰہی کے ساختہ و پرداختہ لہلہاتے مرغزار ہر چار جانب پھیلے ہوئے تھے جنہیں انسان کے جوع الارض کی تحریک سے چلنے والے قدموں نے پامال نہیں کیا تھا۔ دنیا کو کذب و دروغ کے ایک لفظ نے بھی فاسد نہیں کیا تھا۔ ہر طرف، ہر مقام پر صدق وراستی کا راج تھا۔ ارضی زندگی کی نبضوں میں حرکت اُسی سے تھی اور خون حیات میں حرارت بھی اسی کی تھی۔

برف پوش پہاڑ نور خورشید کو پوری امانت سے منعکس کر رہے تھے۔ سمندر کی مدوجزر، اس کے نظر افروز شوخ نیلے رنگ کے سینے کا تنفس اور اس کی حسین ومہیب لہروں کی سفید جھاگ۔ ہر چیز پوری عقیدت وارادت سے احکام فطرت کی تعمیل میں سرگرم تھی۔ مست ہواؤں میں لہلہاتے سبزہ زاروں کی تازہ اور زندگی بخش ہوا خالص اور عنبر یز تھی۔ غرضیکہ کائنات ارضی کی ہر چیز کا حسن اپنے بھر پور جوبن پر تھا۔ لیکن اس کے باوجود یہ منظر کچھ سونا سونا لگتا تھا۔ جیسے کوئی شے اس میں کم ہو۔ کوئی چیز اس میں ضرور کم تھی اور مشیت کے تیور ہمیں بتا رہے تھے کہ عنقریب یہ خلا پر کیا جانے والا ہے۔

وہ خلا وجود انسانی سے پر کیا گیا جس کی آمد سے زمین پر تکوینی عمل تکمیل کو

Presented by Ziaraat.Com

پہنچا۔ جمال تخلیق کے عین وسط میں اشرف المخلوقات کا ورود ہوا۔ اس نے آ کر موجودات ارضی کو بندگی کا سلیقہ سکھایا اور بارگاہ خداوندی میں دست دعا بلند کر کے عبادت اور نیاز مندی کا عملی درس دیا۔ اس کی آمد سے ہم پر جمال محردکی تخلیق کے پیچھے کارفرما حقیقی راز آشکار ہوا۔

حقائق اشیاء کی معرفت کی کوشش کے دوران خطاء ولغزش اور اس کے بعد توسل باللہ کے ذریعے ان کا حسن وجمال بھی نکھرتا ہے اور ان کی معنویت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

اور معرفت کا ہمیشہ سے یہی مزاج رہا ہے کہ پہلے معصومیت چھنتی ہے اور اس کے بعد توسل الی اللہ سے معرفت حاصل ہوتی ہے۔

حقیقی، مطلق اور غیر زائل معصومیت صرف اللہ تعالی کے ملائکہ کا خاصہ ہے۔ اور اگر چہ انسان بھی اپنی خلقت میں معصوم ہی تھا لیکن اس کی معصومیت اس کے قیام جنت کے دوران چھن گئی۔ بظاہر اسے اس سے شیطان ملعون نے چھینا لیکن دراصل یہ حکمت عالیہ وبالغہ خداوندی ہی کی کارفرمائی تھی اور مدعا اس سے کرۂ ارض کی آبادی وتعمیر تھا۔ ہمیں یہی خبر دی گئی تھی کہ انسان جنت سے آ رہا ہے۔

آدم اور حوّا زمین پر تشریف لے آئے۔ لیکن قرب الٰہی سے محروم ہو جانے پر دونوں سخت پشیمان اور انتہائی محزون وغمزدہ تھے اور ہر وقت روتے اور اشک ریزی کرتے رہتے تھے۔

ان کا زمین پر وارد ہوتے ہی گریہ وبکا میں مبتلا ہو جانا ہمارے لئے بڑا اندوہناک تھا۔ لیکن ان کے آنسوؤں سے ہمیں گناہ کی اہمیت، سرکشی کی حقیقت اور توبہ کے صدق وحقانیت کا اندازہ بھی ہوا۔

آدمؑ کا اوڑھنا بچھونا ہی توبہ واستغفار تھا۔ کتنا جلال تھا ان کے چہرے میں اور کتنا محبت انگیز تھا وہ روئے مقدس کہ میری نگاہیں ہمیشہ اس کے طواف کے لئے

Presented by Ziaraat.Com

بے قرار رہیں۔

فراق جوار خداوندی میں ان کی اشک بار آنکھوں میں پدری محبت کا وہ طوفان موجزن تھا جو آڑے آنے والی ہر مضبوط سے مضبوط رکاوٹ کو خس وخاشاک کی طرح بہالے جائے اور انکی یہ محبت اپنی اولاد کے ہر فرد کیلئے برابر اور یکساں تھی۔

اور جناب حوأ تو تمام زمینی ماؤں کی ماں تھیں ہی۔

دونوں مقدس میاں بیوی فراق جنت میں گلستاں بدر بلبل کی طرح نالہ کناں رہتے۔ان کا شب وروز کا ورد یہی (قرآنی) الفاظ تھے۔

"قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ" (الاعراف:۲۳)

ترجمہ: پروردگار۔ بڑا ظلم کیا ہے ہم نے اپنی جانوں پر۔ اگر تو ازراہ لطف وکرم ہمیں معاف نہ فرمائے اور اپنی بارگاہ عالی سے بدستور دور رکھے تو ہمارے خسارے کا کیا ٹھکانا۔

وقت گزرتا گیا، حوا علیہا السلام کے ہاں پہلی ولادت ہوئی۔

آدمی لوگ ہماری طرح انڈے نہیں دیتے۔ سیدھا بچے جنتے ہیں۔

انکی ہر ولادت توأم (جڑواں) ہوتی جس میں ایک لڑکا ہوتا اور ایک لڑکی۔

ایک توأم کا لڑکا دوسرے توأم کی لڑکی سے بیاہا جاتا۔ حوّا نے پہلی بار قابیل اور اقلیما کو جنم دیا۔ دوسری بار انہوں نے ہابیل اور لیوثا پیدا کئے۔ یہ اولاد اکٹھی جوان ہوئی۔

ایک روز ہابیل دوڑتا ہوا ایک ٹیلے سے اترا۔ آٹھ سال کی عمر میں اس کا صحتمند معصوم چہرہ نور محبت سے دمک رہا تھا۔ اس کے پیچھے قابیل ہاتھ میں درخت کی ایک شاخ لئے اسے پکڑنے کی کوشش میں بھاگا آ رہا تھا۔ بظاہر دونوں بھائی حسب عادت کھیل رہے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

معلوم نہیں ان دونوں بھائیوں میں اتنا فرق کیوں تھا کہ ایک تو حسن صورت وسیرت میں کسی سبزہ زار کا نازک پھول دکھائی دیتا تھا جبکہ دوسرا خشونت خدوخال اور تلخی مزاج میں کسی پہاڑی جنگل کا کانٹا۔ میں عموماً دیکھتا تھا کہ کھیل کے دوران قابیل شکاری بنتا اور ہابیل شکار، اور جب کھیل کے سرگرمی عروج کو پہنچتی اور قابیل ہابیل پر قابو پا لیتا تو اس کی زہریلی آنکھوں میں نفرت وحقارت کی ایک وحشت ناک چمک پیدا ہو جاتی اور وہ اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی سوکھی شاخ سے بڑی بیدردی کے ساتھ ہابیل پر ٹوٹ پڑتا۔

شروع میں تو ہابیل روادارانہ طور پر ہنستا رہتا اور اس کی ہنسی کسی پہاڑی آبشار کی نشاط انگیز سریلی آواز کی طرح دشت وجبل میں گونجتی لیکن سنگدل قابیل اس پر مزید غضبناک ہو جاتا اور لکڑی پر دوسرا ہاتھ بھی مضبوطی سے جما کر ہابیل کو دیوانہ وار مارنے لگتا۔ ہابیل کے چہرے کی رونق جلد ہی افسردگی کی شکل اختیار کر لیتی اور تھوڑی دیر بعد اس کی دلربا ہنسی کا ترنم آہ وفریاد کی دلگداز چیخوں میں تبدیل ہو جاتا۔

آدمؑ اس ماجرا پر مطلع ہو کر فوراً جائے واردات پر پہنچتے اور قابیل کا ہاتھ پکڑ کر ہابیل کے زخمی بدن پر اس کی مسلسل زدوکوب کو روکتے اور فرط رنج وغضب سے چیخ کر اس سے کہتے۔

"ظالم دیکھ تو نے اپنے بھائی کی کیا حالت کی ہے۔"

لیکن قابیل بے رخی سے جواب دیتا۔

"ہم کھیل رہے ہیں۔ اس نے خود اپنے لئے شکار کا کردار پسند کیا تھا۔"

آدمؑ اسے ڈانٹ کر ہابیل کو اس سے دور کر لیتے اور اس پر مزید لعنت ملامت کرتے ہوئے ہابیل کے زخموں کے علاج کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ پھر وہ دونوں کو پیار سے سمجھاتے کہ وہ سگے بھائی ہیں، ایک ہی ماں باپ کی اولاد اور ایک ہی کنبہ کے افراد ہیں اور ایک ہی گھر میں رہتے ہیں انہیں آپس میں نفرت وعداوت کی

Presented by Ziaraat.Com

بجائے محبت و آشتی سے رہنا چاہئے۔

اس سارے ماجرا کے دوران (جس کا میں عموماً عینی شاہد ہوتا تھا) میرے لئے سب سے زیادہ تشویش ناک یہ بات تھی کہ قابیل اپنے کرخت جبڑے بھینچے رکھتا اور جواباً اپنے دفاع میں کچھ بھی نہ کہتا جبکہ ہابیل مسلسل اس کا دفاع کرتا، اس کی بریت ثابت کرتا اور والد محترم سے دونوں کے لئے عفو طلب کرتا اور ان سے درگزر کی سفارش کرتا۔

دونوں بھائی جوان ہو گئے۔

ایک دن قابیل نے بلا داعیہ ایک بھرپور ہاتھ ہابیل کے چہرے پر رسید کیا اور چیخا۔

''یہ گھر میرا ہے۔ یہاں سے نکل جا۔''

بھائی کی اس بے دردانہ چپت نے ہابیل کے معصوم رخسار پر گہرے سرخ رنگ کے نقوش چھوڑے۔ اس کے دل کو اس اہانت سے بڑا صدمہ پہنچا اور شدت غم سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے لیکن وہ ضبط کر کے بولا:

''میں نے اس گھر کی تعمیر میں بہت محنت کی ہے۔ یہ دیکھو میرے ہاتھ اس کام میں کتنے زخمی ہو گئے ہیں، ان کی کھال تک اتر گئی ہے۔''

قابیل نے اس کے جواب میں کاٹ کھانے کے انداز میں کہا:

''آج غروب آفتاب کے بعد تم اس گھر میں نہیں ہو گے۔ قابیل نے کہہ دیا ہے۔ یہ اس کا فیصلہ ہے۔ خوب سن رکھو۔''

ہابیل نے بڑے تحمل و بردباری سے کہنا چاہا۔

''قابیل تم یہ کیا کر رہے ہو۔ مجھے تم سے محبت ہے......'' لیکن قابیل نے ایک نہ سنی اور غصے سے بھرا ہوا گھر سے نکل گیا۔

میں نے ہابیل کو اپنے والد سے اس واقعے کی شکایت کرتے نہیں دیکھا۔

Presented by Ziaraat.Com

معلوم نہیں وہ کیوں خاموش رہا۔ غالباً اس نے سوچا ہو گا کہ اس سے والد مہربان کا دل قابیل کے اس تصرف سے مزید نہ دکھ جائے (شیطان کے بہکاوے کے نتیجے میں قرب الٰہی سے محروم ہو کر وہ پہلے ہی ہر وقت گریہ و استغفار میں مصروف رہتے تھے) شاید ہابیل کو یہ خوش فہمی بھی ہو کہ بھائی نے یہ الفاظ دل سے نہ کہے ہوں گے۔

لیکن اس کی خوش فہمی بے بنیاد ثابت ہوئی۔ عین غروب کے وقت قابیل گھر میں آن موجود ہوا اور دونوں ہاتھوں میں ایک بڑا سا پتھر پکڑے ہابیل کے سر پر آ پہنچا اور پیشتر اس کے ہابیل کچھ کہے، وہ پتھر پوری قوت سے اس کے ماتھے پر مارا۔ جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور خون کی دھار بہہ نکلی۔ وہ سر پکڑ کے بیٹھ گیا لیکن قابیل نے اسے اٹھا کر گھر سے باہر پھینک دیا۔

ہابیل نے کچھ بوٹیوں کے پتے کچل کر اپنے زخم پر باندھے اور بے جان ہو کر وہیں پڑ کر سو گیا۔

آدمؑ نے ہابیل کو گھر سے باہر اس حالت میں پڑا دیکھا تو انہیں بڑا دکھ ہوا اور اس کے ماتھے پر جما ہوا خون دیکھ کر ان کا دل بھی خون ہو گیا۔ وہ سخت ناراض ہو کر بولے۔

"ذلیل انسان۔ اپنے بھائی پر اتنا بڑا ظلم تو نے کیوں کیا ہے؟"

ہابیل کے ساتھ قابیل کی اس شدید اور جان لیوا عداوت کی ایک وجہ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں، غالباً یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تو اُم بھائیوں کو ایک دوسرے پر حرام کیا تھا جبکہ ایک تو اُم کی لڑکیاں دوسرے تو اُم کے لڑکوں پر حلال قرار دی گئی تھیں۔ لیکن چونکہ ہابیل کی تو اُم...... قابیل کی تو اُم اقلیما سے کم حسین تھی اس لئے قابیل قانون الٰہی توڑ کر خود اپنی تو اُم اقلیما کو ہتھیانا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے حصول میں دو شخص والد اور بھائی سد راہ تھے۔ والد پر تو اس کا کوئی بس نہیں چل سکتا تھا، لہٰذا

www.ziaraat.com
Saheel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

وہ ہابیل کو ہر قیمت پر راہ سے ہٹانا چاہتا تھا......واللہ اعلم۔

اصول کے مطابق ہابیل کا بیاہ اقلیما سے اور قابیل کا لیوثا سے ہونا چاہئے تھا۔ میں بھی تہ دل سے ہابیل کو قابیل پر ترجیح دیتا تھا، اور میری دلی خواہش بھی اسی میں تھی کہ ہابیل کو حسین تر بیوی ملے۔ مجھے اس سے محبت تھی کیونکہ وہ کریم النفس تھا اور ہمیں عموماً اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتا تھا، اور اگر ہم کبھی بلا اطلاع بھی اس کا کھانا کھا لیتے تو وہ ناراض نہ ہوتا تھا۔ ایک دن اس نے مجھے اپنی مرغی کے انڈوں کے پاس کھڑا دیکھا تو ہاتھ بڑھا کر ایک انڈا مجھے دے دیا۔ مجھے خود جیسی ناچیز مخلوق پر اشرف المخلوقات کی اس نوازش سے بہت خوشی ہوئی۔

اس عبد صالح کو خلق خدا کے درمیان تعاون کی حکمت و اہمیت کا پورا ادراک تھا اور وہ رحم و کرم کی روح سے پوری طرح واقف تھا۔

اسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل تھی اور اس سے محبت بھی کرتا تھا اور اس کی عظمت سے بھی ہیبت زدہ تھا۔

جی چاہتا ہے کہ اپنے قوائے عقل کو یکجا کر کے اپنی لوح حافظہ پر تحریر دنیا کے ویرانوں اور کھنڈروں کی تاریخ کے کچھ صفحات ان کے شکستہ در و دیوار پر سنسناتی چیختی تیز ہواؤں کو پڑھ کر سناؤں کیونکہ میں ان کی انتہائی شان و شوکت کے زمانے سے لے کر کہ جب ان میں "انا ربکم الاعلیٰ" کی لافیں گونجتی تھیں اور ان میں خاص طور پر تعمیر شدہ قربان گاہیں انسانی خون میں ڈوبتی رہتی تھیں۔ اس ویرانی تک کے تمام مراحل کا عینی گواہ رہا ہوں۔ لیکن یہ داستان لمبی ہے اور مجھے ہے حکم کہ ہر طور اختصار کروں۔

قابیل چیخا: "نہیں، مجھے لیوثا نہیں چاہیے۔ "انا خیر منه" (میں اس......ہابیل......سے بہتر ہوں) اور اقلیما کے لئے مستحق تر ہوں کیونکہ وہ میری توأم ہے۔ خدا کا...... یا میرے باپ کا قانون جو

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

بھی ہو مجھے اس سے سروکار نہیں۔"

یہ "انا خیر منہ" کے الفاظ شیطان کے تھے جنہیں کل وہ باپ (آدمؑ) کے بارے میں کہہ رہا تھا اور آج وہی الفاظ وہ بیٹے (قابیل) کی زبان سے اپنے بھائی کے بارے میں کہلوا رہا تھا۔

قابیل باپ کے سامنے پھر چیخا۔

"میں لیوثا سے ہرگز بیاہ نہیں کروں گا۔ میں صرف اقلیما کو بیوی بناؤں گا جو میری اپنی تو اَم ہے۔ میں اس کی شوہریت کے لئے اَولیٰ اور اَحق ہوں۔"

والدؑ نے لاکھ سمجھایا کہ تو اَم بہن اس پر حلال نہیں ہے لیکن وہ اپنی ضد سے سر مو منحرف نہ ہوا۔

یقین کیجئے۔ مجھے اس کی اس گستاخانہ جرأت پر بڑی حیرت ہوئی۔ اب آدمؑ کا ردعمل کیا ہوگا۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آ رہا تھا۔

چلو، تم دونوں بارگاہ خداوندی میں قربانی پیش کرو۔ جس کی قربانی قبول ہو جائے گی وہ حق پر سمجھا جائے گا (اور اقلیما اسی کی ہو جائے گی)

انہوں نے ان کے درمیان فیصلے سے دست برداری اختیار کی اور سارا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا۔

مجھے معلوم نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قربانی کی قبولیت کا اظہار کیسے ہوگا، اور سچ پوچھئے تو مجھے تو خود قربانی ہی کا پتہ نہ تھا کہ کیا ہوتی ہے۔

ایک اغواء کا ملزم کوا مفرور تھا۔ ہم اس کے بارے میں غور کر رہے تھے۔ اس دوران پسران آدم کی قربانی کا دن آ پہنچا۔

ہابیل اپنا فربہ ترین مینڈھا قربانی کے لئے لایا، اس نے اسے پہاڑ پر لے جا کر باندھ دیا اور اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی دعا کی۔

Presented by Ziaraat.Com

قابیل کچھ گندم لایا جو نارسیدہ اور ابھی تک خوشوں ہی میں تھی۔ وہ اتنا بخیل اور کنجوس تھا کہ ہمیں کبھی اس کے غلے سے ایک دانہ بھی نہ مل سکا تھا۔

اس نے بھی اپنی قربانی پیش کی۔

اور دونوں بھائی وہاں سے دور ہٹ کر قبولیت کا انتظار کرنے لگے......

تھوڑی دیر میں آسمان سے ایک شعلہ نازل ہوا اور ہابیل کی قربانی (مینڈھے) کو نگل کر رخصت ہوا۔ یہ قربانی کی قبولیت کی علامت تھی۔

ہابیل نے شکر گزار ہو کر خوشی کا نعرہ لگایا......

قابیل نے جل کر ہابیل کے قتل کا نعرہ لگایا۔

پھر وہ خاموش ہو کر باہیں پھیلائے ہوئے افق میں ایک نقطے پر متوجہ ہو گیا جو لحظہ بہ لحظہ دور ہوتا جا رہا تھا۔ (یہ غالباً ہابیل کا مینڈھا تھا جو آسمان کی طرف محو پرواز تھا)

لیکن حیرت آفریدہ خاموشی اور دور کے منظر میں انہماک کے باوجود اس کے انگ انگ سے حسد و رقابت اور انتقام و عداوت کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔

وہ دن بڑا روشن اور خوشگوار تھا۔ سورج اپنی گرم گرم شعاعیں فضا میں بکھیر رہا تھا جن میں طول افق میں پھیلے ہوئے صنوبر کے جنگل نہا گئے تھے۔ ان کی لہلہاتی شاخوں کے گھنے سبزے میں ان کے لوبانی رنگ کے تنے نیلے سمندر پر بکھری ہوئی خشکیدہ رال کے ڈلے دکھائی دیتے تھے۔ باد صبح گاہی پہاڑوں کی بلندیوں، سرسبز ڈھلوانوں کی پستیوں اور گلپوش وادیوں کے مخملیں میدانوں سے آب باران رحمت سے پروردہ مختلف انواع کے گل ہائے مینو نژاد سے خوشبوئیں اکٹھی کر کے فضا میں بکھیر رہی تھی۔ خوش رنگ و شیریں آواز پرندوں کے نغموں نے آبشاروں اور تیز رفتار پہاڑی نالوں کے ساز سے ہم آہنگ ہو کر جنت کا سماں باندھا ہوا تھا کہ یکبارگی قابیل کی سنگدلانہ تہدید گونجی۔

''میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔''

Presented by Ziaraat.Com

اس آواز سے فضا لرز گئی۔ منظر کی رونق افسردہ ہو گئی۔ پرندوں نے سہم کر اپنے نغمے موقوف کر دیئے اور آبشاروں کا ترنم شیون میں تبدیل ہو گیا۔

نیک دل ہابیل کو قابیل کی اس غضبناک معاندانہ روش کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

اخلاص و طہارت نفس سے شیطانی تحریکات و تصرفات پوشیدہ ہی رہتے ہیں۔

بظاہر تو بات صرف اتنی تھی کہ دو سگے بھائیوں نے اپنی اپنی قربانی اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کی۔ ایک کو اس نے قبول فرما لیا اور دوسری کو رد کر دیا۔

اس پر مقبول قربانی والے نے نا مقبول قربانی والے سے صرف اتنا کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اہل تقویٰ ہی سے قربانی قبول فرماتا ہے۔ مقصد اس کا اپنے بھائی کو تقویٰ اختیار کرنے کی مخلصانہ ترغیب تھی۔

لیکن اس نے چڑ کر اسے قتل کی دھمکی دی اور اس کے مصالحانہ اور عالی ظرفانہ رویے کے باوجود غرا غرا کر یہی کہتا رہا۔

"میں تجھے چھوڑوں گا نہیں...... تجھے ضرور قتل کروں گا۔"

آخر کار ہابیل نے بھی دو ٹوک جواب دیا۔

"اگر تو میرے قتل کے ارادے سے مجھ پر ہاتھ اٹھاتا ہی ہے (تو اٹھا لیکن) میں کبھی تیرے قتل کے ارادے سے تجھ پر ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ میں کائنات کے پالن ہار خدا کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ (تیری شیطانی فکر سے اب مجھے بھی نفرت ہو گئی ہے اور) میں چاہتا ہوں کہ تو میرے قتل اور اپنے تمام سابقہ گناہوں کی سزا پائے اور اہل جہنم میں سے ہو جائے کہ ظالموں کی صحیح سزا یہی ہے۔" (المائدہ: ۲۸-۲۹)

اس کے بعد وہ اپنی بیوی اقلیما کے ساتھ اپنے گھر لوٹ گیا اور وہ دونوں ہنسی خوشی زندگی گزارنے لگے۔ حتیٰ کہ اقلیما پر آثار حمل ظاہر ہوئے۔

Presented by Ziaraat.Com

اس پر قابیل کے دل میں ایک بار پھر رقابت کی آگ بھڑک اٹھی اور اب کہ اس کے نفس نے اسے قطعی طور پر بھائی کے قتل پر آمادہ کرلیا۔

ہمارا مفرور ملزم مل گیا اور اس کے کیس کی باقاعدہ سماعت شروع ہوگئی جو کافی روز جاری رہی۔

ایک گدھا قریبی جنگل میں مرگیا تھا۔ اس کا خون زمین نے پی لیا، اس کا گوشت درندے سے کھا گئے اور بچا کھچا بدن اس کا چیلوں اور گدھوں نے نوچ لیا۔ ڈھانچہ اس کا زمین پر پڑا رہ گیا۔ قابیل نے ان ہڈیوں میں سے جبڑے کی ہڈی اٹھالی اور اس پر اپنی گرفت مضبوط کرتا ہوا ہابیل کے قتل کے ارادے سے اس کی تلاش میں روانہ ہوا۔

ہابیل دن بھر کی مشقت کے بعد تھکا ہارا ایک جگہ پھولوں کی کیاری کے پاس لیٹ کر جلد ہی گہری نیند سو گیا تھا۔

''سورج مغرب میں اتر رہا تھا۔ قابیل اپنا ہتھیار سنبھالے تیزی سے جا رہا تھا آسمان شفق کے خون سے سرخ ہوگیا۔ زمین کو ہابیل کے خون کی پیاس ستانے لگی۔ قابیل اپنے خوابیدہ بھائی کے سر پر پہنچ گیا، اور اسے دیکھتے ہی اس کا چہرہ فرط غضب سے تمتما اٹھا اور اس پر دیوانگی طاری ہوگئی۔

وہ آخری اقدام کے لئے قابیل کی طرف بڑھا ہابیل نے اچانک بیدار ہو کر آنکھیں کھول دیں۔ لیکن قابیل کا ہاتھ ہڈی کو مضبوط گرفت میں لئے اس پر بلند ہوا اور پوری قوت سے اس کے چہرے پر پڑا۔

خون فوارے کی صورت پھوٹ کر اس کے سینے پر بہتا ہوا زمین میں جذب ہونے لگا۔

قابیل کا دل اس کے سینے میں مچلنے لگا۔ پھر اس کی ایک ضرب ہابیل کے معصوم چہرے پر لگی۔

Presented by Ziaraat.Com

پھر ایک اور...... پھر ایک اور...... اور پانچویں ضرب پر قابیل کا ہاتھ خون آلود کیچڑ میں بھر گیا۔

ہابیل کے جسم کی حرکت موقوف ہو گئی۔

ہابیل کی موت کا یقین کر کے اس نے ہاتھ روک لیا اور خاموشی سے اس کی لاش کے قریب بیٹھ گیا۔

میں ایک قریبی درخت کی شاخ پر بیٹھا یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ میں اس ظالمانہ روداد کو دیکھ کر فرط حیرت سے پتھر بن گیا۔

میں نے بہت چاہا کہ خوب روؤں، زور زور سے چیخوں، اور قابیل پر لعنت کروں لیکن نہ میرے اعصاب نے میرا ساتھ دیا اور نہ زبان نے۔

میں نے سوچا زمین پر خدا کا عذاب کیوں نازل نہیں ہوتا؟ لیکن اس لمحے میری آنکھوں میں خمیرِ مجسم آدمؑ کا مقدس چہرہ گھوم گیا۔

ملزم کوّے کے کیس کی سماعت اس دن بھی مکمل نہ ہو سکی تھی، لہٰذا اس پر پہرہ بٹھا کر فیصلہ دوسرے دن تک ملتوی کر دیا گیا۔

میں اُڑ کر ایک درخت پر جا بیٹھا۔

قابیل بھی اسی کے نیچے بیٹھا تھا۔ پاس ہی ہابیل کی لاش بھی رکھی تھی۔

میں نے بڑی حقارت سے اس سے پوچھا۔

''ظالم۔ تو نے اپنے اتنے اچھے بھائی کے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟''

اس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا لیکن کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کا چہرہ کانپ رہا تھا۔ اس کے ہونٹ کپکپا رہے تھے، اس کے بدن پر بھی لرزہ طاری تھا۔

کوّے کے کیس کی سماعت مزید طول پکڑ گئی، اور مزید کئی روز تک فیصلہ نہ ہو سکا۔

دراصل وہ جھوٹے حیلوں بہانوں سے خود پر لگے الزامات کی تردید کرتا تھا، اور اپنی برأت کے لئے بحث کرتا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

لیکن جوں جوں سماعت طول پکڑتی جا رہی تھی، قانون کا گھیرا اس کے گرد تنگ ہوتا جا رہا تھا۔

سماعت کی اس ساری مدت کے دوران قاتل اپنے بھائی کی لاش کندھوں پر اٹھائے پھرتا رہا۔

اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اپنا جرم چھپانے کیلئے لاش کو کیسے ٹھکانے لگائے۔

گدھ ان کے سروں پر منڈلاتے تھے۔

درندے بو کا پیچھا کرتے تھے۔

قاتل ان کے ڈر سے لاش کو کندھے سے نہیں اتارتا تھا۔

کوّے کے مقدمے کا فیصلہ ہو گیا اور اس پر عائد تمام الزامات درست ثابت ہو گئے۔

جرم ثابت ہو جانے پر عدالت نے اسے موت کی سزا سنائی اور اس سزا پر عمل درآمد کا حکم صادر ہو گیا۔

اسے حسب دستور موت کی سزا دے دی گئی۔ اس کی لاش کو دفن کرنے کی خدمت میرے سپرد ہوئی۔ میں اسے دفن کرنے کیلئے دور لے گیا۔

میں اسے چونچ میں پکڑے دفن گاہ کی جانب اڑ رہا تھا۔

مجھے محسوس ہوا کہ کوئی غیبی طاقت مجھے قاتل کی طرف ہانکے لے جا رہی ہے۔

مجھے قاتل سے نفرت تھی۔ میں اس کی طرف نہیں جانا چاہتا تھا لیکن میرے پر مجھے خلاف ارادہ اس کی طرف لے جا رہے تھے۔

کسی امر جلیل کی گرفت میرے ارادے پر تھی جو میرے پروں کو اپنی مرضی کی سمت میں لئے جا رہا تھا۔

ہاتف غیبی نے مجھے آواز دی۔

"اے کوّے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے مامور فرمایا ہے کہ ابن آدم کو بھائی کی لاش

Presented by Ziaraat.Com

ٹھکانے لگانے کی ترکیب سکھائے۔"

میں بلا تاخیر اپنے بوجھ سمیت قابیل کے سامنے اتر گیا۔ کوّے کی لاش کو زمین پر رکھ کر میں نے اپنے پنجوں اور چونچ سے زمین کھودی۔

پھر کوّے کی لاش کے برابر سے وسیع کیا۔ پھر اسے لحد میں رکھ دیا۔

اور دو مختصر الوداعی چیخوں کے بعد میں نے اس پر مٹی ڈال کے زمین کو برابر کر دیا۔

پھر میں نے ابن آدم کی طرف ہو کر نظروں ہی نظروں میں کہا:

"ہم نے اسے عدل کے تقاضوں کے مطابق موت کی سزا دی، اور مجرم ثابت ہونے کے باوجود اس کی لاش کے احترام کو ملحوظ رکھا۔ لیکن تم اے ناخلف قابیل تم انسانیت کی روشن پیشانی پر جس کی نمائندگی پر آدمؑ......اور اجر لہ پر ہابیل مامور تھے...... بدنما داغ ہو۔"

اور مت بھولو کہ مظلوم بھائی کی لاش کے بوجھ سے تمہاری نجات بھی اسی کے مقدس و معصوم بدن کی برکت و کرامت سے ہوئی اور اگر مشیت ایزدی کو اس کی حرمت ملحوظ نہ ہوتی اور بنی آدم کے لئے اس کے ذریعے دستور کی تشریح مقصود نہ ہوتی تو تم قیامت تک اپنے قبیح جرم کے اس بوجھ تلے پستے رہتے۔

نیز یہ کہ تم جیسے مغرور اور سبک مغز پر کہ جس میں نہ باپ کے تقدس و کمالات کی کوئی رمق ہے اور نہ مقصد تخلیق انسان کا کوئی احترام ــــ مجھ جیسی ناچیز مخلوق کو استاد بنا کر مسلط کیا گیا تا کہ تمہیں تمہاری نااہلی، فرومائیگی [illegible] اندیشی کا ناگوار اور جانکاہ احساس دوں اور تمہارے تکبر کے بت کو انتہائی ذلت و رسوائی کے ساتھ پاش پاش کر دوں تا کہ تم ہمیشہ ہمیشہ کے [illegible] احساس کمتری کے عذاب میں مبتلا رہو۔

تم پر خدا کی لعنت۔ تم اسی شیطان کا [illegible] جس [illegible] نکلوا کر [illegible]

شیطان کے آسمانی ظلم سے کم نہیں۔

حکیم وعلیم ہے وہ ذات جس نے جس طرح شیطان کے اغواء وانگیخت کو ھبوط آدمؑ کے ذریعے تسلسل نسل انسانی کا مقدمہ قرار دیا اسی طرح تمہارے شیطانی تصرف کو بھی بنی آدم کے لئے دستور سماوی کی تشریح کا بہانہ بنادیا۔

پھر میں نے جی بھر کر اپنی زبان میں اس پر لعنت کی اور مغرب کی طرف پرواز کر گیا۔

پرواز کے دوران میں نے دور سے ہابیل کی ندامت بھری فریاد سنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

قَالَ يٰوَيْلَتٰىٓ اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ.

"افسوس میں اس کوے جیسا بھی نہ ہوسکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا سکوں۔" (المائدہ:۳۱)

گفت قابیل آہ، اف بر عقل من

گر بود زاغی زمن افزون بفن

(حیف مجھ پر اور میری عقل پر۔ مجھ سے یہ کوا بھی ہے بافہم تر)

پچھتاوے کے شدید احساس سے بوجھل یہ فریاد سن کر میں نے پوری طرح محسوس کیا کہ وہ ذہنی عذاب کی آگ میں جل رہا ہے۔

لیکن میری سمجھ میں یہ نہ آسکا کہ اس ندامت کا منبع کیا ہے؟

کیا وہ اس بات سے نادم اور شرمندہ تھا کہ اتنا زمانہ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے بھائی کی لاش ٹھکانے نہ لگا سکا اور عبث اسے اٹھائے پھرنے کے عذاب میں مبتلا رہا۔

یا وہ میرے مقابلے میں احساس کمتری کا شکار ہوگیا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

یا پھر اپنے بھائی کے ناحق قتل پر نادم تھا؟

میں نے اسے سمجھنے کی کوشش بھی نہ کی۔ اب تو میں صرف یہ جاننا چاہ رہا تھا کہ ہابیل بن آدمؑ کی بیوہ کس حال میں ہے۔

اور میرا دل تعظیم واکرام کے جذبات سے لبریز ہو گیا جب مجھے پتہ چلا کہ وہ اپنے شہید شوہر کے فرزند (حجت خدا کے ہبۃ اللہ شیثؑ) کی ولادت کی منتظر ہے۔

میں نے خود کو قائل کرنا چاہا کہ جو کچھ بھی ہو، نوع بشر کی صلب اول یقیناً انتہائی پاکیزہ اور کریم و محترم ہے اور وہ آدمؑ کی صلب ہے جن کا دل ہیبت الٰہی سے لبریز اور محبت الٰہی سے سرشار ہے۔

مجھے بڑا اندیشہ تھا۔ (اور وہ اندیشہ بعد میں درست ثابت ہوا) کہ قابیل کی ذریت دنیا میں خوب پھلے پھولے گی اور ہمیشہ اکثریت میں رہے گی۔ نیز ان کے اور اولاد ہابیل شہید کے درمیان جنگ کبھی ختم نہ ہوگی اور شاید والد کا اپنی اولاد کے ساتھ المیہ بھی دہرایا جائے۔

یہ سب کچھ میں اپنے اندازے سے جانتا تھا۔ لیکن اس کے پیچھے کارفرما حکمت کو میں آج تک نہیں سمجھ سکا، اور ہر چیز کی معرفت میرے فرائض میں شامل بھی تو نہیں۔

میں ابن آدم کے اعمال کا شاہد بھی رہا ہوں اور کچھ وقت کیلئے اس کا استاد بھی لیکن پھر بھی "معرفت" میرا منصب نہیں اور نہ ہی رازِ آفرینش کا مجھے کچھ علم ہے۔

شاید انسان کو اس کا علم ہو۔!!

☆☆☆☆☆

Presented by Ziaraat.Com

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

حضرت یوسفؑ اور بھیڑیا

"میں بھیڑیا ہوں۔ مجھ پر انسان کی طرف سے یوسفؑ کو پھاڑ کھانے کا الزام ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میری اس تحریر کے مطالعے کے بعد آپ اس الزام پر ضرور نظر ثانی کریں گے۔"

بھیڑیے کی زندگی بھی عجیب زندگی ہے۔

بے سکون و بے راحت اور سپاٹ

کسی کو بھیڑیا کہہ دینا گویا اس کے منہ میں کچلیاں لگا دینا اور اس کے ہاتھوں کو پنجوں میں بدل دینا ہے۔

لیکن دنیا میں ایسا کون ہے جس کے پاس کچلیاں اور پنجے نہیں ہیں۔؟

اور بالخصوص انسانوں میں ایسے کتنے افراد ہیں جو کچلیوں اور پنجوں سے بے نیاز ہیں؟

یہ اور بات ہے کہ ان کے پاس انہیں چھپانے کے لئے مسکراہٹ کا نقاب بھی موجود ہے۔

یہی وجہ ہے کہ لوگ تبسم پوش کچلیوں کو دانت ہی نہیں مانتے بلکہ صرف ہمارے دانتوں کو ہی کچلیاں تسلیم کرتے ہیں۔

بھیڑیا ہونے کی وجہ سے میں ہمیشہ انسان کے حملوں کا نشانہ اور ہر وقت اس کے ظلم و ستم اور طعن و تشنیع کا ہدف بنا رہتا ہوں۔

Presented by Ziaraat.Com

انسان اپنی نوع کے بد اخلاق ترین اور صنف نازک کے رسوا کن حد تک رسیا افراد کو بھیڑیا کہہ کر پکارتا ہے۔

یہ ہماری بہت بڑی توہین ہے کیونکہ ہم سارے سال میں صرف تیس دن جنسی وظائف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ہماری اس معین و معتدل جنسی اور جذباتی روش پر حیوانات کی سینکڑوں قسمیں ہم سے حسد کرتی ہیں۔

میں اپنے بھیڑیا ہونے کے موضوع پر مزید کچھ نہیں کہوں گا۔ کیونکہ ہر شخص یعقوبؑ نبی نہیں ہے جو میری باتوں کو تحمل سے سن سکے۔

بہر حال یہ سطور لکھتے وقت چند انتہائی تلخ تجربات میرے پیش نظر ہیں جن کی وجہ سے میں غضبناک تو نہ سہی لیکن سراپا احتجاج ضرور ہوں۔

میں روئے زمین پر عدل و انصاف کا فقدان پا رہا ہوں اور خود کو صریح ظلم سے دوچار پا کر میرا دل پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

یہاں انسان اپنے فہم و ذکا اور علم و فضل سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے بھیڑیوں پر بلا وجہ ظلم ڈھاتا ہے۔

میں ایک مظلوم مخلوق ہوں۔

تاریخ میں میرا نام "گرگِ یوسفؑ" یعنی یوسفؑ کو کھانے والا بھیڑیا مشہور ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یوسفؑ سے میری کبھی ملاقات نہیں ہوئی۔ نہ میں نے انہیں کبھی دیکھا نہ انہیں کھایا، نہ ان کی قمیض کو پھاڑی اور نہ ان سے کبھی قریب بھی ہوا۔

یہ شروع سے آخر تک ایک المیہ داستان ہے۔ دل تھام کے سماعت فرمایئے۔

صحرا پر شام کی آمد آمد تھی۔ غروب آفتاب کے ساتھ زرد دھوپ کے رخصت ہو جانے کے بعد زمین پر خاکستری اندھیرا اتر آیا اور فضا میں تاریکی ہر لحظہ بڑھنے لگی۔

پرندے دن بھر کی فضا نوردی کے بعد واپس آ کر اپنے گھونسلوں میں دبک

Presented by Ziaraat.Com

گئے۔ شہروں اور بستیوں کے لوگ روزمرہ کی کاروباری سرگرمیوں سے فارغ ہوکر آرام کی فکر کرنے لگے۔ جنگل کی شب زندہ دار مخلوق نیند سے بیدار ہوکر ہر طرف خوراک کی تلاش میں سرگرم ہوگئی اور شبِ صحرا کی نبضیں وحشی زندگی کی نقل وحرکت سے دھڑکنے لگیں۔

میں اپنے غار سے باہر نکل کر تازہ ہوا کا لطف لینے لگا۔ میرا سینہ نسیم شب کی فرحت بخش خوشبو سے بھر گیا۔

کتنا ولولہ انگیز ہے بھیڑیا ہونا اور اپنے غار سے باہر کھلی ہوا میں کھڑا ہوکر بلند آواز سے چلانا۔

عالم حیوانی میں کون ہے جو بھیڑیے کی اس چیخ کو بھول سکے......؟

یہ لمبی اور دلدوز چیخ ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ اور خوف کی تخم ریزی دوڑا دیتی ہے۔

ہم بھیڑیے اس چیخ کو "نغمۂ شام" کہتے ہیں۔

دن کے وقت بالکل خاموش رہتے ہیں۔ ہماری حکمرانی شام کے بعد سے شروع ہوکر فجر سے پہلے تک رہتی ہے۔ فضا میں تاریکی کے نزول پر ہم "نغمۂ شام" سے اپنی شبینہ حکومت کا آغاز کرتے ہیں۔

ہماری چیخ مختلف قسم کی ہوتی ہے۔

غروب کے بعد اندھیرا پھیلنے پر "نغمۂ شام" جس سے ہماری حکومت کی ابتداء ہوتی ہے۔ ایک لمبی اور گہری چیخ ہے۔ اس سے ہم خالق کائنات کی تسبیح و تحلیل اور تعظیم و تمجید بھی بجالاتے ہیں۔

نر بھیڑیا تنہائی سے زچ ہوکر مخصوص انداز میں چیختا ہے۔ اس کی یہ مختصر و مضطرب چیخ مادہ کی طلب کو ظاہر کرتی ہے۔

لمبی، دہشت انگیز اور غضبناک چیخ ہم یورش کے وقت استعمال کرتے ہیں۔

ایک خاص آہنگ کی گونجیلی چیخ ظاہر کرتی ہے کہ کوئی اچھا شکار پھنسا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

لیکن ہماری بہترین چیخ وہ ہوتی ہے جو فضاء میں ہر چار طرف سے اس طرح گونجے کہ شکار سمجھے کہ سینکڑوں بھیڑیے اس پر حملہ آور ہیں لیکن نہ وہ یورش کی سمت متعین کر سکے نہ مرکز۔

ناممکن ہے کہ کوئی جانور، خواہ وہ گھوڑا ہو یا گدھا، بکرا ہو یا ہرن، گائے ہو یا گوسفند، ہماری یہ چیخ سن کر لرزہ براندام نہ ہو اور بھاگ جانے کی قوت و قدرت بحال رکھ سکے یا اس کے ہوش و حواس بھی برقرار رہیں۔ اس چیخ سے اس پر سکتہ طاری ہو جاتا ہے اور وہ مدہوش ہو کر بے حس و حرکت کھڑا میرے تیز دانتوں اور جسم شگاف پنجوں کے استقبال لئے تیار ہو جاتا ہے۔

میرا خاکستری بدن صحرا کی وسعت میں بجلی کی سرعت سے لپکتا ہے اور بجلی ہی کی طرح اپنے شکار پر گرتا ہے۔ جو میرے اگلے پنجے کی ایک ہی ضرب سے میرے معدے میں پہنچنے کے قابل ہو جاتا ہے اور پھر جلد ہی اس کے تازہ گوشت کے گرم گرم ٹکڑے جس میں روح ہنوز کلبلا رہی ہوتی ہے، میرے معدے کو لذت و حرارت دینے لگتے ہیں۔

ایک بار میں نے تجربتاً انسان کے ہاتھوں آگ پر پکا ہوا کھانا چکھا۔ بہت بے مزا بلکہ بدمزا تھا، مجھے انسان کے ذوق پر حیرت ہوئی کہ وہ تازہ خوراک پر آگ سے فاسد شدہ کھانے کو ترجیح دیتا ہے۔

میں بھی عجیب ہوں۔ روزے سے ہو کر کھانے کی باتیں کر رہا ہوں۔

پانچ دن ہوئے میں نے نصف مینڈھا کھایا تھا جو بہت فربہ اور لذیذ تھا اور اپنے ریوڑ سے ہٹ کر چر رہا تھا۔

ہم بھیڑیے ہفتے میں ایک بار کھاتے ہیں اور ایک دفعہ سیر ہو کر کھا چکنے کے بعد ہفتے کے باقی ایام میں کچھ نہیں کھاتے اور پورے چھ دن روزہ رہتے ہیں۔ اس دوران میں ہمیں بھوک کا قطعاً کوئی احساس نہیں ہوتا۔ روزے کے اختتام پر

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

ساتویں دن ہم سرِ شام ہی غار کے دروازے پر کھڑے ہو کر ظلمت شب پھیلنے اور اپنے دوست چاند کے طلوع ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔

دیکھا آپ نے، انسان ہم جیسی زاہد مخلوق پر کہ جیسے نہ جنس کی پروا ہے نہ خوراک کی، کیسی کیسی گھناؤنی افتراء کرتا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ اسے کبھی اپنے گریبان میں بھی جھانکنا چاہئے۔

جونہی یہ زردی مائل چمکدار نقری ٹیکہ آسمان میں ظاہر ہوتا ہے۔ ہم نغمہ شام چھیڑ دیتے ہیں، چاند کی روشنی میں ہم چھوٹے سے چھوٹا پہاڑی چوہا تک پوری صفائی سے دیکھ لیتے ہیں، ہمارا نغمہ شام سن کر صحرائی مخلوق خبردار اور محتاط ہو جاتی ہے اور ہمارے رعب و ہیبت سے اپنے مسکن سے دور نہیں جاتی۔

آپ کو کیا پتا ہے کہ چڑھتی چاندنی میں چلاّنے کا کیا مزا ہے؟ تیز چاندنی کی شعاع میرے سفید براق دانتوں سے منعکس ہو کر جب شکار کی آنکھوں میں پڑتی ہے تو اس کی چکا چوند سے اس کی بینائی جواب دے جاتی ہے۔ خوف و دہشت سے اس کا خون خشک اور رعب و ہیبت سے اس کے حواس گم ہو جاتے ہیں اور وہ سہم کر حرکت کی قدرت کھو دیتا ہے۔

پھر میں شعاع کے پیچھے دوڑ پڑتا ہوں اور منہ کو شکار کی سمت اٹھائے ہوا کو سونگھتا ہوا اس کے سر پر جا پہنچتا ہوں۔

میں بیک وقت چالیس سے زیادہ قسم کی بو پہچان سکتا ہوں۔ مثلاً زمین کی بو، سنگریزوں کی بو، گھاس کی بو، جڑی بوٹیوں کی بو، درختوں کی بو، پانی کی بو، انسان کی بو، جانوروں کی بو، پھولوں کی خوشبو......اور بو کی دوسری کئی اقسام میں تمیز کر سکتا ہوں۔

آپ کو کچھ محسوس ہوا......؟

میں اس وقت بھیڑوں کی بو محسوس کر رہا ہوں۔ یہ بڑی کند ذہن مخلوق ہے، اور بیوقوف اتنی ہے کہ اپنی بو بھی نہیں چھپا سکتی۔ نہانے سے تو اسے جیسے

Presented by Ziaraat.Com

نفرت ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ جہاں کہیں بھی ہو، ارد گرد کی ہوا میں اس کی منتشر بو اس کی موجودگی کا پتہ دے دیتی ہے، اور ہم بھیڑیے تو اس بو کے حامل جھونکے کو کسی ضیافت کے دعوت نامے سے کم نہیں سمجھتے۔

میری بیگم بھی باہر آ گئی، اسے بھی یہ بو محسوس ہوئی اور اس نے معنی خیز نگاہوں سے میری طرف دیکھا میں نے اس سے کہا:

''تم بچوں کے پاس رہو۔ میں اکیلا جاتا ہوں''

وہ غار میں واپس چلی گئی اور میں تیزی سے ٹیلے سے اترنے لگا۔ میں کسی شکاری مہم پہ نہ تھا کیونکہ شکار کے لئے ہم ہمیشہ ٹولیوں کی شکل میں نکلتے ہیں۔ شکاری ٹولی میں کم از کم پانچ اور زیادہ سے زیادہ بارہ افراد ہوتے ہیں۔

میرا مقصد صرف یہ جاننا تھا کہ ریوڑ کہاں ہے، اور کتنی بھیڑوں پر مشتمل ہے۔

میں سر اٹھائے بو کا پیچھا کر رہا تھا۔ میں رات کے وقت بُو کے ساتھ اسی سہولت سے چل سکتا ہوں جس طرح دن کے وقت انسان کسی نہر کے ساتھ چلتا ہے۔

جوں جوں بو کا مرکز قریب آ رہا تھا، میری رفتار میں بھی کمی واقع ہو رہی تھی۔ حتیٰ کہ میں اس سے چند قدم کے فاصلے پر پہنچ گیا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ ایک خیمہ ہے جس کے سامنے آگ روشن ہے اور دس آدمی اس کے گرد بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ قریب ہی سینکڑوں بھیڑیں، بکریاں، گوسفند اور گائیں بھی بیٹھی جگالی کر رہی ہیں۔

سردی زیادہ تھی اس لئے میں نے اپنی دم اپنے منہ پر رکھ لی اور سکڑ کر ایک جگہ بیٹھ کر خاموشی سے ان کی باتیں سننے لگا۔

یہ لوگ عمر میں ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ ان میں سے بعض کی داڑھیاں تھیں اور بعض کے سروں پر لمبے بال تھے۔ غالباً وہ آپس میں دوست یا بھائی تھے۔ میں نے ان کے چہروں پر ایک ہی طائرانہ نظر سے جان لیا کہ وہ کسی تدبیر میں مصروف ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

میں ان کی نظروں سے بچتا ہوا ان سے مزید قریب ہو گیا اور ایک جھاڑی کی اوٹ میں ایسی جگہ بیٹھ گیا جہاں سے وہ صاف نظر آ رہے تھے اور کان کھڑے کر کے بڑے غور سے ان کی گفتگو سننے لگا۔

ان میں سے ایک اپنے ساتھیوں سے آگ تاپتے ہوئے بولا: ''یوسف سے چھٹکارا ضروری ہے''......!

سردی کی شدت میں اضافہ ہو گیا اور شمال کی طرف سے آنے والی برفانی ہوا کے جھونکوں سے میں کانپنے لگا۔

میں سردی کا عادی نہ تھا کیونکہ مصر کی معتدل آب و ہوا میں پیدا ہوا اور پلا بڑھا تھا۔ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا جس سے مجھے بہت محبت تھی۔ وہ مجھ سے صرف ایک سال چھوٹا تھا۔ میں اسے کبھی اپنے آپ سے جدا نہیں ہونے دیتا تھا اور خود بھی کبھی اس کے بغیر شکار کو نہیں نکلتا تھا۔ لیکن ایک دن تقدیر الٰہی سے وہ گھر سے ایسا نکلا کہ پھر واپس نہ آیا۔ میں نے سارا مصر چھان مارا اور باغ، کھیتیاں، جنگل، صحرا ایک کر دیئے لیکن اس کا کوئی سراغ نہ ملا۔ اس کی خوشبو سے محروم ہو کر میرا دل ٹوٹ گیا اور میں مصر کو خیر باد کہہ کر وطن سے بے وطن ہو گیا۔

صحرائے غزہ پار کر کے میں اس سرد ملک کنعان (فلسطین) میں آ گیا۔ یہاں کے بھیڑیوں میں جو مجھ سے مختلف جنس کے تھے، میں نے خود کو اجنبی محسوس کیا۔ ان کی کھال کے بال میری کھال کے بالوں سے بہت لمبے تھے۔ لیکن بہر حال وہ بھیڑیے ہی تھے، اس لئے میں ان میں رہنے لگا۔ پھر کچھ مدت کے بعد میں نے ان میں سے ایک مادہ کے ساتھ کہ جس کا سن شادی کی عمر سے کافی تجاوز کر چکا تھا، شادی کر لی۔ اس کے بال میرے ہی بالوں جیسے تھے اور میرے خیال میں جوانی ڈھل جانے کے بعد تک دراز مو بھیڑیوں میں اس کی شادی نہ ہو سکنے کی وجہ اس کی کوتاہ موئی ہی تھی۔

اس شادی پر اُسے بے حد خوشی ہوئی۔ عروسی کے دن اس نے مجھ سے پوچھا۔

Presented by Ziaraat.Com

''تم کہاں کے رہنے والے ہو۔تمہارے بال بہت چھوٹے ہیں جس کی وجہ سے یہاں کے بھیڑیوں کے ساتھ تمہاری مشابہت نہیں ہے۔'' میں جواب دیا۔

''میرا اصلی وطن مصر ہے۔ میں اپنے گمشدہ بھائی کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔ لیکن شاید اب اس سے میری ملاقات قدرت کو منظور نہیں۔ میں اس کے فراق میں بہت غمگین ہوں۔'' وہ بڑی محبت سے بولی۔

''فکر نہ کرو۔ میں انشاءاللہ تمہاری بیوی بھی ہوں گی اور تمہارا بھائی بھی۔''

اس کے ان الفاظ نے مجھے بہت متاثر کیا۔ مجھے بڑی شدت سے اپنا پیارا بھائی یاد آ گیا جس پر میں بہت دردناک انداز میں چیخا۔

اس کے بعد میں ازدواجی زندگی کے جھمیلوں میں پھنس گیا اور وقتی طور پر گمشدہ بھائی کی یاد میرے دل سے محو ہو گئی۔

میری شادی بہار کے موسم میں ہوئی تھی۔

ٹھیک ڈھائی ماہ بعد میری بیوی نے چھ بچوں کو جنم دیا۔ زچگی سے پہلے بہرحال ہم نے آئندہ متوقع خاندان کیلئے مناسب گھر کی فکر کی۔ ہم دونوں نے زمین کھود کر ایک غار بنایا لیکن جلد ہی اسے چھوڑ کر ہم اس نئے غار میں چلے آئے اور اب تک اسی میں رہ رہے ہیں۔ یہ ایک گہرا غار ہے جو صحرا کے وسط میں پتھریلے ٹیلے پر واقع ہے۔

ہمارے بچے جوان ہو گئے اور انکی آنکھوں کی نیلاہٹ زردی مائل خاکستری رنگ میں بدل گئی۔ میں نے انہیں شکار کی تربیت دینا شروع کی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میری بیوی نے شادی سے پہلے کی حرمان نصیبی کی تلافی پے در پے بچے پیدا کر کے کی۔ ابھی ایک جھول کی رضاعت و تربیت سے بمشکل میں فارغ ہوتا کہ پھر حمل وولادت کے چکر میں پڑ جاتا۔

اس طرح میرا خاندان بہت بڑا ہو گیا اور اس کی پرورش کا بار میرے کندھوں کی طاقت سے بہت زیادہ ہو گیا۔ اس وجہ سے مجھے ہر وقت ان کے لئے خوراک کی

Presented by Ziaraat.Com

تلاش میں مصروف رہنا پڑتا تھا۔

انگاروں پر بھونے جانے والے گوشت کی بُو میری ناک میں گھسی جا رہی تھی اور خواہ مخواہ اس فربہ اور مزیدار بھیڑ کی بو میں مخل ہو رہی تھی جو ریوڑ کے وسط میں بیٹھی وقتاً فوقتاً کھانس رہی تھی۔

آگ کے گرد بیٹھے ہوئے افراد باتوں میں مصروف تھے۔ وہ اپنے والد سے کسی "یوسف" کے بارے میں شاکی نظر آتے تھے۔

لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ

"یوسف اور اس کا (ماں جایا) بھائی (بن یامین) ہمارے والد کو ہم سے زیادہ عزیز ہیں حالانکہ ہم طاقتور جماعت ہیں (اور اپنے والد کا مضبوط بازو بن سکتے ہیں) ہمارا والد یقیناً ان کی محبت میں بالکل گمراہ ہو گیا ہے۔" (سورہ یوسف: آیت ۸)

اور اس کا علاج ان کے خیال میں یہ تھا۔

اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ

"یوسف کو قتل کر دو یا اسے کہیں دور نکال دو تا کہ والد کی محبت صرف ہمارے لئے ہو جائے۔ اس کے بعد (توبہ کر کے) نیک وکار بن جانا۔" (سورہ یوسف: آیت ۹)

مجھے اندازہ ہوا کہ وہ یوسف کے قتل کی سازش کر رہے ہیں۔ لیکن اس سے زیادہ دلچسپی مجھے یہ جاننے میں تھی کہ کل یہ لوگ کہاں ہوں گے۔ خوابیدہ ریوڑ کے وسط میں بیدار فربہ بھیڑ بھی ان کے ساتھ ہی ہو گی جس کی بُو میرے روزے پر حملہ آور ہو رہی ہے۔ اتنے میں ان سے ایک بولا:

Presented by Ziaraat.Com

لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ○

''(یوسف سے پیچھا چھڑانے کے لئے) اگر کچھ کرنا ہی چاہتے ہو تو اسے کسی گہرے کنوئیں میں پھینک دو تا کہ وہ کسی قافلے کے ہاتھ لگ جائے۔'' (سورہ یوسف: آیت ۱۰)

ان کی باتوں میں بار بار یوسف کے ذکر سے میں اکتا گیا لیکن ساتھ ہی ساتھ مجھے یہ حیرت بھی تھی کہ آخر وہ اس نام سے اتنا پریشان کیوں ہیں؟ پھر ایک نے اپنے اندیشے کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

''اگر ہمارے والد یعقوبؑ نے ہم سے چھوٹے بھائی یوسف کے بارے میں پوچھا تو کیا جواب دیں گے......؟

یقین کیجئے۔ کہ مجھ پر تو جیسے بجلی گر پڑی یوسف ان کا چھوٹا بھائی ہے؟! یہ کیسے لوگ ہیں جو اپنے چھوٹے بھائی کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں اور اس کے قتل کی تدبیریں کر رہے ہیں؟ میں بھیڑیا ہو کر اپنے چھوٹے بھائی کی فرقت میں اپنا وطن چھوڑ دیا، اور اب اتنا زمانہ گزر جانے کے بعد بھی جب اس کی یاد آتی ہے تو صبر و قرار کھو بیٹھتا ہوں اور دل پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ یہ لوگ صرف اس وجہ سے اس کی جان کے درپے ہیں کہ والد کو اس سے زیادہ محبت ہے۔ مجھے بھی اپنے سب سے چھوٹے بیٹے سے سب سے زیادہ پیار ہے لیکن اس کے دوسرے بھائی اس سے جلتے نہیں اور نہ ازراہ حسد اسے راستے سے ہٹانے کی فکر کرتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ محبت کا اظہار کر کے میرا دل جیتنے کی کوشش کرتے ہیں۔ واہ رے انسان۔ تو تو ہم سے بھی گیا گزرا نکلا......!

اب اس عجیب و غریب گفتگو میں میری دلچسپی بڑھ گئی۔ لیکن اس میں کینہ اور بغض و حسد کی وہ غیر معمولی عفونت تھی کہ جس میں ان کی فربہ بھیڑ کی مزے دار بو بھی

Presented by Ziaraat.Com

ضائع ہو گئی۔ میرے دل میں اپنے پیارے گمشدہ بھائی کی فرقت کی دبی ہوئی آگ بھڑک اٹھی اور اس کی جدائی کے زخم جو ہنوز مندمل نہیں ہوئے تھے، اس ظالم گفتگو نے بڑی بے دردی سے چھیل ڈالے۔ میں نے اپنی کھلی آنکھوں سے شیطان کو ان کا ہمنشین دیکھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ بھی اسے دیکھ رہے تھے یا نہیں۔ یا اس کی موجودگی سے خبردار تھے یا غافل۔! ان سے میری کراہت اپنے عروج کو پہنچ گئی۔ مجھے ان کے ریوڑ کی فربہ بھیڑ بلکہ ہر بھیڑ کی بو اور گوشت سے نفرت ہو گئی اور میں نے وہاں سے اٹھ جانے کا فیصلہ کر لیا۔

میں جانے کے لئے گھوم ہی رہا تھا کہ ایک بار پھر ان کی گفتگو نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کر لی۔ یہ گفتگو اگرچہ بدستور متعفن تھی لیکن اس کا یہ تعفن میرے لئے فربہ بھیڑوں کے ایک پورے ریوڑ کی بو سے زیادہ پرکشش تھا۔ ان میں سے ایک کہہ رہا تھا۔

"اپنے والد سے کہہ دیں گے کہ یوسف کہیں کھو گیا"۔

دوسرا بولا: "یہ تو کھلی جہالت ہے۔ جب وہ لازمی طور پر ہمارے ساتھ تھا تو ہم سے کھو کیسے گیا؟"

تیسرا بولا: "کہیں گے کہ اسے بھیڑیا کھا گیا۔"

اپنے ذکر پر میرے کان کھڑے ہو گئے۔ اس تجویز پر تھوڑی سی لے دے ہوئی لیکن بالآخر سب نے اسے کامیاب قرار دے دیا۔ اور باتفاق آراء فیصلہ ہو گیا کہ والد سے کہا جائے گا کہ:

"یوسف کو ہماری بے خبری میں بھیڑیا کھا گیا۔"

لیکن ایک نے پھر اندیشہ ظاہر کرتے ہوئے کہا: "یعقوبؑ کسی بھی قیمت پہ یوسف کو ہمارے ساتھ نہیں بھیجیں گے۔ انہیں اس سے بہت محبت ہے اور اس کی جدائی کسی بھی صورت انہیں گوارا نہیں۔" دوسروں نے جواب دیا۔

ہم انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کریں گے۔ ہم کہیں گے کہ وہ بچہ کھیل کود کو

Presented by Ziaraat.Com

ترس گیا ہے اس کا چہرہ کھلی ہوا اور دھوپ سے محروم رہنے کی وجہ سے پیلا پڑ گیا ہے۔
اسے ہمارے ساتھ ہوا خوری کے لئے جانے دیجئے۔

اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ○

''اسے کل ہمارے ساتھ بھیجیں تا کہ وہ خوب کھائے پیئے اور جنگل کی آزاد فضا اور تازہ ہوا میں جی بھر کر کھیلے کودے۔ ہم اس کی ہر طرح سے حفاظت کریں گے۔'' (سورہ یوسف: آیت ۱۲)

یوسف کے بارے میں یہ گفتگو آگ کے گرد گھومتی رہی اور میری حیرت اور حواس باختگی میں لحظہ بہ لحظہ اضافہ ہوتا رہا۔

وہ اگر چہ دو فریق تھے، ایک یوسف کے قتل پر مصر تھا اور دوسرا انہیں کسی گہرے کنوئیں میں پھینک دینے کے حق میں تھا اور اگر چہ تجویز فریق دوم ہی کی غالب رہی لیکن اس ایک امر میں دونوں ہی فریق متفق اور یک زبان تھے کہ یوسف کو غائب کرنے کی تہمت بھیڑیے ہی کے سر تھوپی جائے۔ پھر وہ تہمت زنی کی تفصیلات پر بحث کرنے لگے کہ اس کی کیفیت اور طریقہ کیا ہو؟ اپنے والد سے اس کے بارے میں کیا کہا جائے؟ اور بھیڑیے کے حملے کی کیفیت اور اس کا ثبوت ان کے سامنے کیسے پیش کیا جائے؟

یعقوبؑ کو اس واردات کا یقین دلانے کیلئے ایک نے تجویز پیش کی کہ یوسفؑ کی قمیض اتار کر اسے بھیڑ کے خون سے آلودہ کر کے انکے سامنے پیش کیا جائے۔

اس گفتگو سے مجھ پر روشن ہوا کہ انسان نام کی یہ مخلوق کس طرح دوسری زمینی مخلوقات پر اپنی سیادت مسلط کرنے میں کامیاب ہوئی۔ بھیڑیوں کا عدد کیوں روز بروز کم ہو رہا ہے جبکہ خود انسان کی تعداد روز افزوں ہے۔!

میں یہ بھی خوب سمجھ گیا کہ بھیڑیوں کے دانت اور پنجے تو تبسم پوش کچلیوں اور پنجوں کے مقابلے میں سوکھی گھاس سے بھی زیادہ ناکارہ ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

اب وہ کھانا کھانے لگے اور اس دوران ان کی گفتگو بھی جاری رہی۔

سب سے بڑی عمر والا بولا: فرض کرو ہمارے والد بھیڑیے کے قصے کو تسلیم نہیں کرتے!

سب سے بڑی عمر والا بولا: ہم ایک بھیڑیا پکڑ لیں گے اور اس کے منہ اور پنجوں پر اسی بھیڑ کا خون مل دیں گے جس کے خون میں یوسف کا قمیض آلودہ کیا جائیگا اس بھیڑیے کو لے کر ہم والد کی خدمت میں پہنچیں گے اور عرض کریں گے۔

"یہ ہے وہ مجرم بھیڑیا جس نے یوسف کو اپنی وحشیت کا نشانہ بنایا اور یہ یوسف کا خون ہے جو اس کے منہ اور پنجوں کا لگا ہوا ہے۔ اسی میں یوسف کا قمیض بھی لتھڑا ہوا ہے۔"

میں فرط غضب سے کانپ اٹھا اور سوچنے لگا کہ یہ مخلوق افترا پردازی میں کتنی جری ہے؟۔

چھوٹی بھیڑ خوابیدہ ریوڑ کے درمیان کسمسانے لگی لیکن میرا دل اس سے متنفر ہو چکا تھا۔ میں نے بیک بینی و دو گوش وہاں سے سلامتی کے ساتھ ٹل جانا ہی مناسب سمجھا۔

کتا اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے قریب آ بیٹھا کہ شاید اسے بھی گوشت کا ٹکڑا یا ہڈی مل جائے۔ کتے ہماری طرح کچا تازہ گوشت کھانا پسند نہیں کرتے۔

مجھے ایسا لگا جیسے کتے نے میری بُو پالی ہو۔ وہ غرانے اور بھونکنے لگا اور اس کے بال کسی متوقع مقابلے کی تیاری میں کھڑے ہو گئے۔

لیکن میری نفسیاتی کیفیت نے مجھے اس کے ساتھ الجھنے کی اجازت نہ دی۔

دراصل ان لوگوں کی باتوں نے میرے باطن کو بُری طرح جھنجوڑ کے رکھ دیا تھا۔ مجھے ان سے اتنی گھن آنے لگی تھی کہ میں نے ان کے کتے سے بھی منہ لگانا جائز نہ سمجھا اور ہر ممکن تیزی سے اس مقام سے دور ہو جانے ہی میں عافیت دیکھی۔

میں وہاں سے چیختا چلاتا چل دیا...... رات کے سناٹے میں میری سماعت شگاف غضبناک چیخیں وسعت صحرا میں اپنی صدائے بازگشت کے ساتھ متصل ہو کر

Presented by Ziaraat.Com

صُور قیامت کا سماں پیش کر رہی تھیں۔ میں ایسے بھیڑیے کی طرح بھاگ رہا تھا جس کے تعاقب میں پوری نوع بشر لگی ہو۔

جلد ہی میں اپنے غار میں پہنچ گیا۔ میری بیوی فوراً ہی بیدار ہو گئی۔ اس کی نیند بہت ہلکی ہے۔ وہ مجھ سے سرگوشی میں پوچھنے لگی۔

''خیر تو ہے تمہارا چہرہ متغیر اور رنگ اڑا ہوا ہے؟''

میں پھولی ہوئی سانس کے ساتھ جواب دیا۔

''لعنت بھیجو''......وہ بولی:

''شاید تمہیں بھیڑوں کی بو کو سمجھنے میں غلطی ہوئی۔'' میں نے پھر کہا:

''لعنت بھیجو''۔ وہ بولی۔

''میں نے تمہیں کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا۔ بتاؤ تو...... ہوا کیا ہے؟ کیا تمہیں کسی نے پکڑنے کی کوشش کی ہے؟'' میں نے جواب دیا۔

''اس سے بھی ملعون تر واقعہ پیش آیا ہے۔'' اس نے کہا۔

''تمہارے پکڑے جانے سے بھی ملعون تر کوئی چیز ہے؟'' میں بولا:

''ہاں ضرور ہے۔ لیکن اب تم خاموش ہو جاؤ، اور مجھے سوچنے دو'' میری بیوی خوب جانتی ہے کہ میرا سب سے چھوٹا بیٹا میری سب سے بڑی کمزوری ہے۔ وہ میرے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے ارادے سے بولی:

''تمہارا سب سے چھوٹا لاڈلا تمہارے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا تمہارا باپ تمہارے لئے کچھ لینے گیا ہے۔''

جونہی اس نے اس کا ذکر کیا میرے دل میں اسے بیدار کرنے اور اس کے ساتھ کھیلنے کی آرزو مچلنے لگی۔ میں اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ اپنی ٹانگیں اوپر کی طرف اٹھائے پشت کے بل گہری نیند سویا ہوا ہے۔

میں نے گردن لمبی کر کے اپنا منہ اس کے پیٹ پر رکھا اور اس کے نازک

Presented by Ziaraat.Com

کھال میں اپنے دانتوں سے چٹکی لی۔ وہ ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے چاروں پنجوں سے میرا منہ پکڑ کر مجھے پیار سے کاٹنے لگا۔

ہم دونوں باپ بیٹا زمین پر لوٹنے لگے۔ تھوڑی دیر میں اسکے بھائی بھی جاگ اٹھے۔ مجھے محسوس ہوا کہ مجھے اپنی محبت سب میں برابر تقسیم کرنی چاہیے، اور میں سب کے ساتھ مساوی پیار کے ساتھ کھیلنے لگا۔

ہم کافی دیر تک آپس میں کھیلتے رہے۔ حتیٰ کہ میری بیوی نے حکم صادر کیا۔

''اچھا بچو اب سونے کا وقت ہو گیا۔''

میں نے فوراً انہیں چھوڑ دیا اور وہ اپنی ماں کی گرم آغوش میں لپٹ کر سو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ اٹھ کر غار کے دروازے پر جا کھڑی ہوئی۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہ میرے ساتھ تخلیہ چاہتی ہے۔ لہٰذا میں بھی اٹھ کر اسکے پاس چلا گیا۔ اس نے نرم لہجے میں مجھ سے پوچھا ''تم نے اپنے کل کے سفر کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟''

میرے جذبات کا ہیجان اب ختم ہو چکا تھا۔ میں بولا:

بڑا منحوس سفر تھا۔ کاش میں اس پر نہ نکلا ہوتا۔ اس نے حیرت سے پوچھا۔

''وہ کیسے؟ کیوں نہ نکلے ہوتے؟'' میں نے جواب دیا۔

''میں انکی تلاش میں نکلا تھا لیکن انہیں اپنی تلاش میں پایا'' وہ پریشان ہو کر بولی:

''تمہاری تلاش میں؟!'' میں نے کہا:

''ہاں میری ہی تلاش میں۔''......اس نے پوچھا:

''لیکن انہیں تمہاری تلاش کیوں تھی؟'' میں نے جواب دیا:

''کیونکہ میں نے یوسف کو کھایا تھا۔'' اس نے حیرت سے پوچھا:

''یہ یوسف کون ہے؟'' میں اسے بتایا:

''وہ ایک انسان ہے جسے میں نے دیکھا تک نہیں۔ اس کے بھائیوں نے سازش کی ہے کہ اسے کنوئیں میں پھینک کر مجھ پر اسے کھا جانے کی تہمت لگا

Presented by Ziaraat.Com

دیں۔'' اس نے میری بریئت ثابت کرتے ہوئے کہا:

''لیکن تم نے کب کبھی انسان کا گوشت کھایا ہے جو تم پر ایسی تہمت دھریں گے تم سے ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''غلط فہمی کوئی نہیں ہوئی۔ میں نے بہت قریب سے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا ہے۔ اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ یوسف ان کا بھائی ہے۔'' میری بیوی بولی۔

''یقیناً بڑی عجیب بات ہے۔ اتنی عجیب بات کہ اگر میں تمہاری طبیعت سے پوری طرح واقف نہ ہوتی تو ضرور شک کرتی کہ کہیں تم جانفل دانہ کھا کر عقل و ہوش تو نہیں کھو چکے ہو؟'' میں نے جواب دیا۔

آواز گرگ راحت و فرحت کی ہے نوید
یہ آدمی ہے نطق میں جس کے عذاب ہے

میری بیوی بولی: یہ تو شعر ہے، ''مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم شاعر بھی ہو''۔

میں نے کہا: ''یہ میرے فرقت زدہ دل کی صدا ہے۔ جب اس میں جدائی کی آگ مشتعل ہوئی ہے تو زبان شعلہ نوائی کرنے لگتی ہے۔''

وہ بولی: ''تمہیں خوبیاں تو قدرت نے بہت دی ہیں کاش تقدیر بھی تمہاری اچھی ہوتی۔''!

''میری عقل قائم اور میرے ہوش و حواس بجا ہیں لیکن یہ سب کچھ دیکھ کر مجھے اپنے گمشدہ بھائی کی یاد بہت ستانے لگی ہے۔ اسکی جدائی میں میرا کلیجہ جل رہا ہے۔

پھر چند لمحے خاموش رہ کر میں نے کہا:

میں کہا: ''تقدیر تو انسانوں کی ہوتی ہے۔ کل کو دیکھ لینا وہ کہیں گے کہ یہ شعر بھی کسی انسان شاعر کا ہے''۔

○..... ترجمے کی دیانت کے پیش نظر ان سطور کو لکھنا پڑا۔ صاحب کتاب کا ان سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ قاری محترم اگر چاہیں تو چوکور کے اندر کی عبارت نظر انداز کر سکتے ہیں۔ (مترجم)

Presented by Ziaraat.Com

''خدا کا ہزار شکر کہ اس نے ہمیں بھیڑیا بنایا۔'' پھر میں نے پوچھا۔ بچوں نے کھانا کھالیا ہے؟ وہ بولی''

''ہاں۔ان کی فکر نہ کرو۔''

میں سر جھکا کر اپنے بھائی کی یاد میں کھو گیا۔

میری بیوی نے اپنا چہرہ میری گردن پر رکھ دیا اور مجھے چومنے لگی۔ پھر محبت بھرے انداز میں بولی۔

''کاش تمہارے بھائی کے بدلے میں کھو گئی ہوتی۔''

میں نے جواب دیا: میرے غم کا زخم بہت گہرا ہے۔ اسے نہ ہی چھیڑو۔

وہ بولی: کاش میں اس کا فدیہ ہو جاتی۔ کاش میں تمہارے غم کے ایک لمحے پر قربان ہو جاتی۔!

میں نے اسے چومتے ہوئے کہا: ایسا نہ کہو۔ مجھے دکھ ہوتا ہے۔

اس نے ایک بوسے کے ذریعے میرے حکم کی تعمیل کی۔ چودھویں کا چاند آسمان کے عین وسط میں تھا۔ دنیا دکھ، درد، اور کاروبار حیات سے آزاد ہو کر محو خواب تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پوری کائنات میں صرف ہم دو بیدار ہیں۔

میں نے بھی اپنا دکھ اس کی محبت بھری آغوش میں ڈبو کر رات گزار دی۔

چند روز میں میری زندگی معمول پہ آ گئی اور میری روزمرہ کی سرگرمیاں لوٹ آئیں۔

ہم دن کا بیشتر حصہ سوتے، عصر کے وقت بیدار ہوتے، میری بیوی اپنے شیر خواروں کو دودھ پلاتی، ذرا بڑا ہو جانے پر انہیں اپنے معدے میں سے نیم ہضم شدہ گوشت کھلاتی، ذرا اور بڑا ہونے پر وہ شکار کی تربیت حاصل کرنے اور اس فن کے اسرار سیکھنے کیلئے ہمارے ساتھ باہر نکلتے، پھر جب وہ جوان ہو جاتے تو بھیڑیوں کی ٹولیوں کے ساتھ شکاری مہم پر جاتے اور پوری طرح

Presented by Ziaraat.Com

بالغ بھیڑیا بن جانے پر وہ عائلی زندگی اور بیوی بچوں کی دیکھ بھال کی طرف متوجہ ہو جاتے۔

اس کے بعد چھوٹے چھوٹے خاندانوں پر مشتمل یہ کنبہ جماعت کی شکل میں شکار پر نکلتا۔

پروگرام کے مطابق شکاری مہم پر نکلنے کا وقت آن پہنچا۔ شکاری ٹیم کو میرے غار کے دروازے سے روانہ ہونا تھا۔ بھیڑیوں کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں آنا شروع ہو گئیں اور ہم نے اپنے تہذیبی دستور کے مطابق دم ہلا کر اور اسے بلند کر کے ایک دوسرے کو مرحبا کہا۔ ہم دس جوان بھیڑیے تھے جنکے ساتھ دو بچے پہلی بار شکار پر جا رہے تھے۔

میں دونوں چھوٹے بھیڑیوں کی پوری مستعدی سے نگرانی کر رہا تھا۔ وہ دونوں بڑے جوش وخروش میں تھے اور ہر طرف دوڑتے اور اچھلتے کودتے پھر رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر مجھے اپنا بچپن یاد آ گیا۔ میں بھی انہیں کی طرح اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ مصر کے پہاڑوں اور صحراؤں میں کھیلتا کودتا پھرتا تھا۔

بھیڑیے کے حافظے سے زندگی کا ہر واقعہ محو ہو جاتا ہے لیکن پہلی دفعہ شکار پر نکلنے کی اُمنگوں بھری لذت ہمیشہ اس میں زندہ رہتی ہے۔ بھیڑیا جب پہلی بار شکار پر نکلتے وقت یورش والی چیخ سیکھتا ہے تو اس کا ہیجان اور ذوق وسرور ساری عمر اسے نہیں بھولتا۔

مجھے خوب یاد ہے کہ جب میں پہلی بار اپنے چھوٹے بھائی کے ساتھ شکار کو نکلا تھا تو اس نے مجھ سے سرگوشی میں کہا:

''مجھے کچھ ڈر لگ رہا ہے''۔ میں نے جواب دیا:

''کیوں؟ ڈرنے کی کیا وجہ ہے؟ کیا تم کہتے ہو کہ شکار سے ڈرتے ہو؟'' اس

Presented by Ziaraat.Com

پر وہ قہقہہ مار کر مجھ پر جھپٹا اور اپنے دانت میری گردن پر ٹکا کر کہنے لگا۔

''بتاؤں تمہیں کہ مجھے کتنا ڈر لگ رہا ہے؟''

پھر ہم دونوں بہت ہنسے اور کتنی ہی دیر دونوں چھوٹے بھیڑیوں کی طرح ایک دوسرے پر جھپٹتے رہے.....آہ، وہ دن مجھے کبھی نہیں بھولتا۔

جب سب اکٹھے ہو گئے تو ہم نے جلدی جلدی پروگرام مرتب کیا۔ شکار پر روانہ ہونے سے پہلے ہم شکار کی متوقع جگہوں کا تعین کرتے ہیں اور پھر ان میں سے چند زیادہ سے زیادہ مشکل اور ہمت طلب مقامات منتخب کر کے اس کی طرف چل دیتے ہیں۔

ہم میں سے ایک نے کہا:

''وہاں افق کے پاس کچھ گوسفند چر رہے ہیں۔'' دوسرے نے کہا:

''میں نے بڑے بڑے اور فربہ چوہوں کی ایک بستی دریافت کی ہے۔ وہاں کوئی نگہبان موجود نہیں۔

تیسرا بولا:

''ادھر مغرب میں ایک شخص کے پاس چھ گھوڑے ہیں جن کی حفاظت صرف دو کتے کرتے ہیں۔''

میں نے سب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا:

''ادھر شمال میں ایک خیمہ ہے جس میں دس چرواہوں کا ٹھکانا ہے۔ ان کے ساتھ بھیڑوں، بکریوں، دنبوں اور گائیوں کا ایک بڑا ریوڑ ہے جس کی حفاظت پر چھے کتے مامور ہیں اور خود چرواہے بھی خوب مسلح ہیں۔''

میرا دیا ہوا ہدف مشکل ترین تھا اس لئے سب اس پر متفق ہو گئے۔

ہم نے آدھی رات کے وقت حملے کا فیصلہ کیا۔

شام ہوتے ہی ہم شمال کی طرف چل دیئے۔ جماعت کی قیادت میں کر رہا

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

تھااور میری بیوی میرے پہلو بہ پہلو چل رہی تھی۔ہم ایک لمبی قطار میں روانہ ہوئے جس کے آخر میں دو چھوٹے بھیڑیے اچھل کود رہے تھے۔

زرد رنگ کی زمین پیچھے رہ گئی۔ہم اب سبزہ زاروں میں چل رہے تھے جن پر رات کے لمبے سایے اتر رہے تھے۔پھر خاکستری رنگ کی پہاڑی سرزمین آگئی اور اس کے بعد ہم سیاہی مائل سنگلاخ علاقے میں داخل ہوئے جہاں قریب ہی سے یوسف کے بھائیوں کی بو آرہی تھی۔

میں بھاگتے ہوئے اچانک رک گیا۔میرے ساتھیوں نے بھی رک کر کان کھڑے کر لئے۔

میری بیوی نے مجھ سے سرگوشی کی:

''ٹھہر کیوں گئے؟''میں نے سرگوشی ہی میں جواب دیا:

''کچھ نحوست کا احساس ہو رہا ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج کے بعد میں تم سے کبھی نہیں مل سکوں گا۔''

اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ چمک اٹھی جو یقیناً ہمت افزائی کی تھی۔ میں ایک بار پھر پوری قوت سے سوئے منزل روانہ ہو گیا۔

خیمے سے قریب پہنچ کر ہم نے رفتار میں بہت کمی کر دی اور پوری احتیاط سے آگے بڑھنے لگے۔

دس کے دس بھائی خیمے سے باہر گہری نیند سو رہے تھے لیکن کتے وہاں موجود نہ تھے۔مجھے یہ بات تعجب خیز لگی کہ اتنے بڑے ریوڑ کو انہوں نے بلا محافظ چھوڑ رکھا ہے اور میرے دل میں شکوک پیدا ہونے لگے۔

میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

''خوب سن لو اور خبردار ہو جاؤ۔میرا خیال ہے کہ یہ بظاہر خوابیدہ لوگ پوری طرح بیدار اور خبردار ہیں۔''

www.ziaraat.com
Saqeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

میری بیوی بولی:

''میرے حبیب آج تمہیں اوھام بہت ستا رہے ہیں۔''

میں نے کہا:

''احتیاط میں کوئی حرج نہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہاں کہیں پھندا لگا ہوا ہے۔''

دونوں چھوٹے بھیڑیے کچھ زیادہ ہی جوش میں تھے۔ وہ حدِ احتیاط سے متجاوز ہوکر ریوڑ سے بہت قریب چلے گئے۔ سب جانور ڈر کے مارے بھاگ اٹھے اور فرطِ اضطراب سے ڈکارنے اور اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔

میں نے بھاگ کر دونوں کے پاس جانا چاہا اور احتیاط ملحوظ نہ رکھ سکا۔ دوسروں کو تو احتیاط کی تاکید کرتا تھا لیکن خود احتیاط بھول گیا، اور چکر لگا کر ان کے پاس پہنچنے کی بجائے سیدھا ہی ان کی طرف بھاگا، اور پھر، جیسا مجھے اندیشہ تھا، چند ہی قدم چلنے کے بعد میرے دونوں پچھلے پیر ایک مضبوط پھندے میں پھنس گئے۔

میں نے بڑے زور سے ایک مضطرب لمبی چیخ لگائی اور میرے منہ سے نکلنے والی فریاد کی چنگاریوں سے دوسرے بھیڑیوں کے منہ بھی بھر گئے جس کے نتیجے میں فضا کا وسیع و عریض سینہ خوفناک چیخوں سے پھٹ گیا۔

اس کے بعد جو کچھ ہونا تھا جلدی سے ہوگیا۔ سارے بھائی اپنے اونی کمبلوں سے کود کر باہر آگئے اور میرے ساتھی بھیڑیوں کو انہوں نے تیروں کی زد پر رکھ لیا جس کی وجہ سے وہ چیختے چلاتے وہاں سے پیچھے ہٹ گئے۔

پھر وہ دس آدمی لاٹھیاں اور رسیاں لے کر میری طرف آئے اور مجھ پر بے تحاشا لاٹھیاں برسانے لگے۔ جب میں نیم جان ہوگیا تو انہوں نے بڑی سختی سے مجھے رسیوں سے جکڑ دیا۔

عین اس وقت میرے ذہن میں میرے گمشدہ بھائی کی صورت پھرنے لگی اور کچھ کچھ معلوم ہونے لگا کہ وہ کیسے گم ہوا۔ میں نے دل ہی دل میں اسے

Presented by Ziaraat.Com

مخاطب کر کے کہا:

''پیارے بھائی۔ میں بھی تیری ہی سرنوشت سے دوچار ہو رہا ہوں۔''

پھر میں نے ایک ضعیف چیخ کے ذریعے اپنے اہل وعیال کو مجھے تقدیر کے حوالے کر کے وہاں سے دور ہٹ جانے کی ہدایت کی۔

مجھے اپنی پیاری بیوی کی دلخراش چیخ سنائی دی اس میں یہ پیغام تھا کہ جو کچھ بھی ہو سو ہو، وہ میری مدد کو آ رہی ہے۔ میں نے جوابی چیخ سے اسے تاکید کی کہ بچوں کی حفاظت کے لئے واپس چلی جائے۔ بالخصوص اپنے سب سے چھوٹے بیٹے کی دیکھ بھال کی میں نے اسے پرزور تاکید کی۔

چند ہی لمحوں میں یہ آوازیں صدا بصحر ابن کر فضا کی وسعتوں میں کھو گئیں اور ماحول پر ایک پُر اسرار اور سوگوار خاموشی چھا گئی۔ ہوا کی خاموش سنسناہٹ میں میرے تنفس کی سرگوشی اجنبی لہروں کا اضافہ کر رہی تھی۔

میں نے سر اٹھا کر اپنے آقاؤں کے چہروں کا جائزہ لیا۔ وہ بلاشک وشبہ یوسف کے بھائی تھے۔ جب انہیں میری دفاعی جدوجہد کے مکمل انقطاع کا یقین ہو گیا، تو انہوں نے میرے پیر درخت کی ایک مضبوط شاخ سے باندھ دیئے اور مجھے اٹھا کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے...... اپنی سرنوش کے بارے میں سوچتا رہا۔

ان میں سے ایک مسرت واطمینان کے ساتھ بولا:

''اب والد سے جا کر کہیں گے کہ یہ رہا آپکے پیارے بیٹے کے قتل کا مجرم۔''

اور وہ سب کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔

اس پر میرے منہ سے شکایت اور فریاد سے بوجھل ایک آہ نکل گئی جس پر وہ پھر ہنس دیے اور کہنے لگے۔

''معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھیڑیا ہماری باتیں سمجھتا ہے''۔ پھر وہ اچانک رک گئے اور کہنے لگے۔

Presented by Ziaraat.Com

"لیکن والد کو کیسے یقین دلا ئیں گے کہ یہی بھیڑیا یوسف کا قاتل ہے۔"

پھر مختصر مشورے کے بعد انہوں نے ایک بھیڑ ذبح کی اور اس کا خون میرے منہ اور پنجوں پر مل دیا۔ میرا منہ پہلے ہی سے زخمی تھا۔ خون کے اضافے نے اس ستم ظریفی میں حقیقت کا رنگ بھر دیا۔

کافی دور تک چلنے کے بعد ہم ایک چھوٹی سی بستی کے قریب پہنچے جس کے گرد بھوری ریت کے قطعے اور گندم کے کھیت تھے۔ ہم دریائے اردن کے کنارے کنارے جا رہے تھے۔ مجھ پر پیاس کا بڑا غلبہ تھا لیکن میں بہتے ہوئے صاف و شیریں پانی کی ٹھنڈی خوشبو سے صرف اپنی شامہ ہی کی ضیافت کر سکتا تھا جو میرے حلق کی خشکی پر محرومی کی حسرت کا بھی اضافہ کر رہی تھی۔ ہم گاؤں میں داخل ہوئے جس کے تقریباً ہر گھر میں چراغوں کی تیز روشنی تھی۔ میں نے ہوا کی خوشبو سے اندازہ لگایا کہ یہ چراغ روغن زیتون سے روشن تھے۔ اب ہم کشادہ راستہ چھوڑ کر گلیوں میں داخل ہوئے۔ گاؤں کی فضا میں پکتے ہوئے کھانوں کی مہک تھی جو میرے احساس محرومی کو ناقابل برداشت شدت دے رہی تھی۔

ہم ایک سفید مکان کے قریب پہنچے جس کے گرد باغیچہ تھا۔ انہوں نے کسی کو پکارا۔ میں راستے کو اچھی طرح ذہن نشین کر رہا تھا۔ کیونکہ کون جانتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ اس کی ضرورت پڑ جائے۔

انہوں نے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ تین عورتوں نے اسے کھولا لیکن جونہی ان کی نظر مجھ پر پڑی وہ خوفزدہ ہو کر اندر کو بھاگیں۔ ہم گھر میں داخل ہوئے۔

یہاں میرا دل امن و سلامتی کے ایک عجیب اور پراسرار احساس سے بھر گیا۔ میں سوچنے لگا یہ گھر کس کا ہو سکتا ہے۔؟

مجھے انہوں نے ایک سفید ریش نورانی اور پر جلال چہرے والے بزرگ کے سامنے زمین پر پٹخ دیا۔ سخت زمین پر گرنے سے میری ہڈیاں چٹخ گئیں اور میں بُری

Presented by Ziaraat.Com

طرح کراہ اٹھا۔

ان میں سے سب سے بڑا بولا:

''یہ ہے وہ بھیڑیا جو روزانہ ہماری بھیڑوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔آج آخرکار ہم نے بھی اسے شکار کر ہی لیا۔

''پرسوں اس نے ہمارے بھائی یوسف کو کھالیا تھا اور آج حسب عادت ہماری بھیڑوں پر نازل ہوگیا۔''

ایک نسوانی آواز بولی۔

''ذرا اس کے منہ اور پنجوں کو تو دیکھو کس طرح خون میں لتھڑے ہوئے ہیں۔یہ جو اسکے جبڑوں کے کناروں پر جما ہوا خشک خون ہے یقیناً ہمارے یوسف کا ہے۔ اسے ہوش میں آنے سے پہلے ہی مار ڈالو تاکہ ہوش میں آکر مزید نقصان نہ پہنچائے۔''

ادھر میں اس مرد جلیل کی دونوں آنکھوں اور چہرے کی نورانیت میں کھویا ہوا بے ساختہ ''سبحان اللہ'' کا ورد کر رہا تھا......تو یہ ہیں انکے عظیم وکریم والد ''یعقوب''! میرے دل نے گواہی دی کہ یقیناً یہ یعقوبؑ نبی ہی ہیں۔اس زمانے کے نبی مرسلؑ!

یعقوبؑ نے فرمایا۔

''اس حیوان کو میرے پاس چھوڑ دو اور یہاں سے چلے جاؤ''۔

میرا دل ان کے ان الفاظ سے سکون واطمینان سے لبریز ہوگیا۔

لیکن جاتے جاتے ان میں سے ایک نے اپنے والد کو خبردار کرتے ہوئے کہا:

''ابا جان۔احتیاط کیجئے، یہ محسن کش بھیڑیا ہے۔''

کمرے میں صرف یعقوبؑ اور میں رہ گئے۔وہ مجھ سے قریب ہوئے اور میرے بندھن کھولنے لگے اور آخرکار مجھے انہوں نے آزاد کردیا۔میں انکے سامنے پورے ادب واحترام سے استادہ ہوکر جھک گیا اور تشکر وامتنان سے دُم ہلانے لگا۔

انہوں نے ایک خون آلود قمیض نکالی اور بولے:

''اے بھیڑیے۔ یہ یوسف کی قمیض ہے۔''

پھر انہوں نے وہ قمیض میری طرف پھینک کر گلوگیر آواز میں کہا:

''مجھے بتایا ہے کہ یوسف کو تم نے کھایا ہے اور بطور شہادت یہ قمیض پیش کی گئی۔''

میں نے قمیض کو سونگھا اور اس کے کپڑے کی بافت کا بغور ملاحظہ کر کے مطمئن ہوا کہ اس کے کسی ریشے تک کو خراش نہیں آئی۔ اور پھر ان کے پرنور چہرے کی طرف متوجہ ہو کر زبان حال سے یوں گویا ہوا:

''اے نبیؑ محترم۔ میری قوم آپ کے بیٹے کے مقدس خون سے بری ہے۔'' وہ بولے۔

''تم ٹھیک کہتے ہو۔'' یہ واقعی ناممکن ہے کہ یوسف کے بدن کو تو بھیڑیا اپنے پنجوں اور دانتوں سے نوچ ڈالے لیکن اس کی قمیض بالکل صحیح و سالم رہے۔ دراصل یہ خطاء میری ہی تھی کہ میں نے یوسفؑ کے بارے میں ان کی باتوں کا اعتبار کر لیا۔ جب انہوں نے یوسفؑ کو اپنے ساتھ لے جانا چاہا تو میں نے کہا تھا۔

وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ○

''مجھے ڈر کہ کہیں تمہاری بے خبری میں اسے بھیڑیا نہ کھا جائے۔'' (سورہ یوسف: آیت ۱۳)

''اس طرح دراصل میں نے بھیڑیے کی طاقت کو اللہ تعالیٰ کی قدرت حفظ و نگہداشت پر مقدم کیا۔''

پھر جب انہوں نے جواب میں کہا تھا:

قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ○

''اگر ہمارے ہوتے ہوئے بھی کہ ایک قوی جماعت ہیں، اگر اسے بھیڑیا کھا گیا تو پھر تو ہم یقیناً گھاٹے میں رہنے والے ہیں۔'' (سورہ یوسف: آیت ۱۴)

Presented by Ziaraat.Com

تو میں نے ایک بار پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت وقوت کے مقابلے میں ان کی جماعتی قوت کو بڑا سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی امان کی بجائے ان کی حفاظت میں دے دیا۔

''اور اس کے نتیجے میں جو مصیبت مجھ پر نازل ہوئی، تم دیکھ ہی رہے ہو۔ یوسف کو میں نے کھو دیا اور تم بے گناہ ظلم وستم کا نشانہ بنے۔''

لیکن ان کی باتوں کے دوران میں صرف ان کے روشن چہرے ہی کو تکتا رہا۔ میری سمجھ میں ان کا ایک لفظ بھی نہیں آیا، میں نے زبان بے زبانی سے پھر عرض کیا۔

''اے اللہ کے نبیؑ۔ یہ بہت اونچی باتیں ہیں جو میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔''

یعقوبؑ نے فرمایا۔

''مجھ سے قریب ہو جاؤ۔''

میں تعمیل حکم میں ان سے اتنا قریب ہو گیا کہ میرا جسم ان کے مقدس رخسار سے مس گیا۔ ہم دونوں دل کھول کر روئے۔

پھر انہوں نے اپنا دست مبارک میرے سر پر پھیرا جس سے میرے سب زخم فی الفور مندمل ہو گئے۔

پھر انہوں نے بڑے غمگین لہجے میں مجھ سے پوچھا۔

''تمہیں کچھ معلوم ہے کہ وہ یوسفؑ کو کہاں لے گئے تھے۔؟ اور تم ان کے ہاتھ کیسے لگے۔؟'' میں نے عرض کیا:

''مجھے کچھ نہیں معلوم کہ وہ انہیں کہاں لے گئے تھے یا ان کے ساتھ انہوں نے کیا سلوک کیا۔ میں نے صرف ان کی گفتگو سنی تھی جس سے مجھے ان کے دو تین متبادل ارادوں کا اندازہ ہوا۔

ان کی پہلی رائے تھی کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ دوسری رائے یہ تھی انہیں کہیں دور نکال دیا جائے اور تیسری رائے یہ تھی کہ انہیں کسی گہرے کنوئیں میں پھینک دیا جائے جہاں سے وہ کسی قافلے کے ہاتھ لگ جائیں گے، اور آپؑ کو بھیڑ کے خون

Presented by Ziaraat.Com

میں آلودہ ان کا قمیض دکھا کر باور کرایا جائے کہ انہیں بھیڑیا کھا گیا۔

"لیکن اے اللہ کے نبیؑ۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ایک پردیسی بھیڑیا ہوں جو اپنے گمشدہ چھوٹے بھائی کی تلاش میں اپنا وطن مصر چھوڑ کر یہاں آیا تھا۔ میں نے یوسفؑ کو دیکھا تک نہیں اور نہ انہیں پہچانتا ہی ہوں۔ مجھے نبی زادے زدوکوب کرنے کے بعد بلا جرم و خطا رسیوں میں جکڑ لائے ہیں۔ ہم بھیڑیے تو انسان کا گوشت کھاتے ہی نہیں، اور پھر انبیاءؑ کا گوشت...... معاذ اللہ!...... وہ تو ہر درندے پر حرام مطلق ہے۔ کاش میرا بھائی نہ کھو جاتا اور میں اس کی تلاش میں مصر سے نکل کر یوں ذلیل نہ ہوتا......"

یعقوبؑ اپنے لخت جگر کی قمیض سینے سے لگا کر بولے:

"آہ۔ بھیڑیے نے تو اپنے گمشدہ بھائی کی تلاش میں اپنا وطن چھوڑ دیا۔ لیکن انسان نبی زادوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے بھائی کو گم کر دیا"۔

میں نے عرض کیا:

"اے نبی محترم۔ مجھے اجازت مرحمت فرمایئے کہ اپنے وطن مصر واپس چلا جاؤں۔ ایسی سرزمین میں کیا رہنا جہاں انبیاءؑ کی اولاد جنگلی جانوروں پر جھوٹ باندھے۔"

یعقوبؑ نے میرے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا اور پھر اٹھ کر میرے لئے دروازہ کھول دیا۔

میں دلی تشکر و احترام بجا لا کر ادب سے وہاں سے نکل گیا۔ لیکن ان کے فرزند چیخنے لگے:

"ہمارے والد نے درندے کو آزاد کر دیا۔"

لیکن یعقوبؑ نے فرمایا:

بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ○

Presented by Ziaraat.Com

"(یوسف کو کسی بھیڑیے نے نہیں کھایا) بلکہ تمہارے نفوس نے ایک شیطانی امر کو تمہارے لئے مزین کر دیا۔ پس اب صبر ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو (اس کے تحمل کیلئے) میں اللہ تعالیٰ سے مدد کا طالب ہوں۔" (سورہ یوسف: آیت ۱۸)

میں خوش فہمی میں تھا کہ نبی وقت اور اپنے عظیم والد کے الفاظ کا احترام کرتے ہوئے وہ اپنے کیئے پر نادم ہوں گے اور مجھے مزید پریشان نہیں کریں گے۔ لیکن میرا خیال غلط نکلا۔ وہ تیروں اور نیزوں سے مجھ پر حملہ آور ہوئے۔ میں اگرچہ بہت تیزی سے بھاگا لیکن اپنے فرار کو صرف نصف قوت ہی دے سکا۔ باقی نصف میرے فرار کی گزرگاہ میں خون کے ساتھ بہہ گئی۔ کیونکہ میں دس نبی نزادوں کے غیر متوقع حملے سے بہت زخمی ہو گیا تھا۔

اگرچہ مجھ میں بھاگنے کی طاقت نہ تھی لیکن میں اس بستی میں مرنا نہیں چاہتا تھا۔

جب میں اپنے صحرا میں داخل ہوا تو زمین میری آنکھوں کے سامنے گھومنے لگی، اور پھر اس کے ساتھ ہی میرا دماغ بھی گھومنے لگا، اور میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

لیکن جوں جوں زمین کی گردش تیز ہو رہی تھی میرے سر کا بوجھ بھی ناقابل برداشت ہوتا جا رہا تھا...... پھر نہ میری گردن میں سر کا بوجھ اٹھانے کی طاقت رہی اور نہ میرے سر ہی میں گھومنے کی سکت باقی رہ گئی۔

میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا جسے طلوع ہوتے ہوئے سورج کی تیز کرنیں بھی نہ بکھیر سکیں۔

زمین بدستور گھوم رہی تھی............!

☆☆☆☆☆

Presented by Ziaraat.Com

مکڑی.....محافظِ غار

میں مکڑی ہوں لیکن عام مکڑیوں جیسی نہیں کیونکہ اگر روئے زمین کی تمام مکڑیوں کو فضیلت کے ترازو کے ایک پلڑے میں اور مجھ اکیلی کو دوسرے میں رکھا جائے تو میرا پلڑا ضرور ہی جھک جائے گا، اور یہ کوئی لاف یا شیخی نہیں اور نہ مجھے فخر جتانے کی کوئی ضرورت ہی ہے۔ میں تو حقائق بیان کر رہی ہوں۔ میرا خیال ہے کہ مجھے خود کو قارئین کرام کے ساتھ متعارف کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ آپ سے غار کی محافظ مکڑی مخاطب ہے۔ وہی غار جو کوہ ثور میں واقع ہونے کی وجہ سے "غار ثور" ہی کے نام سے مشہور ہے، اور جس میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر روپوش ہوئے تھے۔ مجھے یہ سعادت حاصل ہے کہ میں آپؐ کی نجات کا ذریعہ بنی۔ میرا "أوهن البيوت" (کمزور ترین گھر) کفار کے مقابلے میں مضبوط ترین قلعے سے بازی لے گیا اور میرے باریک نامرئی تار کے مقابلے میں جو خود میرے تنفس سے لرز جاتا ہے، کفار کی وہ تمام صیقل شدہ مشہور عالم فولادی تلواریں کند ہو گئیں جو نبی رحمتؐ کو قتل کر دینے کے ابلیسی مقصد کیلئے بے نیام ہوئی تھیں اور نہ صرف یہ کہ وہ بیکار ہو گئیں بلکہ انہیں شرمناک ذلت بھی اٹھانی پڑی۔ کیا یہ تعجب خیز بات نہیں ہے کہ کمزور و ناتواں اور حقیر و ناچیز مکڑی کے بال سے بدرجہا باریک اور نازک تار اور تلواروں کے آب یافتہ فولاد کے درمیان جنگ میں فولاد کو شکست فاش ہوئی، کمزور ریشم طاقتور

Presented by Ziaraat.Com

فولاد پر فتحیاب ہوا۔ کفر کا فولاد ایمان کے باریک ریشمیں تار سے کٹ گیا۔ شرک کی آہنی تلواریں توحید کے ریشم نے توڑ ڈالیں۔

اس دوران میں اپنے أدھـن البیـو ت میں بیٹھی اللہ کو یاد کرتی رہی اور اس بے دفاع گھر میں بیٹھ کر اپنی الہامی تدبیر کی کامیابی کی دعا کرتی رہی۔ مجھے اطمینان ہے کہ میں نے اپنے کمزور قوا سے حریم اسلام کا کامیاب دفاع کیا اور نبی کی حفاظت کے مقدس فریضے کی انجام دہی سے نہایت باعزت طور پر سبکدوش ہوئی۔

یہ میرے لئے واقعی بہت بڑے شرف کی بات تھی لیکن اس سے بھی زیادہ عظیم الشان شرف مجھے یہ نصیب ہوئی کہ میں نے اس روئے مقدس کا دیدار کیا جس کی ایک جھلک کے لئے حاملین عرش اور حور وغلمان جنت ترستے ہیں...... مجھے معلوم ہے کہ اس نبی معظم کی وفات کے بعد لاکھوں کروڑوں بندگان خدا ان کی قبر مطہر کی زیارت کو جائیں گے، اور وہاں دعائیں مانگیں گے اور فرط عقیدت وفور محبت میں گریہ واشکباری کریں گے اور ہر زائر اپنے ذہن وذوق کے مطابق آپ کے چہرہ اقدس کا تصور کرے گا۔

لیکن میں تو پورے دن بہت قریب سے رخ انور پر پروانہ وار فدا ہوتی رہی ہوں میں نے تو انہیں بہت نزدیک سے دیکھا ہے۔

لیکن جب میں ان کی کمزوری اور بے کسی کی حالت کا تصور کرتی ہوں تو یقین کیجئے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ وہ دن واقعی بڑے خوفناک تھے۔ آپؐ کو دیکھنے سے پہلے مجھے زندگی، خوراک اور اپنی قوم کے افراد سے پیار تھا لیکن آپؐ کے دیدار کے بعد میں نے حقیقت کے سوا ہر چیز کو فراموش کر دیا۔ اس مقدس ملکوتی چہرے کی زیارت کے بعد میں مکمل طور پر بدل گئی۔ کیا آپ نے مجھ سے پہلے کسی مکڑی کو روتے دیکھا ہے؟ لیکن میں روئی۔ تین روز کی عزت صحبت کے بعد جب آپؐ مدینے کی طرف رخصت ہونے لگے تو میں دل کھول کر روئی۔ روتے

Presented by Ziaraat.Com

روتے میں نے عرض کیا؟

"اے اللہ کے پیارے رسولؐ۔ مجھے آپؐ بہت یاد آئیں گے۔ میں آپؐ کے لئے بہت اداس ہوں گی۔"

آپؐ نے شاید میری بات نہیں سنی۔ میں نے پھر عرض کیا:

"میرے آقا و مولا۔ مجھے اپنا دست مبارک دیجئے کہ اسے چوموں...... یا کم از کم اپنے پیراہن اطہر کا ایک کنارا مجھے چومنے دیجئے۔"

لیکن آپؐ نے مجھے یہ شرف بھی نہ بخشا اور تشریف لے گئے۔ غار سے نکلتے وقت آپؐ کو میرا گھر تلف کرنا پڑا میرا گھر ٹوٹنے کے ساتھ میرا دل بھی ٹوٹ گیا۔ لیکن میں یہ سوچ کر خاموش ہو گئی کہ باہر نکلنے کے لئے میرے گھر کو توڑنا بہر حال ضروری تھا۔ کیونکہ میرا گھر غار کا دروازہ ہی تو تھا جسے کھولے بغیر باہر نکلنا ناممکن تھا۔ آپؐ نے اپنا دست اقدس میرے گھر کی طرف بڑھایا اور آہستہ سے اس کے ریشمیں تار وہاں سے ہٹا دیئے۔

میں نے قریب آ کر آپ کا ہاتھ چومنا چاہا......لیکن آپؐ نے میرے ارادے کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ اور پیشتر اس کے کہ میں اسے چوموں، آپؐ نے اسے ہٹا لیا اور تشریف لے گئے۔ میں اپنے بچے ہوئے ریشم پر جو کبھی میرا گھر تھا، اوندھی ہو گئی اور فرط رقت و ارادت سے رو رو کر اسے چومنے لگی کہ اسے رحمتہ للعالمینؐ کے دست مبارک کے لمس کا شرف حاصل ہوا تھا۔

پھر میں اتنا روئی۔ اتنا روئی کہ میرا گھر میرے آنسوؤں میں ڈوب گیا، اور غار پر وہی پہلے والی موت کی اداسی چھا گئی۔

اب میں اپنی داستان ابتدا سے آپ کو سناتی ہوں کہیں کہیں لغزش کلام سے پیشگی معذرت خواہ ہوں کہ مجھ پر اضطراب کا غلبہ ہے۔

میں پہاڑی مکڑی ہوں۔ پہاڑی مکڑیاں سب سے زیادہ کم نصیب ہوتی

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔ ہماری خوراک زیادہ تر مکھیاں، مچھر، پتنگے وغیرہ پر مشتمل ہوتی ہے میں کوہ ثور کے ایک ویران اور وحشت زدہ غار میں پیدا ہوئی تھی۔ یہ مکہ کا ایک پہاڑ ہے۔ مکہ ایک چھوٹا سا شہر ہے جسے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ بعض اوقات کبوتر یہاں سے تسبیح کرتے گزرتے ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ کی حدود میں رہتے ہوں گے۔ میں نے کئی بار چشم تصور سے مکہ مکرمہ یا بیت اللہ شریف کو دیکھنے کی کوشش کی ہے لیکن مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ میں غار ثور میں ایک قیدی کی زندگی جیتی رہی۔ یہ غار دن کے وقت انتہائی وحشت انگیز اور رات کی تاریکی میں انتہائی خوفناک ہو جاتا ہے۔ یمن کی جانب جنوب میں واقع یہ پہاڑی سلسلہ جس کے کوہ ثور میں یہ غار واقع ہے، جزیرہ نمائے عرب کے ویران اور دہشت انگیز ترین مقامات میں شمار ہوتا ہے۔ اس جگہ کبھی کوئی ہمیں ملنے نہیں آتا۔ حتیٰ کہ وحشی جانور بھی ان پہاڑوں کی وحشت سے بھاگتے ہیں اور دوسرے مانوس کم وحشت انگیز اور نسبتاً آباد پہاڑوں میں جانا پسند کرتے ہیں۔

قصہ مختصر...... میں ''ماموٗ'' بنت ''موما'' بنت ''ماماوٗ'' متواتر تین پشتوں سے اس پہاڑ کی ملکہ چلی آ رہی ہوں۔

قدیم زمانے سے نسل درنسل یہاں کا طرز زندگی وراثت میں پایا ہے۔

ایک دن میں اپنے خود ساختہ ریشمیں تار کے ساتھ غار کی چھت سے لٹکی جھول رہی تھی۔ گرمی شدت کی تھی اس لئے ہوا لینے کی غرض سے میں اپنے تار کی پینگ سے تیز اور لمبے لمبے جھولے لے رہی تھی کہ اچانک میں نے ایک ایسی آواز سنی جو روئے زمین پر بسنے والی کسی مخلوق کی نہیں تھی۔ آواز پوچھ رہی تھی:

''کیا مخلوق خدا میں سے کوئی اس جگہ رہتا ہے۔''

میرے سامنے سے حجاب اٹھ گیا اور میں نے پہچان لیا کہ یہ آواز ملکوتی ہے

Presented by Ziaraat.Com

اور یقیناً فرشتوں کا سردار مجھ سے مخاطب ہے۔ میں نے جھولنا موقوف کیا اور جھک کر سجدۂ تہنیت بجالائی۔ پھر جواب میں بولی۔

''اے اللہ تعالیٰ کے محترم فرشتے۔آپ سے ماموبنت موماہ ملکہ کوہ ثور کو شرف کلام حاصل ہے۔ میں ہی یہاں رہتی ہوں۔''

آواز نے کہا: ''غار سے باہر نکل''

میں ریشمیں تار کو دروازے کی طرف حرکت دے کر باہر نکل آئی اور ادھر ادھر نظر دوڑا کر دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ اتنے میں آواز پھر آئی۔

''تھوڑی دیر میں اللہ کے محبوب و محترم بندے محمدؐ اپنے ایک خادم کے ساتھ اس غار میں اتریں گے۔'' میں نے سجدے ہی کی حالت میں پوچھا:

''محمدؐ کون ہیں؟''

آواز نے جواب دیا۔''

''زمین پر اللہ تعالیٰ کے آخری نبیؐ ہیں جنہیں اس نے کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ تین دن اس غار میں قیام فرمائیں گے۔ تمہاری طرف سے مہمان نوازی میں کوتاہی نہیں ہونی چاہئے۔''

میں نے بحر حیرت میں غوطے کھاتے ہوئے پوچھا:

''رحمت عالم اس وحشت انگیز ویران غار میں کیوں تشریف لا رہے ہیں۔''؟

آواز نے جواب دیا۔

''قبائل کفاران کے قتل کے درپے ہیں جس کی وجہ سے وہ مکے سے ہجرت کر رہے ہیں۔ تجھے اس غار کے دروازے پر جالا تننے میں کم از کم کتنی مدت درکار ہوگی؟'' میں نے زاویے اور وتر ناپ کر جواب دیا:

''چار گھنٹے کا کام ہے، اس میں دو وقفے آرام کے ہوں گے۔''

آواز متحکمانہ انداز میں بولی۔

Presented by Ziaraat.Com

''وقفے ضروری نہیں، بلا وقفہ کام کر۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنے نبی کی نگہبانی اور حفاظت پر مامور فرمایا ہے۔ پس تو نگہبانی کا پورا پورا حق ادا کر۔ مشیت الٰہی نے آخری رسالت کی سرنوشت اور ایک عظیم معاشرے کا مستقبل تیرے سپرد کیا ہے۔ پس تو امانت کے صحیح معیار پر پوری اتر۔''

میرے سجدے کے خشوع میں اضافہ ہوگیا اور میں نے عرض کیا:

''بسروچشم۔ میں ہر قیمت پر مقدس امانت کی حفاظت ونگہداشت کروں گی۔''

سید ملائکہ رخصت ہوئے...... میں نے خاموشی، وحشت اور یکسوئی کو اپنی مدد کے لئے بلایا اور ہم نے کام شروع کر دیا۔

میں نے اپنے ساتوں ریشم ساز غدوں کو چیک کیا...... سب رطوبت سے پُر تھے۔ پھر میں نے غار کے دروازے کا کا جائزہ لیا...... وہ کافی کشادہ تھا...... اس کے بعد میں نے زاویے ناپے اور جلدی سے فیصلہ کیا کہ کس زاویے سے کام شروع کیا جائے۔ میں نے حساب کرنا شروع کیا:

مجھے پانچ طاقتور ریشمیں بنیادوں کی ضرورت ہوگی جن میں سے چھبیس تکمیلی قاعدے نکلیں گے......

پھر پچانوے (۹۵) تار دیواریں پختہ کرنے کے لئے درکار رہوں گے۔

میں نے ریشم سازی شروع کر دی۔ یہ بال سے کئی گنا باریک تار جو اپنے قطر ۱۰۰۰/۱ انچ) کے کسی بھی مضبوط سے مضبوط مادے سے بنے ہوئے تار سے زیادہ مضبوط ہے (میرے تار یعنی تار عنکبوت کی یہی موٹائی ہوتی ہے)...... لوگوں کو نہیں معلوم کہ مکڑی زاویے ناپ بھی سکتی ہے اور انہیں تقسیم بھی کر سکتی ہے۔ نیز رطوبت کے قوام کے گاڑھے پن کی کمی بیشی اور کھینچاؤ اور قوت برداشت کا اندازہ کر سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں ہزار ہا قسم کے پیچیدہ ہندسی مسائل و اشکال کا حساب بھی کر سکتی ہے جن سے عمل تعمیر میں سابقہ پڑتا ہے۔ یہ کوئی نہیں

Presented by Ziaraat.Com

جانتا کہ مکڑی حسب ضرورت کئی قسم کا ریشم تیار کر سکتی ہے۔ ہم اس سے پھندا، دستر خوان، بستر، چادر، ذریعہ اطلاع، راہ فرار، ذریعہ نقل و حمل، ڈھال، پناہ گاہ وغیرہ بنا سکتے ہیں، اور زیادہ تر یہی کچھ زندہ مخلوق کو اپنے اکثر منافع کے لئے درکار ہوتا۔

مکڑی کے غدود جو ریشہ بناتے ہیں وہ یقیناً ریشم ہی ہوتا ہے اور ریشم کے کیڑے کے تیار کردہ ریشم جیسا ہی ہوتا ہے لیکن کیڑے کے ریشم اور مکڑی کے ریشے میں بڑا فرق ہوتا ہے اور یہی فرق مکڑی کے ریشے کو ریشم سے ممتاز کرتا اور اس سے بہتر ثابت کرتا ہے۔ مکڑی کا ریشم کیڑے کے ریشم سے باریک تر، نرم تر، ملائم تر اور کسی بھی دوسرے ریشم سے طاقتور ہوتا ہے۔

میں نبی علیہ السلام کو ایک آدمی کے ساتھ اچانک غار میں داخل ہوتے دیکھ کر چونک گئی اور آپؐ کے اندر داخل ہوتے ہی کام نہ شروع کر سکی بلکہ چند لمحوں کے لئے آپؐ کے مقدس اور پر جلال نورانی چہرے کے نظارے میں کھو گئی جو چاند کی طرح روشن تھا۔ آپؐ کو دیکھ کر میرا دل خشوع و خضوع سے بھر گیا اور میں نے ادب سے کہا۔

''مرحبا اے خدا کے رسولؐ آپ کی تشریف آوری مجھ ناچیز کے لئے باعث صد ہزار عزت و افتخار ہے۔''

اور تحیت و سلام کے بعد نصف لحظہ بھی ضائع کیے بغیر میں نے غار کے دروازے پر جالا تانا شروع کر دیا۔ پہلے میں نے دروازے کے وسط میں اوپر سے نیچے تک طویل ترین عمودی وتر بنایا جسے غدے کی تیزابی رطوبت سے مستحکم کیا۔ پھر میں نے جلدی جلدی سے زاویہ بدلتے ہوئے اوپر سے نیچے تک دائیں بائیں تار تننا شروع کیا اور بالآخر پورے تین گھنٹے، چھ منٹ بیس سیکنڈ میں پورا دروازہ جالے سے ڈھک دیا۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

کفار غار کے دروازے پر پہنچے...... ان کی چمکتی ہوئی ننگی تلواریں میرے نازک ریشمی جالے کے مقابلے میں تنی ہوئی تھیں۔ ان میں ایک نے کہا۔

"کوئی یہاں داخل ہوتا تو مکڑی کا یہ جالا سلامت نہ ہوتا۔"

میں اندر بیٹھی یہ سن کر مسکرا دی۔ ابوبکرؓ نے نبی علیہ السلام سے کہا۔

"اگر کسی نے نیچے کی طرف نظر کی تو ہمیں ضرور دیکھ لیا جائیگا۔" نبیؐ نے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا

غم نہ کر۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔"

جونہی نبیؐ کے یہ الفاظ تمام ہوئے۔ غار میں ملائکہ کا نزول ہوا یہ الفاظ اس میں گونجنے لگے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۚ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۚ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○

ترجمہ...... "اگر تم نے میرے نبی کی مدد نہیں کی تو کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ نے تو ان کی مدد فرما ہی دی۔ جب کفار نے انہیں مکے سے نکال دیا (اور وہ غار میں آئے تو دو تھے اور وہ) دو میں کے دوسرے تھے۔ اور اپنے پریشان ساتھی سے کہہ رہے تھے: غم نہ کر، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر سکون واطمینان نازل فرمایا اور ایسے لشکروں کے ساتھ ان کی مدد کی جنہیں انسانی نظر نہیں دیکھ سکتی تھی۔ کافروں کی بات نیچی ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کا بول بالا ہوا جو بڑا عزت وحکمت والا ہے۔" (سورہ توبہ، آیت: ۴۰)

Presented by Ziaraat.Com

ابھی یہ آواز مکمل نہ ہوئی تھی کہ ہزاروں ملائکہ فوج در فوج غار میں آ کر میرے گرد اکھٹے ہو گئے۔ میں جس طرف اپنی حیرت زدہ نظر اٹھائی تھی، چاروں طرف ملائکہ ہی ملائکہ نظر آتے تھے۔ میں نے قریب کھڑے ایک فرشتے سے پوچھا:

''کیا ماجرا ہے''؟

وہ بولا:

''اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے نبیؐ کی حفاظت کے لئے بھیجا ہے''۔ میں چیخ اٹھی ''لیکن ان کی حفاظت پر تو میں مامور تھی۔ تم لوگ کیوں میرا دل توڑنے آئے ہو؟ جب سید ملائکہ ان کی حفاظت کی ذمہ داری مجھے سونپنے آئے تھے تو تم کہاں تھے؟ جب میں غار کے دروازے پر جالا بن رہی تھی، اس وقت کدھر گئے ہوئے تھے؟ اب جب ان کی حفاظت محقق ہو چکی تو اپنی فوجوں کو لے کر یہ اعزاز مجھ سے چھیننے آئے ہو۔ خوب سن رکھو کہ ان کی حفاظت اب تم میں سے کوئی نہ کرے۔ وہ میرے مہمان ہیں۔ میں نے ان کی حفاظت سید ملائکہ کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کے مطابق بہترین طریقے سے کی۔ اب تو وہ پورے طور پر محفوظ ہیں۔ اب کسی کی، کس سے حفاظت کرنے آئے ہو۔ حفاظت کا حق تو ادا ہو چکا۔ اب جب تک وہ غار میں ہیں میرے مہمان اور آقا ہیں۔''

غصے سے مجھے رونا آ گیا، اور شدت جذبات میں رو سکنے پر مجھے حیرت بھی ہوئی۔

جی میں آئی کہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں ان کی شکایت کروں۔ لیکن جب اس غرض سے حضور رسالتؐ میں پہنچی تو دیکھا کہ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ نماز میں مشغول ہیں۔

مقتدی کے ساتھ میں بھی جماعت میں شامل ہو گئی...........

☆☆☆☆☆

Presented by Ziaraat.Com

حضرت ابراہیمؑ اور کبوتر

میں ایک کبوتر ہوں اور ان چار پرندوں میں سے ایک ہوں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیمؑ کی خواہش کے احترام میں بعد ذبح کے ریزہ ریزہ کر کے پہاڑوں پر منتشر ہو جانے کے بعد زندہ فرمایا تھا۔

ہم بڑی خوبصورت تشکیل میں آسمان کی وسعتوں میں محو پرواز تھے۔ ہمارا یہ سفر وطن واپسی کا سفر تھا۔

لیکن ہمارا وطن صرف ابراہیمؑ کا تعمیر کردہ بیت اخضر ہی نہیں ہے کیونکہ کبوتر کا وطن عموماً کچھ حصوں میں بٹا ہوا ہوتا ہے۔

نصف اس کا خود اس کا اپنا دل ہوتا ہے۔

اور اس کا دوسرا نصف اس کے محبوب کا دل ہوتا ہے۔

میں جھنڈ کی قیادت کر رہا تھا۔

دفعتاً میں نے اپنے پروں کی حرکت کو تیز کیا اور چونچ کا رخ اوپر کر کے آسمان کی بلندیوں میں چلا گیا۔

لطیف ہوا کے سمندر میں فرط نشاط و انبساط میں کبھی پروں کو پھڑ پھڑاتا، کبھی انہیں پھیلاتا، کبھی سکیڑتا...... اور اسی طرح کافی دیر تک پہنائے آسمان میں مستانہ وار زقندیں بھرتا، غوطے لگاتا اور قلابازیاں کھاتا رہا۔

اگرچہ ہوا یہاں کی انتہائی صاف، خالص اور سبک تھی۔ لیکن میرے کیف و

Presented by Ziaraat.Com

سرور میں اس سے کہیں زیادہ خلوص و وارفتگی تھی۔ دفعتاً میری زبان پر حمد جاری ہوئی۔

"اے خالق تیرا ہزار شکر ہے کہ تو نے مجھے پرندہ بنایا"۔

معلوم نہیں زمین پر رینگنے والی مخلوق زندگی کا بوجھ کیسے اٹھاتی ہو گی؟ انہیں لطف پرواز کا کیا علم؟

پرواز کی ہزار لذتوں کا اندازہ تو فضا کی بلندیوں میں جا سکنے والے ہی کر سکتے ہیں!

وہاں سے لہلہاتے سبزہ زاروں کی سبزی بڑی پر رونق نظر آتی ہے جبکہ سطح زمین پر یہ سبزی مقابلتاً بہت پھیکی دکھائی دیتی ہے۔ وہاں موجود مخلوق کی آنکھوں کو ہمیشہ گرد ستاتی رہتی ہے جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ آنکھیں جھپکتے اور بعض اوقات انہیں بے تحاشا ملتے ہیں۔

میری بھی اس (اپنی محبوبہ) سے پہلی ملاقات اسی عالم میں ہوئی تھی...... وہ آنکھوں میں دھول پڑ جانے کی وجہ سے انہیں زور زور سے جھپک رہی تھی "اے خالق میں تیرا اس پر بھی شکر گزار ہوں کہ تو نے اسے میرے لئے خلق فرمایا......"

وہ ایک سفید کبوتری تھی۔ اس کا نام "ناشا" تھا۔ میری محبوبہ بننے سے پہلے اس کا نام کچھ اور تھا۔

کبوتر محبت کی دنیا میں وارد ہو کر اپنا نام بدل لیتے ہیں کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ محبت سے وجود کی تجدید ہو جاتی ہے اور اسے بالکل نیا روپ مل جاتا ہے اس وجہ سے پرانا نام اس پر منطبق نہیں ہوتا۔

کبوتر فطرتاً محبت کے جملہ اسرار کا علم رکھتے ہیں۔

سب سے پہلے ہم اپنے خالق اللہ جل شانہ سے محبت کرتے ہیں جو ہمیں وجود سے عدم میں لایا۔ ہماری محبت کی کل مقدار کا پورا تین چوتھائی اس کیلئے مختص ہے۔

پھر ہمیں ہوا سے محبت ہے جو ہمیں موسیقی کی سی لطافت و خفت سے اٹھا کر

Presented by Ziaraat.Com

اپنے دوش پر سوار کرتی ہے۔ بقیہ چوتھائی کا نصف اس کے لئے مخصوص ہے اور اس نصف کا نصف انسان کیلئے ہے جسے ہم بلامحنت ومشقت اپنا گوشت کھلا دیتے ہیں۔

باقی جو کچھ بچ رہتا ہے وہ سارے کا سارا ہماری محبوباؤں کیلئے وقف ہوتا ہے۔

میرے خیال میں اس کی مقدار گندم کے دانے جتنی تو ضرور ہوتی ہے، انسان کی نظر میں گندم کا دانہ بڑی چھوٹی سی چیز ہے جسے وہ بے وقعت سمجھ کر پھینک دیتا ہے۔

لیکن اگر غور کیا جائے تو کروڑوں مخلوقات کو رزق مہیا کرنے والی گندم کے وسیع وعریض سنہری کھیت اسی دانے سے اُگتے ہیں۔

محبت کی عالمی داستانوں میں گندم کے دانے کے وزن، حجم یا ضخامت کو اہمیت نہیں دی گئی۔

کیونکہ اس کی حقیقی قدر و قیمت اور اہمیت اس کے نمو کی اختتام ناپذیر صلاحیت میں ہے۔

ہماری محبت بھی اسی طرح وقت کے ساتھ بڑھتی اور پروان چڑھتی ہے۔

ہم ایک دفعہ محبت کرتے ہیں تو پھر جیتے بھی اسی میں ہیں اور مرتے بھی اسی میں ہیں۔

جب میری والدہ کا انتقال ہوا تو میرے والد کا جو حال ہوا، میں اپنی لوح حافظہ سے پڑھ کر آپ کو سناتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا والد انتہائی خوش مزاج اور عالی حوصلہ تھا اور پوری کبوتر برادری میں دکھیاؤں کا غم غلط کرنے والا مشہور تھا۔ اب سنیئے اس پر اپنی محبوبہ (میری ماں) کی موت کا کیا اثر ہوا۔

جب میری والدہ کی میت اس کے سامنے سے اٹھی تو اس پر سکتہ طاری ہوگیا۔ اس کی ساری خوش مزاجی رخصت ہوگئی اور غم واندوہ کی زیادتی سے اس کے ہوش وحواس جاتے رہے۔

اگلے روز بھی وہ بالکل خاموش اور بے حال تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو

www.ziaraat.com
Sadeeq-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

رواں تھے اور اسے کھانے پینے کا ہوش نہ تھا۔

دوسرے روز بھی وہ بدستور زمین پر بے حس وحرکت پڑا رہا۔ نہ کچھ کھاتا تھا نہ پیتا تھا اور اپنی چونچ تک نہ کھولتا تھا۔

تیسرے روز وہ پہلو کے بل پڑا وقفے وقفے سے سرد آہیں بھر رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کا سینہ غم واندوہ کے پہاڑوں تلے پس رہا ہے۔ اس کے زندہ ہونے کی واحد علامت اس کی درد بھری آہیں تھیں۔ ورنہ حرکت اس کے جسم کو چھوڑ چکی تھی۔

اور پھر چوتھے روز کی صبح کو اس نے چونچ پروں میں دیکر دنیا کو خیر باد کہا۔

محبوب یا محبوبہ کے دائمی فراق پر ایک کبوتر پر گزرنے والی یہ ایک نمائندہ روداد تھی۔

ہم بچے تھے۔ ہمیں ابھی اس حقیقت کا ادراک نہ تھا کہ کائنات کا ضمیر محبت کی مٹی سے اٹھا ہے۔

اور قصر ہستی کی تعمیر محبت، وفا اور سلامتی کی بنیادوں پر ہوتی ہے۔

طوفان نوحؑ کے تھم جانے کے بعد جونہی زمین ظاہر ہوئی ایک کبوتری نے زیتون کی ایک ٹہنی، "مہم بخیر" کی مبارکباد کے طور پر نوحؑ کی خدمت میں پیش کی۔

جبھی سے کبوتر امن وسلامتی کی رمز بن گیا ہے۔ یہ بات تو خیر آپ جانتے ہی ہوں گے۔

لیکن غالباً یہ کوئی نہیں جانتا کہ ہم اسکے علاوہ بعث بعد الموت کی رمز بھی ہیں۔

دراصل بعث بعد الموت کا ادراک محبت سے بے نصیب شخص نہیں کر سکتا۔

محبت عاشق کو بعث بعد الموت کے بعد فنافی المحبوب کے مقام پر پہنچا کر جریدہ عالم پر اس کی بقائے دوام رقم کر دیتی ہے۔

جب کسی کا دل محبت سے دھڑکنا شروع کرتا ہے تو اس میں سے ہر قسم کی مژدگی ختم ہو جاتی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اور محبت کی وجہ سے دل کے جی اٹھنے پر ایمان رکھنے والا جسمانی بعث سے کیسے انکار کر سکتا ہے؟

اور یقیناً......

محبت میں ایک لحظہ ایسا بھی آتا ہے جب محبوب کی ندا پر مٹی میں دبے اجسام خواب ہزار سالہ سے لبیک کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

محبت کے علاوہ کس میں یہ قدرت ہے کہ مٹی کی دبیز تہوں کے نیچے سے تاریخ کے خوابوں کو وجود میں لے آئے؟

پاک اور بلند ہے ذات خالق اور اس کا عظیم نام......

میں ابھی تک فضا میں مصروف پرواز تھا۔

جی میں آئی کہ ناشا کے پاس چلوں۔

پیاس لگ رہی تھی۔ سوچا کہ اب بیت ابراہیمؑ میں پہنچ کر خلیل اللہ کے ہاتھوں کا رکھا ہوا پانی پیوں گا۔

ان کے پاک ذکر کو میں سلام کرتا ہوں۔

وہ بیت اللہ کے مالک ہیں، اور ہمارے گھر کے بھی اور ہمیشہ رضائے خداوندی کی راہ پر چلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب دوست ہیں۔

مجھے ان سے کتنی محبت ہے؟ اس کا صحیح اندازہ دینے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔

ناممکن ہے کہ کوئی ان سے قریب ہو اور ان کی مبارک اور عظیم شخصیت اور ان کے اخلاق کریمہ سے متاثر نہ ہو۔ سب سے پہلے انہی کے دل زندہ نے توحید محبت کے قوانین وضع کئے۔

ان کا مقدس جسم شمع کی صورت اللہ تعالیٰ کی محبت میں پگھل کر ہماری آنکھیں روشن کرتا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

دشمنوں نے انہیں آگ میں پھینکا لیکن ان کے قلب اقدس میں مشتعل عشق خداوندی کی آسمانی آگ کے سامنے زمینی آگ اپنا وجود قائم نہ رکھ سکی اور بالآخر بجھ گئی۔

چھوٹی آگ بڑی آگ کو کیسے جلا سکتی ہے؟ اور محبت کی آگ سے بڑی کونسی آگ ہے؟۔

اور ناشا......

میرے دل کی دھڑکن اس کی یاد سے تیز ہو جاتی ہے وہ سفید اور دبلے جسم کی تھی۔ چونچ اس کی عام کبوتروں جیسی تھی۔ اس کے بدن میں بھی کوئی خاص ظاہری خوبی نہ تھی۔

میں اس سے زیادہ حسین تھا۔ نر کبوتر عموماً مادہ سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے۔

لیکن ظاہری حسن کسی پوشیدہ عیب کا سرپوش ہی تو ہوتا ہے۔

اور بعض اوقات مادہ کے دبلے پن اور سادہ روئی میں غیر معمولی کشش ہوتی ہے۔ دنیا میں جس طرح کوئی بھی مخلوق دوسری مخلوق کے ساتھ کامل مشابہت نہیں رکھتی ناشا کی بھی دنیا کی کسی کبوتری سے کوئی مشابہت نہیں تھی۔ شاید وہ روئے زمین کی سب کبوتریوں سے کم حسین تھی۔

لیکن اس کی چال میں اعتماد تھا جس میں انکساری شیرینی تھی ایسی پراسرار شیرینی جس کی تعبیر مشکل ہے۔

آہ۔ وہ اس سے میری پہلی ملاقات......!

وہ بری طرح آنکھیں جھپک رہی تھی......شاید ان میں دھول پڑ گئی تھی......!

مٹی اڑ رہی تھی۔ ہوا کا رخ اسی کی طرف تھا۔ اس کی آنکھوں کو مزید دھول سے بچانے کے لئے میں نے اپنا بازو اس کے چہرے اور گرد کے درمیان حائل کر دیا۔

اس پر اس نے اپنی دم کے پروں کو متشکرانہ انداز میں حرکت دی۔

لیکن ہمارے درمیان کوئی بات چیت نہ ہوئی۔ پھر میں اپنا سر اٹھا کر اس کی

Presented by Ziaraat.Com

طرف متوجہ ہوا اور اپنی نگاہیں اس کے سراپے پر نچھاور کرنے لگا۔

پھر میں اس کے گرد گھومنے اور اپنے کعبۂ محبت کا طواف کرنے لگا۔

کبھی میں اپنے بازو اس کے لئے فرشِ راہ کر دیتا کبھی اس کے سامنے رقص کرنے لگتا۔ پھر میں نے وارفتگی کے عالم میں پروانہ وار اس کے گرد بلاتوقف طواف شروع کر دیا۔

میرا دل تو اس پر صدقے ہو ہی رہا تھا۔ اب ذہن بھی اس پر قربان جانے لگا۔

وہ میری عاشقانہ وارفتگی میں وارفتہ، اپنی جگہ پر ٹکی ٹک ٹک مجھے دیکھے جا رہی تھی۔

کیا میں اس پر اپنی مردانہ قوت و جبت کا مظاہرہ کر رہا تھا یا عاشقانہ تذلل و سپردگی کا......؟

کیا اس دوگونہ مظاہرے سے میں اسے یہ باور کرانا چاہ رہا تھا کہ اپنی محبت کی راہ میں آنے والے ہر کوہ و بیاباں سے میں سیل تندرو بن کر گزر جاؤں گا۔ لیکن تیری محبت کے گلستان میں پہنچ کر جوئے نغمہ خواں کی صورت اس کے گل بوٹوں کی قدم بوسی کروں گا۔

اور تجھے پانے کے لئے تو مصائب زندگی کی ہر مخالف قوت سے فولاد بن کر ٹکرا جاؤں گا لیکن تجھے پالینے کے بعد تیرے شبستان محبت کی تزئین کے لئے حریر و پرنیاں بن جاؤں گا۔!

اور یا پھر میں تکلف برطرف اس سے عشق بازی کر رہا تھا۔

اور خاموشی کی زبان سے اسے وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ جو میری گویائی کے بس میں نہ تھا۔

مجھے نہیں معلوم۔

شاید میں یہ سبھی کچھ سوچ سمجھ کر رہا تھا۔ یا بے شعوری کے عالم میں محبت میں وارفتہ و خود فراموش ہو کر مجبورانہ حرکات مجھ سے سرزد ہو رہی تھیں۔

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

مجھے نہیں معلوم۔

دنیائے محبت کے باسیوں میں یہ "مجھے نہیں معلوم" کا جملہ عام ہے کیونکہ عاشق کو محبوب کی شکل کے سوا (جو اس نے اپنی لوح قلب پر نقش کی ہوتی ہے) واقعی کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا۔

لیکن اس کی اصل حقیقت کیا ہے؟ اس کا علم صرف اس ذات علاّم الغیوب اور عالم مافی الصدور ہی کو ہے۔

پھر ہم نے آپس میں کچھ محبت بھری باتیں کیں۔ میں نے محسوس کیا کہ الفاظ اس کے منہ سے بلبل کے نغمے یا دراز منقار کی تسبیح کی طرح فضا کو جنت گوش بنا رہے ہیں۔ اس کی زبان سے ادا ہوتے ہی ہر لفظ نیا مفہوم پہن لیتا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ محبت وسلامتی کا وہ پرانا سوتا کہ جس کے کنارے سے میرے کسی دادا نے زیتون کی ٹہنی لی تھی، پھر پھوٹ پڑا ہے۔

پہاڑوں کی چوٹیوں پر جمی ہوئی سرمائی برف پگھل گئی۔ لکہ ہائے ابر گلہائے بہاری کو جھک جھک کے چومنے لگے۔

وہ میرے سامنے آئی۔

میرے دل میں بھی بہار آ گئی۔

اس میں بھی کیف ومستی کے شگوفے پھوٹنے لگے۔

محبت یہی کچھ تو ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے.....؟" اس نے جواب دیا۔

"نوشکا"......! میں نے شرارت سے کہا:

"اب کچھ لحظوں کے بعد تمہارا نام بدلنے والا ہے۔" وہ بولی:

ہوا دوسرے رُخ پر چل رہی ہے۔ میں تمہاری بات سن نہیں پا رہی......

میں خاموش ہو گیا۔

Presented by Ziaraat.Com

اور پھر فرط محبت سے میں دوبارہ اس کا طواف کرنے لگا۔ کبھی پروں کو پھیلاتا، کبھی انہیں سمیٹتا۔ کبھی ہوا میں بلند ہو جاتا اور پھر اچانک غوطہ لگا کر اس کے قدموں میں گر جاتا۔

میرا دل سرور محبت سے لبریز تھا۔

میری روح نشاط وصل سے مست تھی۔

میں دیوانہ وار اس کے گرد گھومتا اور پروانہ وار اس پر فدا ہوتا رہا۔

وارفتگی میں نہ مجھے سر کا ہوش تھا نہ پیر کا۔

پاسبان عقل تو رخصت ہو ہی چکا تھا۔ حاجب دل بھی میدان چھوڑ گیا۔

اس رقص بسمل کی انتہا کو پہنچ کر میں نے خود کو اس میں فنا کر دیا۔ میں اپنا پرانا وجود کھو کر سپردگی کی معراج پر پہنچ گیا تھا۔

بس اک داغ سجدہ مری کائنات
جبیں بھی تری ، آستاں بھی ترا

(تصرف کی معذرت کے ساتھ)

ہماری ملاقاتیں اب معمول بن چکی تھیں۔

ہم اکثر بیت ابراہیمؑ میں ایک دوسرے سے ملتے۔

یہ واحد جگہ تھی جہاں کبوتروں کو دانہ ڈالا جاتا اور چیونٹیوں کو خوراک مہیا کی جاتی۔ یہاں کے دروازے ہمیشہ مہمانوں کے لئے کھلے رہتے، اور جب بھی کوئی مہمان انسانوں میں سے یا انسانی شکل میں ملائکہ میں سے وارد ہوتا تو فربہ ترین گو سفند اس کے لئے ذبح کیا جاتا۔

ہم چار کبوتر یہاں سکونت پذیر تھے۔

ناشا۔ میں اور ہمارے علاوہ دو اور......

ناشا (نوشکا کا نیا نام جو میری محبوبہ بننے کے بعد اسے دیا گیا تھا) ایک دن

Presented by Ziaraat.Com

میرے پاس آئی اور کہنے لگی:

''مجھے بتاؤ! تم مجھ سے کیسا بن جانے کی خواہش رکھتے ہو؟ میں تمہارے لئے ویسی ہی ہو جاؤں گی۔''

میں نے پیار سے اپنی چونچ اس کی گردن میں ڈال دی اور کہا:

''میں صرف تمہیں چاہتا ہوں۔ صرف تمہیں، جیسی بھی تم ہو، بس ویسی ہی رہو۔'' وہ بولی:

''لیکن میں خوبصورت نہیں ہوں۔ اسی لئے کوئی کبوتر مجھ سے پیار نہیں کرتا اور نہ ہی اپنے دانے دنکے میں مجھے شریک کرتا ہے۔'' میں نے کہا۔

''میں اپنا دل چیر کے آدھا تمہیں کھلا دوں گا۔'' وہ بولی۔

''اور باقی نصف؟'' میں نے جواب دیا:

''شاید تمہیں پھر بھوک لگے۔''

اس نے اترا کر اپنی گردن ہلا دی۔

پھر ہم وہاں سے چل دیئے۔ ایک جگہ میں نے اسے اپنی چونچ سے گندم کے ایک دانے کی طرف متوجہ کیا۔ لیکن اس نے اپنے بازو کو حرکت دے کر بتایا کہ اسے بھوک نہیں ہے۔

پھر ہم ایک درخت پر جا بیٹھے وہاں میں نے اسے پھل کے ایک دانے کی پیشکش کی لیکن اس نے معذرت کی۔

وہاں سے پرواز کر کے ہم کچھ بلندی پر فضا میں تیرنے لگے۔ ہوا خفیف اور ملائم تھی لیکن شمال کی طرف سے آنے والے ٹھنڈے جھونکوں سے اس میں خنکی آ گئی تھی۔ دفعتاً اس کے بازوؤں کی حرکت تیز ہوئی اور وہ بولی۔

''شاید یہ ہوا برفانی علاقے سے گزر کر آ رہی ہے۔'' میں نے کہا: ''برف تو کب کی پگھل چکی۔'' وہ بولی:

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

''میں سردی سے کانپ رہی ہوں، مجھے اپنے بازوؤں میں لے لو۔'' میں نے کہا:

''آؤ کھیلیں۔اس سے بدن میں گرمی آئے گی۔''

ہم نے پوری سرگرمی سے ہوا میں ورزش کی اور بے تحاشا قلابازیاں کھائیں۔تھوڑی ہی دیر میں ہمارے بدن گرم ہو گئے۔

پھر ہم ایک درخت پر اترے اور اس کی ایک ٹہنی پر بیٹھ گئے۔ہمارے بوجھ سے وہ کچھ جھک گئی اور پھر جھولنے لگی، میں اور ناشا بھی یکجان و یک قالب ہو کر وصل کی اس سینگ پر جھولنے لگے۔

یکا یک مجھے ایک عجیب سا خیال آیا اور میں زمین میں نظریں گاڑ کر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

میں نے سوچا کہ کہیں قدرت کو ایسا تو منظور نہیں کہ ہم میں سے ایک کو دوسرے کی موت کا صدمہ دیکھنا پڑے، اور میرے بدن میں خوف کی ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ناشا نے کہا:

''میری تمنا ہے کہ میری موت کے وقت تم میری آنکھوں کے سامنے موجود ہو''۔میں نے جواب دیا۔

''ابھی تو زندگی بھی شروع نہیں ہوئی۔'' وہ بولی:

''تمہیں ملنے سے پہلے میں موت کے تصور سے کبھی غمزدہ نہیں ہوئی تھی۔''

سورج ڈوب رہا تھا۔شفق میں مجھے کبوتر کا خون موجزن نظر آیا۔میرا ذہن ذبح کے ہولناک تصور میں کھو گیا۔

میں ذبح نہیں ہونا چاہتا تھا۔میں لمبی عمر پانا چاہتا تھا۔

میرے دل سے فریاد بلند ہوئی۔

اے اللہ۔رحم فرما۔ابھی تو میری محبت شروع ہی ہوئی ہے......!

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

ہم دونوں کافی دیر تک دعا میں مصروف رہے اور پھر گھر واپس آ گئے۔

رات ہو گئی تھی۔ وہ مجھ سے پہلے سو گئی، اور کافی دیر تک بیدار رہنے کے بعد بالآخر میں بھی سو گیا۔

عجیب خواب تھا وہ......

میں نے دیکھا کہ میں نیلی زمین سے بہت بلندی پر سفید آسمان میں محو پرواز ہوں اور چیلوں اور گدھوں سے بھی اونچا اڑ رہا ہوں۔ سفید بادل کا ایک ٹکڑا میرے نیچے تیر رہا تھا اور ایک ہی جگہ پر قائم تھا......

میں نے دیکھا ناشا اس گھنے بادل پر سو رہی ہے لیکن دوسری بار دیکھا تو وہ بیدار تھی۔ پھر دفعتاً مجھے یوں نظر آیا کہ اس کے پر نچے ہوئے اور بازو کٹے ہوئے ہیں اور اس کا سارا جسم جابجا بری طرح سے پھٹا ہوا ہے۔

میں نے زور زور سے چیخنا چاہا لیکن اسی لمحے سفید بادل گہرا سرخ ہو گیا۔ جیسے کہ وہ ناشا کا خون پی کر سرخ ہوا ہو۔

پھر اس سے خون برسنے لگا، اور پھر اس سے آنسوؤں کی بارش شروع ہو گئی۔ ہر آنسو سرخ انگور کے دانے جتنا بڑا تھا۔

میں نے چیخنا چاہا لیکن آواز نے ساتھ نہ دیا۔

میں نے رونا چاہا لیکن آنسوؤں نے تعاون نہ کیا۔ میں نے زمین پر اترنا چاہا لیکن اعصاب جواب دے گئے اور میں آسمان کی وسعتوں میں کھو گیا۔

اچانک وہ سفید بادل پھٹ کر منتشر ہو گیا۔ میں نے دیکھا ناشا کے بدن کے ٹکڑے پہاڑوں کی چوٹیوں پر بکھرے پڑے ہیں۔ میں نے اپنے بدن کے ٹکڑے بھی ان کے ساتھ ہی پڑے دیکھے۔

میرے جسم کا بایاں نصف حصہ اس کے دائیں نصف سے جڑا ہوا تھا۔ اور دایاں نصف اس کے بائیں نصف سے متصل تھا۔ اسی طرح ہمارا ہر

www.Ziaraat.com
Sakeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

نصف عضو دوسرے کے نصف سے ملکر پورا عضو تشکیل کر رہا تھا۔

میں ہڑبڑا کر بیدار ہوا۔ وہ میرے پہلو میں گہری نیند سو رہی تھی۔ ہمیشہ کی طرح محبوب انداز میں اور صحیح و سالم...... اس کے تنفس کی ہوا سے اس کی گردن کے نرم بال ہل رہے تھے۔

کافی دیر میں خواب کے دہشت ناک مناظر کے تصور میں کھویا رہا۔ پھر معلوم نہیں کب مجھے نیند آ گئی۔

علی الصباح جب میں بیدار ہوا تو میرے ذہن پر ابھی تک رات کے پریشان کن خواب کے خوفناک مناظر چھائے ہوئے تھے اور جسم بھی بری طرح دکھ رہا تھا۔

صبح کی ہوا بہت فرحت بخش اور خوشگوار تھی۔ میں اُڑنے لگا تا کہ تازہ دم ہو جاؤں لیکن خواب بری طرح سے میرے ذہن پر سوار تھا۔ جس طرف دیکھتا تھا مجھے اپنے اور ناشا کے جسم کے ٹکڑے پہاڑوں پر بکھرے دکھائی دیتے تھے۔ میرا ذہن زمان و مکان کی قید سے آزاد ہو گیا اور وقت اور فاصلے کے تمام انداز سے کھو کر میں گھنٹوں تک غالباً ایک ہی سمت میں اڑتا رہا۔

لیکن اچانک جو زمین کی طرف نگاہ کی تو پتہ چلا کہ کسی بالکل اجنبی سرزمین کے آسمان میں ہوں جہاں سمت کا اندازہ بھی نہیں ہو رہا۔

یہ اونچے اونچے پہاڑوں والا کوئی سنگلاخ علاقہ تھا جس میں میں زندگی میں پہلی بار بھٹک کے آ گیا تھا۔ میں انتہائی بلندی پر جا کر بہت بڑے دائرے کی شکل میں اڑنے لگا تا کہ کسی مانوس زمینی منظر کی جھلک پا سکوں۔ لیکن خدا جانے میں اپنی سرزمین سے کتنا دور نکل آیا تھا کہ جدھر نگاہ دوڑاتا تھا پردیس ہی دکھائی دیتا تھا۔

اپنی ہر کوشش میں ناکام ہو کر میں نے "ساکن پرواز" کے ذریعے چاروں اطراف کا تعین کرنا چاہا لیکن اس میں بھی کامیاب نہ ہوا۔ پھر میں نے قطبین کے

Presented by Ziaraat.Com

درمیان مقناطیسی خطوط متعین کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں بھی ناکام ہوا۔

ہر طرف سے مایوس ہو کر آخر کار میں نے سورج کی سمت متعین کرنے کا فیصلہ کیا جس کے بعد میں آسانی سے شمال اور اس کے بعد دوسری جہات کی تعین کر سکتا تھا۔

اس میں کافی دیر لگی لیکن جونہی میں زاویہ دریافت کرنے میں کامیاب ہوا، مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ میرے نیچے پھیلے ہوئے پہاڑ گِدھوں کا وطن ہیں جہاں قدم قدم پر گِدھوں نے گھونسلے بنا رکھے ہیں۔

تھکاوٹ اور خستگی کا شکار تو تھا ہی، اس خوفناک دریافت سے میرے اعصاب جواب دے گئے اور میں نیم جان ہو کر سیدھا ایک گھونسلے میں جا گرا۔ حسن اتفاق سے اس میں صرف ایک چھوٹا سا چوزہ موجود تھا۔ اس کے ماں باپ غالباً اس کے لئے خوراک کی تلاش میں باہر گئے ہوئے تھے۔ وہ اگرچہ مجھ سے جسامت میں ڈیوڑھا تھا لیکن ابھی تک اڑنے کے قابل نہ ہوا تھا میرے خیال میں وہ زیادہ سے زیادہ دو دن کا ہو گا، جب اس نے اپنے گھونسلے میں میرے گرنے کی آواز سنی تو اپنا گنجا سر اٹھا کر جس میں ایک خوفناک تیز چونچ ٹکی تھی، وہ مجھے کینہ تور نگاہوں سے گھورنے لگا۔

میں نے اسے نظروں ہی نظروں میں کہا:

''ٹھنڈا ہو جا اے ننھے وحشی۔ ابھی تو کبوتر کھانے کے قابل نہیں ہوا، اور اپنی ماں کو یہ خبر سنا کر ضرور مایوس کرنا کہ جس کی تلاش میں نکلی تھی وہ شکار گھر آ کر ہاتھ سے نکل گیا۔

پھر اس کے ماں باپ کے کسی بھی لحظہ نازل ہو جانے کے خوف سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، اور میں کڑی کمان کے تیر کی طرح فضا میں کود گیا اور ایسی تیز رفتاری سے اپنے گھر کی سمت بھاگا کہ جیسے پورے ایک ہزار گِدھ میرے تعاقب میں ہوں۔ پھر اپنی رفتار میں مزید تیزی پیدا کر کے میں جلد ہی اپنے وطن کی حدود

Presented by Ziaraat.Com

میں پہنچ گیا۔

میں سیدھا بیت ابراہیمؑ میں اترا اور اپنے حواس بحال کرنے لگا۔

ناشا میرے پاس آ کھڑی ہوئی اور محبت بھری نظروں سے میرا جائزہ لینے لگی۔ میں نے اس سے کہا:

''آج میں یقینی موت کے منہ سے بال بال بچا ہوں''۔ وہ بولی:

''بہت ہی اچھا ہوا۔ بس اب فضول پریشانی سے بھی بچو، اور پرسکون ہو جاؤ۔''

میں پُرسکون ہو گیا۔

اس نے میری تھکاوٹ اور سستی کا اندازہ کرتے ہوئے اپنے بازو ہلا ہلا کر اپنے جسم کی خوشبو میں بسی ہوئی ٹھنڈی ہوا سے مجھے تازہ دم کیا۔

میری ساری تھکان کافور ہو گئی اور مجھے پیاس محسوس ہونے لگی۔

اس نے فوراً ہی اس کا ادراک کر لیا اور جھٹ سے باہر جا کر پانی کی چونچ بھر لائی، اور اپنا جسم میرے جسم کے ساتھ پورے تپاک کے ساتھ متصل کر کے اپنے آب دھن میں ملا ہوا آبِ حیات میرے منہ میں ڈالا۔

میری پانی کی پیاس تو بجھ گئی لیکن اس کی مزید قربت کی پیاس میرے رگ و پے میں بھڑک اٹھی۔

میں نے اپنی آرزو اس کے سامنے پیش کی تو بولی:

''میرے ساتھ تزویج کرو''...... میں نے کہا:

''میں نے تمہارے ساتھ تزویج کی''۔ اس نے کہا:

''اللہ تعالیٰ اس تزویج کو مبارک فرمائے۔'' میں نے کہا:

''اور روئے زمین کا عظیم ترین دل اس پر گواہ رہے۔'' وہ بولی:

''ہاں ابراہیم خلیلؑ اللہ اس پر گواہ رہیں۔'' میں نے کہا:

Presented by Ziaraat.Com

"چلوان کے پاس چلیں۔"

ہم بیت ابراہیمؑ سے اڑ کر خانہ خلیل اللہ میں آئے اور اس چھوٹی سی دیوار پر اتر گئے جس کی اوٹ میں وہ نماز ادا کرتے تھے۔

وہاں سے ہم ان کے قدموں میں پہنچے اور قدم بوسی کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

ہمارے دل فرط محبت سے بے قابو ہوئے جا رہے تھے۔ انہوں نے اپنا مقدس ہاتھ شفقت سے ہمارے سروں پر پھیرا۔

میں نے ناشا کو وہاں سے اٹھنے کو کہا اور ہم دونوں اڑ گئے۔

اور کافی دیر تک فضاء میں بڑے نشاط اور سرور و انبساط سے آپس میں کھیلتے رہے۔

پھر ہم نے فضا ہی میں عروسی کی محفل رچائی۔ اس میں ہم نے آسمان میں تیرتے ہوئے بادلوں، نور خورشید میں پوشیدہ تاروں، سورج اور اس کی روشنی میں نہائے ہوئے چاند سیاروں اور تخلیق کے دوسرے شاہکاروں کو شریک کیا۔

یہ محفل خالص ہوا اور پاکیزہ فضا کے خوشگوار و وسیع برق راز میں منعقد ہوئی۔

پہلے ہم صرف چار کبوتر بیت ابراہیمؑ میں آباد تھے۔ پھر ہم دس ہو گئے، اور پھر بیس......! محبت کی ہزار ہا تعبیریں تھیں اور کبوتر بچوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔

بیت ابراہیمؑ میں سکونت کے دوران ہم نے خلیل اللہ کی مبارک ذات میں بڑے بڑے ایمان افروز خصائل کا مشاہدہ کیا۔

وہ بڑے عبادت گزار، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والے اور بہت غور و فکر کرنے والے تھے۔ ہم ایک چھوٹی سی مخلوق ہونے کی وجہ سے ان کے قرب خداوندی کے درجات کو تو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے تھے اور نہ ہی خالق کائنات کے بارے میں ہمیں ان کی معرفت کی گہرائی ہی کا کچھ اندازہ تھا۔ لیکن

Presented by Ziaraat.Com

جہاں تک ہمارے مشاہدے کا تعلق ہے، ہم نے انہیں تنہائی پسند، خلوت گزین اور دنیا کے جھمیلوں سے بے تعلق انسان پایا۔ وہ ہمیشہ اپنے پاکیزہ افکار میں مستغرق رہتے اور عموماً بارگاہ خداوندی میں دست بدعا رہتے۔ ایک بار انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ایک عجیب سوال کیا:

"رب ارنی کیف تحی الموتی" (مجھے دکھا کہ تو کس طرح مردوں کو زندہ فرماتا ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے کہا:

"اولم تومن" (ابراہیمؑ۔ کیا تمہیں ہماری قدرت کاملہ پر پورا ایمان نہیں؟) انہوں نے جواب دیا۔

"بلی. ولکن لیطمئن قلبی" (یقیناً ہے۔ لیکن میں (اپنے) قلبی اطمینان (میں دلائل وشواہد کے ذریعے مزید اضافہ) چاہتا ہوں)۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"فخذ اربعته من الطیر فصرھن الیک ثم اجعل علی کل جبل منھن جزءا ثم ادعھن یاتینک سعیا، واعلم ان اللہ عزیز حکیم"

"تو پھر چار پرندے انتخاب کرو (اور انہیں اپنے حسن تدبیر سے اپنے ساتھ مانوس کرلو)۔ پھر (انہیں اپنے پاس بلا کر) ان کے جسموں کو ریزہ ریزہ کر کے (قریبی) پہاڑیوں پر بکھیر دو۔ پھر انہیں آواز دو اور دیکھو (ہماری قدرت کاملہ سے کس طرح زندہ ہو کر) دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آتے ہیں۔"

تاشا بچوں کے ساتھ سوئی ہوئی تھی اور میں گھونسلے میں باہر بیٹھا تھا۔ اچانک ابراہیمؑ کا ہاتھ میری طرف بڑھا۔ میں نے خود کو ان کے دست مبارک میں جانے دیا۔

ان کے ہاتھ میں چھری تھی۔

وہ چھری میری گردن سے قریب ہوئی۔

میں اس کے صیقل شدہ نیلے پھل سے منعکس ہونے والی سورج کی شعاعیں

Presented by Ziaraat.Com

دیکھ رہا تھا۔ پھل کی سطح سے ہزاروں سورج بیک وقت منعکس ہو رہے تھے۔

تیز پھل میری گردن سے مزید قریب ہوا تو میری سپردگی میں بھی اضافہ ہوا۔

ناشا کی نصف چیخ بلند ہوئی۔

لیکن مجھے کچھ بھی محسوس نہ ہوا۔

پھر میں نے چھری کا پھل اپنے گلے سے لگتا ہوا محسوس کیا۔

آخری آواز جو میں نے سنی، میری بیوی کی فریاد کی چیخ تھی۔

پھر...... میں نے خلیل اللہ کے بلانے کی آواز سنی۔

اور اگلے ہی لمحے میں انکی جانب تین اور پرندوں کے ساتھ پرواز کر رہا تھا۔

ہم جلد ہی ان کے پاس پہنچ گئے اور پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ ان کی گود میں گر گئے۔

خلیل اللہ نے سجدہ شکر ادا کیا۔

وہاں سے رخصت ہو کر میں سیدھا اپنے گھونسلے میں گیا لیکن ناشا کو موجود نہ پایا۔ بچے بھوک سے بلک رہے تھے اور وہ غائب تھی۔ مجھے اس پر غصہ آیا اور میں نے اسے سبق دینے کا فیصلہ کر لیا۔

مجھے معلوم تھا وہ نہر کنارے والے درخت ہی پر ہوگی۔ جہاں ہم عام طور پر ایک دوسرے سے ملتے تھے۔

لہٰذا میں نہر کی طرف پرواز کر گیا۔

میں نے دیکھا کہ ناشا درخت کی ٹہنی پر بیٹھی نہر کی لہروں کے نظارے میں کھوئی ہوئی ہے۔ وہ بالکل بے حس و حرکت بیٹھی تھی۔ میں اس کے ساتھ والی ٹہنی پر اسکے پاس بھی آ بیٹھا لیکن وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوئی...... میں پریشان ہو گیا کہ:

اے خدا! اسے کیا ہو گیا ہے۔ کہیں بیمار تو نہیں ہو گئی۔ میں نے اس سے کہا:

''ناشی۔ یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہو؟''

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

لیکن وہ بدستور بے توجہ بیٹھی رہی۔ اس کی آنکھوں سے دو بڑے بڑے آنسو ڈھلک گئے اور وہ بولی۔

"میری تو عقل جواب دے رہی ہے۔ میں ابھی تک اس کی وہی باتیں سن رہی ہوں جو وہ ذبح ہونے سے پہلے میرے ساتھ کیا کرتا تھا۔"

مجھے اس کے ان الفاظ سے بڑا تعجب ہوا۔ میں نے اپنا بازو بلند کر کے زور سے اسے مارا۔ وہ میری طرف متوجہ ہوئی۔ لیکن جونہی اس کی نظر میرے چہرے پر پڑی، خوف وحیرت سے اس کی چیخ نکل گئی ...... اور وہ بڑبڑانے لگی۔

"پروردگار ...... یہ کیا ہے؟ ...... اور کیسے ممکن ہے؟"

"...... اور تم ......!" وہ کانپنے لگی۔ ...... پھر بڑی کوشش سے اپنے حواس بجالا کر مجھ سے پوچھا۔

"میرے حبیب۔ تم مر کر کیسے زندہ ہو گئے؟ تمہیں تو ابراہیمؑ نے ذبح کر دیا تھا ......!"

مجھے معاً ہی خلیل اللہؑ کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی وہ چھری یاد آ گئی جس کے صیقل شدہ نیلے پھل میں مجھے ہزار سورج نظر آئے تھے۔

لیکن میں نے اپنے ہوش وحواس قائم رکھے اور اس کی وحشت دور کرنے کے لئے اسے اپنے بازو میں لے لیا اور اس سے پوچھا۔

اچھا، مجھے بتاؤ تم نے کیا دیکھا۔ سب کچھ پوری تفصیل سے کہہ ڈالو۔" وہ بولی:

"ابراہیمؑ نے تمہیں تین دوسرے پرندوں کے ساتھ ذبح کر کے تمہارے جسموں کو ریزہ ریزہ کر دیا اور پھر ان ریزوں کو باہم مخلوط کر کے پہاڑوں پر بکھیر دیا۔"!

میں نے اس سے کہا:

"مجھے انہوں نے ذبح نہیں کیا۔ مجھے تو انہوں نے آواز دی تھی جس پر میں فوراً ان کے پاس پہنچ گیا۔" وہ بولی۔

www.Ziaraat.com
Sakeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

''مجھ پر یقین کرو جان من...... خلیل اللہ نے تمہیں میری آنکھوں کے سامنے ذبح کیا تھا......'' میں نے کہا:

''لیکن یہ دیکھو۔ میں تو زندہ سلامت تمہارے سامنے موجود ہوں۔'' وہ بولی:

''مجھے بالکل یقین نہیں آ رہا کہ تم زندہ ہو۔! او میرے خدا...... آہ میری زندگی!''

پھر وہ میرے سینے پر گر گئی۔

اچانک میرے ذہن میں پورا ماجرہ روشن ہو گیا:

چھری کی چمک، اس کی میری گردن تک رسائی اور پھر اس کی چبھن، اور اس کے بعد ناشا کی چیخ۔ یہاں تک تو مجھے بھی یاد تھا۔ اس کے بعد کی روداد مجھے ناشا نے یوں سنائی:

''خلیل اللہ نے تمہیں اور تمہارے ساتھ تین اور پرندوں کو ذبح کیا۔ پھر تم سب کے جسموں کو ریزہ ریزہ کر کے باہم ملا دیا۔ پھر وہ ٹکڑے انہوں نے قریبی پہاڑوں پر بکھیر دیئے اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ میں ان کے پیچھے گئی۔ راستے میں مجھے تمہارے جسم کا ایک ٹکڑا پڑا ملا تو وہیں رک کر رونے لگی۔ خلیل اللہؑ تو آگے بڑھ گئے لیکن میں کئی گھنٹے وہاں بیٹھی بلک بلک کر روتی رہی۔ پھر گھونسلے میں گئی لیکن وہاں نہ ٹھہر سکی اور نہر کے کنارے والے درخت پر آ کر بیٹھ گئی اور تمہاری یاد میں آنسو بہانے لگی۔ یہاں تک کہ تم اچانک میرے پہلو میں آ موجود ہوئے......'' ہم ایک گھنٹے سے زیادہ مصروف گفتگو رہے۔ ہمارے تاثرات بڑے دہشت انگیز تھے۔ ناشا تو کانپ کانپ اٹھتی اور بار بار کہتی تھی۔

''لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟ انہوں نے تو تمہیں میری کھلی آنکھوں کے سامنے ذبح کیا تھا...... میری بھی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا، میں بھی یہ سوچتا تھا یہ کیسے ممکن ہے۔''

یہ سوال ہمارے ذہنوں میں نہر کی موجوں کی طرح پیچ و تاب کھانے لگا۔ کہ

Presented by Ziaraat.Com

نہ وہ کناروں سے باہر نکل سکتی ہیں اور نہ کناروں کے اندر قید رہنا پسند کرتی ہیں۔

اچانک ناشا بول اٹھی۔

''لیکن کیا تمہیں یاد نہیں کہ خلیل اللہ نے اللہ تعالیٰ سے "رب أرني كيف نحي الموتى" کا سوال کیا تھا۔؟

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان کی خواہش پوری فرمائی اور انہیں کے ہاتھ سے تمہیں ذبح کروانے کے بعد ریزہ ریزہ کروا کے پہاڑیوں پر منتشر کروایا اور پھر انہی کے ذریعے تمہیں عدم سے واپس وجود میں بلوالیا.....'' میں نے کہا:

''ہاں لیکن خلیل اللہ نے تو "كيف نحي الموتى" کے سوال سے مردوں کے جی اٹھنے کی کیفیت دیکھنا چاہی تھی۔'' ناشا بولی:

''یہ درست ہے کہ خلیل اللہ غالباً مردوں کے جلائے جانے کے عمل کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے اور قدرت تخلیق کو برسرِ عمل دیکھنے کے آرزومند تھے۔ لیکن اس راز سے پردہ نہ اٹھایا گیا اور وہ صرف ''اِحیا'' ہی کا مشاہدہ کر سکے جبکہ ''عمل احیاء'' ان سے پوشیدہ رکھا گیا۔'' میں حیرت زدہ ہو کر خود سے پوچھنے لگا۔

''چار مختلف جنسوں کے چھوٹے بڑے پرندوں کے جسموں کے باہم مخلوط، دور دور تک بکھرے ہوئے باریک ریزے کس طرح ایک آواز پر اپنے اپنے سابق جسم میں متشکل ہوئے؟''

لیکن یہ سوال بھی نہر کی موجوں کے پیچ وتاب میں کھو گیا۔ کیونکہ جب خود خلیل اللہ بھی یہ نہ جان سکے تو میں کیسے جان سکتا ہوں۔

پھر میں نے اپنے دل کی طرف متوجہ ہو کر اس سے پوچھا۔

''آخر وہ کون سی طاقت ہے جس میں اتنی قدرت ہے کہ مردوں کو آواز دے تو بلاتاخیر زندہ ہو جائیں۔''؟

اس کے جواب میں ناشا بولی۔ آخر وہ میرا دل ہی تو ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

''وہ طاقت محبت کے سوااور کون سی ہوسکتی ہے؟ کیا تم بھول گئے ہو کہ ابراہیمؑ اللہ تعالیٰ کے خلیل اور اس کے محبوب دوست ہیں، اور اس سے پہلے وہ اس کے اشارے پر اپنے عزیز ترین فرزند کو ذبح کرنے پر تیار ہو گئے تھے۔ تو جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت میں بیٹے کو قربان کر سکتا ہے وہ یقیناً یہ قوت بھی رکھتا ہے کہ ریزہ ریزہ ہو چکے ہوئے پرندے کو بلائے تو وہ موت کی حدود کو پھلانگتا ہوا واپس اس کے قدموں میں آ گرے، اور ہر دو صورتوں میں کارفرما طاقت محبت ہی کی ہے۔''

''لیکن''...... میں نے بحر حیرت میں غوطے کھاتے ہوئے پوچھا۔ ''اس میں حکمت کیا ہے؟'' ناشا نے جواب دیا:

''میرے حبیب۔ اس کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔ میں تو صرف اتنا جانتی ہوں کہ محبت خدائی تصرفات کو بھی متاثر کر سکتی ہے۔ خلیل اطمینان مانگے تو مشیت خداوندی کو ناموس تخلیق کے چہرے سے بھی نقاب سرکانا ہی پڑتا ہے۔''

''اس نے تمہارے صد پارہ دل کو یکجا کر کے تمہیں بھی اطمینان بخشا......''

''اور تمہارے گم گشتہ اور معدوم وجود کو صحیح و سالم لوٹا کر مجھے بھی مطمئن اور ممنون و متشکر فرمایا۔''

''اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف، تمہیں میری طرف اور ابراہیمؑ کو اپنے نفس مطمئنہ کی طرف لوٹا دیا۔ اس سے زیادہ کیا چاہتے ہو؟''

میں نے کہا: ''ہاں...... ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ سے کتنی محبت ہے!''

وہ بولی: ''اور انہیں ہم دونوں سے کتنا پیار ہے!۔''

☆☆☆☆☆

Presented by Ziaraat.Com

حضرت یونسؑ اور مچھلی

میں وھیل ہوں۔ دیو ہیکل سمندری پستان دار جسے مچھلی کے ساتھ ظاہری مشابہت کی وجہ سے مچھلی بھی سمجھا جاتا ہے۔ میں نے دانستہ اپنے زمانے کے نبی یونسؑ کو نگل لیا تھا لیکن فوراً ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے تنبیہی ارشاد ہوا کہ اپنے شکم میں ہر طرح سے ان کی حفاظت کرو اور ایسا نہ ہو کہ جمادات کو تحلیل کر دینے والی تیز ہاضم رطوبتیں ان کے بدن کو نقصان پہنچائیں یا میرے معدے کا توڑ پھوڑ کا عمل ان کی کوئی ہڈی توڑ دیے۔ مجھے خبردار کیا گیا کہ وہ میرے شکم کی خوراک نہیں بلکہ میرا شکم ان کے لئے محفوظ پناہ گاہ اور عارضی مسکن ہے۔ وہ بہت بڑے عبادت گزار تھے۔

اور جب مجھے معلوم ہوا کہ وہ وقت کے نبیؑ ہیں تو میں بہت ہی فکر مند اور پریشان ہو گیا اور ہر ممکن طریقے سے انہیں اپنے نظام ہضم کی ناگزیر ساخت سے محفوظ رکھنے کی تدبیر میں سرگرم ہوا، اس مقصد کے لئے میں نے اپنی جان پر کھیل کر پورے تین دن فاقہ کیا تاکہ میرا شکم خالی رہے اور معدے کا عمل زیادہ سے زیادہ معطل رہے۔

مجھے یہ تو معلوم ہو گیا کہ یہ سب مشیت کی کارفرمائی تھی لیکن میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ یونسؑ کو میرے شکم میں عبادت کا انوکھا تجربہ کرانے میں کیا مصلحت کارفرما تھی۔

میرا اصل نام ''نون'' ہے۔ اسی نسبت سے یونسؑ کا لقب ''ذوالنون'' بھی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مرض الموت میں میرے جسم میں عنبر پیدا ہونے لگتا ہے۔ اس لئے مجھے "عنبر" بھی کہتے ہیں۔

میں نے سطح بحر پر اپنے جسم کی قوس بناتے ہوئے اپنا نام "نون" لکھا اور پھر پوری قوت سے اپنی دم کو پانی پر مارا جس سے بادلوں کی سی گرج پیدا ہوئی اور ہوا میں زلزلہ آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی میرے سینے سے فضا میں ایک فلک بوس آبشار پھوٹ پڑی۔

آبشار کا رخ ہمیشہ نیچے کی طرف ہوتا ہے۔ کیونکہ اوپر سے ہر چیز نیچے ہی کو گرتی ہے خواہ وہ مخلوقات کا عکس ہو یا درخت سے گرنے والا پھل یا بلندی سے اترنے والی آبشار......

لیکن وہیل کا سمندر میں عکس اوپر کی طرف الٹی آبشار کی شکل میں ہوتا ہے۔

ماضی بعید میں ہمارے دو ہاتھ ہوا کرتے تھے۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب ہماری بود و باش خشکی پر تھی۔ پانی میں آ کر ہم نے انہیں سینے کے تیز فوار سے اور دم کی تباہ کن ضرب سے بدل لیا۔ وہیل کے سینے سے آسمان کی رفعتوں کی طرف پھوٹنے والی ہر آبشار اس کا آبی ہاتھ ہے جو فضا میں بلند ہو کر خالق آب کی تسبیح کرتا ہے۔

میں نے اپنی دم کو دوبارہ پانی پر مارا اور اس سے پیدا ہونے والی فلک شگاف گرج کو سننے لگا جو تیز ہوا کے دوش پر سوار پہلی گرج کے تعاقب میں افق کی طرف رواں تھی......

رخسار آب پر لگا ہوا میری مہیب دم کا روح فرسا طمانچہ دور دور تک سنا جاتا ہے اور اس کی دہشت سے ہزار ہا آبی مخلوقات کے زہرے آب ہوتے ہیں۔

لیکن یہی تباہ کن آبی قوت خالق قوت کی عظمت و ہیبت کے سامنے ایسے لرزتی ہے جیسے طرح طوفانِ صرصر کے سامنے پر ماہ۔

www.Ziaraat.com
Sakeena-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

سمندر میں قوت و جبروت کے ہر مدعی کے لئے پیغام اجل ہوں لیکن سمندر کے خالق کے حضور میں سمندر میں ٹپکنے والے بارش کے ناچیز قطرے سے بھی ناچیز تر ہوں......!

میں سمندر کا وہ ناقابل تسخیر عفریت ہوں جس کے سر پر موج اور اس میں آباد جملہ مخلوقات کی حکمرانی کا تاج ہے۔ جسے میں نے سطح آب پر پھیلی ہوئی سفید جھاگ کی چمک اور تہہ آب پر اُگی ہوئی سدا بہار نباتات کی سر سبزی سے بنایا ہے۔ اس سے مجھے پانی کی سطح کی حکمرانی بھی مل گئی ہے اور اس کی گہرائیوں پر بھی سلطانی حاصل ہو گئی ہے۔ جھاگ کے وجود کی سچائی اور تہہ کی سر سبزی کی سدا بہار حقیقت دونوں ہی میرے تاج کی زینت ہیں۔

اور جب طاقت کی بات ہو رہی ہو تو سچائی اور حقیقت کے ذکر کے بغیر وہ مکمل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ان سے بڑی اور کوئی طاقت کائنات میں موجود نہیں۔

مجھے سمندروں پر حکمرانی میری اس قوت و قدرت کی وجہ سے ملی ہے جو ان کی نیلی وسعتوں کی سطح اور ان کی اتھاہ گہرائیوں میں پُر اعتماد برق رفتاری پر مجھے حاصل ہے۔

اور یہ قوت و قدرت مجھے اس قوت کاملہ اور قدرت مطلقہ کی طرف سے مجھے مرحمت ہوئی ہے جس کی حقیقت کو سمجھنے سے میں قطعاً قاصر ہوں لیکن جس کے حضور میری پیشانیٔ وجود ہمیشہ سجدہ ریز رہتی ہے۔

میں نے اپنی دم کو حرکت دی اور تیر کی سی تیزی سے سمندر کا سینہ چیرنے لگا۔

دنیا کے تمام چھوٹے بڑے اور ٹھنڈے گرم سمندر میرا گھر ہیں اور میرے نیچے افق سے افق تک پھیلی ہوئی نیلاہٹ کی تہیں اوراق ہیں جن پر میں اپنی داستان تحریر کرتا ہوں۔ دراصل پانی پر لکھنے اور پانی پر چلنے سے بڑا آسمانی نشان اور کوئی نہیں۔ پانی پر انبیاء کے علاوہ کوئی نہیں چل سکتا۔ کیونکہ صرف سچائی ہی پانی پر

Presented by Ziaraat.Com

چل سکتی ہے۔لیکن خشکی پر ہزاروں بے بنیاد جھوٹ رینگتے پھرتے رہتے ہیں۔

علاوہ ازیں پتھر کی تحریر ہر ایک کے لئے اپنے نقوش چھوڑ جاتی ہے لیکن پانی کی تحریر نئی لہر کے نیلے صفحے کے نیچے چھپ جاتی ہے اور راز سمندر کی تہوں میں اتر جاتا ہے اور پانی میں محفوظ ہو کر دوام پالیتا ہے۔

اور یہی چیز پانی کی عظمتِ مستعار کا راز بھی ہے......

میں نے عظمت کو مستعار کہہ دیا......اور غلط نہیں کہا کیونکہ کائنات کی کسی بھی عظیم سے عظیم مخلوق کو یہ بھی دعویٰ نہیں کہ اس کی عظمت ذاتی ہے بلکہ اسے اس حقیقت کا ادراک حاصل ہے کہ وہ اسے عظمت و جلال کے مبدءِ حقیقی ہی سے مستعار ملی ہوئی ہے۔ نیز اسے تہہ دل سے یہ بھی تسلیم ہے کہ آخر کار وہ فانی ہے اور طوعاً کرہاً لحظہ بلحظہ موت کی طرف رواں ہے۔

لیکن انسان اپنے اشرف المخلوقات ہونے کے زعم میں یہ سب کچھ ماننے کو تیار نہیں۔وہ ہر مستعار عظمت کو ذاتی اور ہر عارضی نعمت کو دائم سمجھ کر آپے سے باہر ہو جاتا ہے، اور خصوصاً جب اسے بادشاہت مل جاتی ہے تو پھر تو اس کے غرور کا کوئی ٹھکانا ہی نہیں رہتا اور بعض اوقات تکبر میں آکر "انا ربکم الاعلی" کے دعوے سے خلق خدا پر اپنی خدائی مسلط کرنے لگتا ہے۔کائنات کی عاقل ترین مخلوق ہوتے ہوئے بھی اس کے فانی سر میں بقاء و دوام کا جاہلانہ سودا سمایا ہوا ہے۔ مجھے اس کی مجموعہ واضداد فطرت پر بڑی حیرت ہے۔اگر میرا اتنا بڑا وحشی منہ خندہ استہزاء کر سکتا تو میں ضرور اس پر ہنستا۔لیکن میں ہنستا نہیں۔میں تو اسے سنجیدہ اور پر شکن ماتھے کے ساتھ ایک تیکھی نگاہ ہی دے سکتا ہوں۔!

مجھے انسان بالکل پسند نہیں......کسی بھی وہیل کو انسان پسند نہیں۔ہمارے اور انسان کے درمیان پرانی دشمنی ہے جس کی تفصیل میں عنقریب بیان کروں گا۔

مجھے جب بھی اس کی یاد آتی ہے تو میرا خون کھول اٹھتا ہے اور میں غصے میں

Presented by Ziaraat.Com

دیوانہ ہو کر پانی میں غوطے لگانے لگتا ہوں۔

تہہ پر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد میں نے سطح پر آ کر ایک بہت اونچی جست آسمان کی طرف لگائی۔

یہ جست وہیل کا سجدۂ عبادت ہے۔ انسان تو زمین پر جھک کر سجدہ کرتا ہے لیکن وہیل آسمان کی طرف جست لگا کر سجدۂ خالق بجالاتا ہے۔ کیونکہ اس کی زمین کہکشاؤں بھرا آسمان ہی ہے۔

بعض اوقات میں قطب شمالی کے قریب بحر پیمائی کرتا ہوں جہاں سورج نہ آنکھ جھپکتا ہے نہ غروب ہوتا ہے۔ وہاں سے وہ زرد رنگ کی سنہری ٹکیہ کی صورت سبز پانی کی وسعتوں میں جابجا منعکس نظر آتا ہے۔ پانی میں تحلیل ہوتی ہوئی سورج کی روشن ٹکیہ اکیلے پن کا تصور دیتی ہے۔

کیونکہ بڑوں کے لئے تنہائی جیسا ساتھی کوئی نہیں!

اور آسمان میں سورج جیسا بڑا کوئی نہیں!

اور زمین پر عنبر وہیل جیسا بڑا کوئی نہیں۔

دنیا کے وسیع سمندروں میں تیرتے پھرتے عنبر وہیلوں میں سے یونسؑ کو نگلنے کے لئے مشیت ایزدی نے مجھے منتخب فرمایا۔

مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ نبی ہیں۔ اس کا تو انہیں نگل لینے کے بعد مجھے پتہ چلا۔

مجھے اعتراف ہے کہ یہ میری طویل آبی زندگی کا سخت ترین اور آخری تجربہ تھا۔ دنیا میں کوئی ایسا وہیل موجود نہیں جس کے ماتھے پر قطرات انفعال منجمد ہو کر موتیوں کی صورت نکلے ہوں اور نہ کوئی وہیل آپ کو محبت میں اسیر ہو کر روتا ہوا ملے گا۔

یہ صرف میں ہوں کہ جس کے ماتھے پر بھی جمے ہوئے موتی آپ کو ملیں گے اور جس کی آنکھیں بھی آپ کو محبت میں اشکبار نظر آئیں گی۔

Presented by Ziaraat.Com

میں نے بہت احتیاط کی کہ میری سمندری رعایا مجھے روتے ہوئے نہ دیکھ لے کیونکہ مجھے گوارا نہ تھا کہ میری ہیبت کا علم جو ازل سے آبی دنیا پر رہا ہے، میری معمولی سی لغزش سے سرنگوں ہو جائے۔

میرا بدن جس کا طول عرض ایک اوسط درجے کے جزیرے جتنا اور وزن سینکڑوں چٹانوں سے بھی زیادہ ہے اور اس پر مستزاد سمندر کی وسعتوں میں میری دہشت ناک برق رفتاری ہے، یقیناً اس قابل ہے کہ وحشی ترین سمندری مخلوق اور خوفناک ترین شارک مچھلیاں اس سے سہمی رہیں اور مجھے ایک نظر دیکھ لینے کے بعد بھی اگر ان میں بھاگنے کا یارا باقی رہے تو بدحواسی میں نوکیلی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں۔

لیکن اس کے باوجود بھی میں رویا۔

اور مجھ میں اونچی جست لگانے کی ہمت نہ رہی۔

مجھ پر گزرنے والے حادثے نے میرے حواس کو بری طرح متاثر کیا حتیٰ کہ میں بیمار ہو گیا اور میری انتڑیوں نے عنبر بنانا شروع کر دیا۔

وہیل کے نظام ہضم میں عنبر اس وقت بننا شروع ہوتا ہے جب وہ مرض الموت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

شدت مرض میں میرا سر گھومنے لگا اور میری دم میں نصف "نون" لکھنے کی بھی طاقت نہ رہی۔ فرط ضعف سے میں سطح آب پر اپنی معمول کی سبک سیری بھی قائم نہ رکھ سکا۔

لیکن میں صفحۂ آب پر اپنی سرگذشت حیات تحریر کرنے سے غافل نہیں رہا۔

جب ایک صفحہ لکھ چکتا تو لہر اس پر نیا صفحہ بچھا دیتی۔

اور اس طرح تحریر کے اسرار پانی کی تہوں میں محفوظ ہوتے رہتے۔

جب سمندر ابھی بچہ ہی تھا اور اس کے پانی میں نہ شوریت ہی پیدا ہوئی تھی

Presented by Ziaraat.Com

اور نہ اتنی نیلاہٹ، تو میرے اجداد کی بودوباش خشکی پر تھی...... عین ممکن ہے کہ:

میرے اس طویل عریض مہیب جسم میں کسی مقام پر مرورِ وقت سے دھندلاتی ہوئی یادداشت کے کسی کونے میں۔ روغن ماہی کے کسی نامیاتی ذرے اور میرے گوشت، خون اور اعصاب کے کسی خلیے کی گہرائیوں میں آپ کے وجدان کو میرے قبل از تاریخ جسم کا ہیولا مل جائے۔

اس عہد میں کرۂ ارضی کی ہیئت وصورت کا جو تصور پشت در پشت سے سینہ بسینہ مجھ تک منتقل ہوا ہے اس کے مطابق اس کی شکل کچھ یوں بنتی ہے:

سرمئی رنگ کی زمین زیادہ تر لہر میں ڈوبی ہوئی ہے اور اس پر جا بجا بھڑکے ہوئے آتش فشاں پہاڑ ہیں جن کے دھانوں سے زردی مائل ارغوانی بخار سے فضا دھک رہی ہے۔ زمین پر ہمارے دیوہیکل اجداد دندناتے پھر رہے ہیں۔ ان کے ساتھ عظیم الجثہ ڈائنا سور بھی ثقل رفتاری سے رینگ رہے ہیں۔

میرے اجداد ڈائنا سوروں سے جسم، طاقت، عقل ہر چیز میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ خوراک بھی ان کی ڈائنا سوروں سے ضرور زیادہ ہی رہی ہوگی۔ لیکن ان میں تدبیر اور سلیقہ تھا اور زمین کے تیزی سے بدلتے ہوئے طبعیاتی ماحول سے نباہ کرنے کی مناسب صلاحیت موجود تھی جبکہ ڈائنا سور کو صرف ہر وقت بے تحاشا کھاتے رہنے کی دھن تھی۔ کھوپڑی تو ان کے جسم میں گویا تھی ہی نہیں تھی۔ عقل ان کی بہت ہی چھوٹی اور خوراک کی مقدار بہت ہی بڑی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ تباہ کن قدرتی آفات کا جو اس زمانے میں عام تھیں مقابلہ نہ کر سکے اور جلد ہی میدان حیات میرے اجداد کے لئے خالی کر کے صفحہ ہستی سے ناپید ہو گئے۔

ہمارے لئے بھی خشکی میں بقاء کا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا۔ کیونکہ ہزارہا قسم کی چھوٹی چھوٹی مخلوقات بھی ہمارے سامنے تیزی سے بڑھ رہی تھی جو اپنے چھوٹے جسم اور تیز حرکت کے سبب آسمانی تباہ کاری کے دوران کونوں کھدروں میں چھپ کر

Presented by Ziaraat.Com

اپنی حفاظت کر سکتی تھیں۔

لیکن سب سے زیادہ اندیشہ ہمیں اس نئی مخلوق سے تھا جو انسان کے نام سے زمین پر ظہور کرنے والی تھی۔

اس نوع کی صورت وہیئت اور جسمانی ساخت کا ہمیں کوئی تصور یا اندازہ نہ تھا لیکن زمینی ماحول واضح طور پر اس کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھا۔

ہم اس کے بارے میں بڑی پراسرار اور ولولہ انگیز خبریں سنتے تھے، ملائکہ اس کا ذکر محبت وعقیدت اور بعض اوقات بڑے احترام سے کرتے تھے۔

اور زمین تو گویا عروس کی طرح سج دھج کر آنے والے دولہا کیلئے منتظر بیٹھی تھی......

پھر اس کی آمد سے ذرا پہلے زمین پر بسنے والی وحشی زندگی انتہائی ہولناک تشنہی حوادث سے دو چار ہو گئی۔ کچھ معلوم نہیں کہ حیوانات کی مختلف انواع و اجناس کے درمیان کس وجہ سے دفعتاً ہی غضب و عداوت کی ایسی تباہ کن آگ بھڑک اٹھی کہ وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو کر آپس کی نسل کشی پر تل گئے اور زمین پر کشت وخون کا وہ بازار گرم ہوا کہ بے شمار انواع وحوش نابود ہو گئیں۔

فنائے عام کے اس معرکہ کارزار میں بڑی مخلوقات میں سے صرف میرے اجداد زندہ بچے۔ تمام متحارب انواع وحوش میں وہ سب سے زیادہ طاقتور اور باتدبیر تھے اس لئے میدان انہی کے ہاتھ رہا۔

اس عظیم خونریزی نے عروس گیتی کی مانگ میں سیندور تو ضرور بھرا لیکن زمینی رزق کے وسائل بھی تباہ کر دیئے کیونکہ تمام انواع وحوش کی خوراک کا جزءِ اعظم ایک دوسرے کا گوشت ہی تھا۔

خشکی پر رزق کی نایابی کی وجہ سے ہمارے اجداد نے سمندر میں زندگی کرنے کے تجربات شروع کر دیئے۔ کبھی وہ خوراک کی تلاش میں پانی میں غوطہ لگاتے اور کبھی اس کی سطح پر تیرنے کی مشق کرتے۔ کیونکہ ان کے سامنے اب دو ہی راستے

Presented by Ziaraat.Com

تھے۔ یا خشکی پر رہ کر بھوک سے ختم ہو جائیں اور یا سمندر میں اتر کر زندگی کا نیا تجربہ کریں جو اگر کامیاب ہو گیا تو بھوک اور تنگی رزق سے نجات کی راہیں کھل جائیں گی کیونکہ وہاں رزق وافر اور میدان حیات بہت وسیع تھا اور اگر ناکام ہوا تو خشکی ہی پر رہنے کے انجام سے بدتر کیا ہوگا۔

بہر حال ہم پانی میں اتر گئے۔ اس وقت ہمارے ہاتھ پیر و سر، ناک وغیر سب کچھ موجود تھا۔

لوگ کہتے ہیں کہ وہیل مچھلی ہی کی ایک قسم ہے۔ لیکن میری جنس کے لئے اس سے زیادہ توہین انگیز کوئی لفظ نہیں۔ ہمارا مچھلی کی کسی بھی جنس سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ ہمارا خون گرم ہے جبکہ سب مچھلیاں سرد خون ہیں وہ انڈے دیتی ہیں جبکہ ہم نہ صرف بچے پیدا کرتے ہیں بلکہ انہیں اپنا دودھ بھی پلاتے ہیں۔

ہم پستاندار مخلوق ہیں جو کسی زمانے میں زمین پر آباد تھی۔ پھر ہم نے انسان کی آمد پر اس کی سکونت کے لئے زمین خالی کر دی۔

معاف کیجئے۔ انسان کے ذکر پر میرا خون ابلنے لگتا ہے اور میں غصے سے بے تاب ہو کر پانی میں ڈبکی لگا دیتا ہوں۔

جب میرے اجداد پانی میں رہنا سیکھ گئے اور سطح پر تیز رفتاری سے تیرنے اور گہرائیوں میں چابکدستی سے اترنے کی انہیں مشق ہو گئی تو ہاتف غیبی نے ان سے کہا۔

خوش رہو اے کائنات کی عظیم ترین مخلوق......! سمندروں پر حکمرانی تمہاری ہو گی لیکن انسان سے خبردار رہنا۔ وہ تمہارے ساتھ وہاں بھی جھگڑے گا۔ زندگی میں بھی تم پر حملہ آور ہو گا اور موت کے بعد بھی تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ زندگی میں وہ شکار کے شوق میں تمہاری جانوں سے کھیلے گا اور مرنے کے بعد تم اس کے لئے خوشبو مہیا کرو گے، اس کے چراغوں کو روشنی دو گے اس کے بچوں کی خوراک بنو گے اور اس کی بیماریوں کے لئے دوا کا کام دو گے۔

Presented by Ziaraat.Com

سمندر میں ہمارا اُترنا ذلت یا بے عزتی کی وجہ سے نہ تھا اور نہ ہی بلا وجہ تھا۔ ہم باعزت طور پر اس میں منتقل ہوئے بالکل ایسے ہی جیسے انسان زمین پر وارد ہوا تھا۔ نیز ہمیں ضرورت یہاں لائی کیونکہ خشکی پر ہمارے لئے خوراک باقی نہیں رہی تھی اور پانی میں چونکہ اس کا رقبہ خشکی سے کم از کم چار گنا ہے، خوراک بھی خشکی سے چار گناہ زیادہ ہے اور اسی نسبت سے یہاں ہمارے پھلنے پھولنے کے مواقع بھی خشکی سے چار ہی گنا زیادہ ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ زمین پر انسان کی آمد ہماری ہجرت کا بہانہ بنی لیکن ہمارے ساتھ دشمنی کی بنیاد اس نے خود اپنے معاندانہ تصرفات سے ڈالی۔ بس پھر ہمارے دل میں بھی اس کی دشمنی جڑ پکڑ گئی۔ یہ اور بات ہے کہ ہم اس سے کچھ دہشت زدہ بھی تھے۔ عقلمندی کا بھی تو یہی تقاضا ہے کہ اپنے دشمن کو کمزور سمجھ کر اس سے غافل نہ رہا جائے۔

یہ ہزاروں لاکھوں سال کی بات ہے۔

اس دوران ہمیں ہاتھوں کی ضرورت نہ رہی۔ ہمارے پیروں، سر اور ناک وغیرہ میں بھی ماحول نے ترمیم کر دی اور آبی زندگی کے تقاضوں کے مطابق ہمارے جسم میں مناسب اور ناگزیر تبدیلی آ گئی۔ آخر کار خشکی کے قدیم عفریت نے دیوہیکل وہیل کی صورت اختیار کر لی۔

مجھے یہ سب کچھ میری ماں کے رحم میں ایک خلیے نے بتایا تھا۔

مجھے یاد نہیں میں کہاں پیدا ہوا تھا۔ لیکن باپ کا چہرہ مجھے خوب یاد ہے۔ اس کی وفات سمندری حکومت پر میری تخت نشینی کے روز ہوئی تھی۔ اس کا منہ سفید، چہرہ بارعب، کوہان اونچی اور دم بہت مضبوط اور طاقتور تھی۔ اس کے جسم کی لمبائی ۹۰ میٹر سے نصف میٹر زائد تھی۔ میری ماں اس کی تیسری بیوی تھی۔ وہ صرف ۲۵ میٹر لمبی تھی اور بڑی خوبصورت اور خوش اندام تھی۔ رنگ اس کا کھلتا ہوا خاکستری تھا وہ بڑی مثالی ماں تھی۔ میں نے اسے کبھی مسکراتے یا اپنے باپ کو بھی ہنستے نہیں دیکھا۔ میں

Presented by Ziaraat.Com

نے ایک روز اپنے والد سے پوچھا۔

''وہیل کو ہنسی کیوں نہیں آتی۔ اس نے جواب دیا۔

خاموش! کبھی وہیل جیسی وجبروت والی مخلوق بھی ہنستی ہے؟

پھر اس نے میری والدہ کو گوشہ چشم سے بڑی غصیلی نگاہ سے دیکھا اور چیخ کر کہا۔

''تیرا بیٹا بڑا نرم دل واقع ہوا ہے۔ خدا تجھے غارت کرے'' میری ماں سہم گئی اور مجھے وہاں سے بہت دور لے جا کر سرگوشی میں بولی۔

''میرے پیارے بیٹے۔ تو وحشی مخلوق ہے۔ اس طرح نرم دلی اختیار کر کے کہیں اپنے ماں باپ کو ذلیل نہ کر دینا''۔

میرا بچپن بڑا خوش وخرم تھا جس میں بعض اوقات میرے باپ کی غضبناک نظریں اور اس کے وحشیانہ تبصرے کچھ تلخی پیدا کر دیتے تھے۔

ولادت کے وقت میرا قد ساڑھے دس میٹر سے کچھ زیادہ تھا۔ میرے والد نے میرے گرد گھوم کر میری وحشیت کا جائزہ لیتے ہوئے کہا تھا:

''قد کاٹھ تو اس کا ٹھیک ہی ہے۔ اس کا سفید رنگ بھی مجھے پسند ہے۔ خدا کرے کہ یہ اپنے باپ پر جائے۔

یہ میرے بارے میں اس کا اولین تبصرہ تھا۔ اس کے بعد وہ سمندر میں غوطہ لگا گیا۔

میرے والد کی درشت مزاجی سے ساتوں سمندروں کی مخلوق واقف تھی۔ وہ اپنی قوت وہیبت برق رفتاری کی وجہ سے مشہور تھا۔ یہ تینوں صفات، درشت مزاجی، قوت وہیبت اور برق رفتاری وحشی سمندری مخلوق اور بالخصوص سرداری کے اہل افراد کے لئے لازمی اہمیت کی حامل ہیں۔

ذرا بڑا ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرا والد تمام سمندروں کا بادشاہ ہے۔

سولہ ماہ رحم مادر میں گزارنے کے بعد میں نے چھ مہینے اپنی ماں کے دودھ پر

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

پرورش پائی۔ ان چھ ماہ کے دوران میں نے اپنے والدہ کو صرف دو بار دیکھا۔ ان دونوں مجھے اپنی ماں سے بہت محبت تھی جبکہ باپ سے مجھے صرف ڈر لگتا تھا میری ماں بڑی محبت کرنے والی اور نرم دل کی تھی۔ میں نے اسے صرف ایک بار اس وقت غصے میں دیکھا تھا جب مجھ پر بہت سی شارک مچھلیوں نے حملہ کر دیا تھا۔ پہلے تو میں نے سمجھا کہ وہ میرے ساتھ کھیلنے کے لئے آئی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ میرے بزرگوں نے انسان کے ساتھ بھی اسی طرح دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہو گا لیکن بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ میری جان کے درپے ہیں۔ وہ مجھ پر بار بار جھپٹیں اور اپنے تیز دانتوں سے میرا نازک بدن نوچتیں میں ابھی شیر خوار تھا جسکا قد دس میٹر سے کچھ ہی زیادہ تھا۔ میں وحشیوں کی پوری فوج کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا لہٰذا میں نے خوفزدہ ہو کر اپنی ماں کو مدد کے لئے پکارا۔ وہ تیر کی سی تیزی سے پانی کو شگافتہ کرتی ہوئی آن پہنچی اور غضبناک ہو کر اپنی دم کو پنکھے کی طرح بے تحاشا چاروں طرف مارنے لگی۔ اپنی اندھا دھند اور پے درپے ضربوں سے اس نے سمندر میں ہلچل مچا دی۔ میں نے بڑی ہیبت اور دلچسپی سے شارکوں کی دھجیاں اڑتی دیکھیں۔ آخر کار وہ سب بھاگ گئیں اور انہیں میری دم کے گوشت کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے سے زیادہ کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ اس زخم کا نشان شارکوں کے حملے کی یادگار اور میری شناخت بن گئی اور ساری عمر شارک دشمنی کی آگ میں سلگتا رہا۔ پھر جب میں جوان ہو گیا تو جب کبھی اس زخم کے نشان میں مجھے تپش محسوس ہوتی تو میں اسے شارکوں کے خون اور گوشت سے ٹھنڈا کرتا تھا۔ شارکوں کی پوری نسل نے دیکھ لیا کہ مجھے قرضہ چکانا کتنا اچھا لگتا ہے۔ انہیں مجھ پر چند لحظوں کی یلغار اور میری دم کی ایک چھوٹی سے بوٹی اتنی مہنگی پڑی کہ سالہا سال وہ میری ہیبت سے لرزہ براندام اور اپنی موت کے خوف سے بے خواب رہیں۔ اس زمانے میں جب بھی سمندری مخلوق کو میرے آنے کی خبر ہوتی تو وہ بدحواس ہو کر چیختے۔

Presented by Ziaraat.Com

''وہ آ گئی سمندری بلا۔وہ آن پہنچا دم کٹا سفید عنبر''۔

اور وہاں سے غائب ہو جاتے۔

میری شیر خوارگی کے ایام ختم ہونے کو تھے کہ ایک دن میرا والد آیا اور میری دم کی طرف اشارہ کر کے اس نے میری ماں سے پوچھا۔

''یہ اس کی دم کو کیا ہوا''

میری والدہ پہلے تو گھبرائی لیکن پھر فوراً ہی خاطر جمع کر کے اس نے کھل کر جواب دیا۔

اپنے عظیم والد کی عظیم خوبیوں کے حامل میرے عظیم نور نظر پر ایک دن شارکوں کی فوج ٹوٹ پڑی تھی۔ میرے والد نے پوچھا۔

''تفصیل سے بتاؤ......پھر اس نے کیا کیا؟''میری ماں بولی:

''وہی کچھ جو ایک عظیم وحشی باپ کے عظیم وحشی بیٹے کو کرنا چاہئے۔''میرے باپ نے اپنی دم کو زور سے پانی پر مارا اور بولا:

''خدا کا شکر ہے کہ یہ میری توقعات پر پورا اتر رہا ہے''۔

پھر وہ میری طرف مخاطب ہو کر پرجلال لہجے میں بولا۔

''چلو ننھے وحشی۔اٹھو۔اب دودھ کا زمانہ ختم ہوا۔کل سے تمہارا سبق شروع ہے''۔

مجھے بڑا تعجب ہوا کہ میرے باپ نے اتنی آسانی سے میری ماں کی اتنی ناقابل یقین بات کو سچ سمجھ لیا کہ میں نے شیر خوارگی کے ایام میں شارکوں کے پورے جھنڈ کو شکست دیدی۔ مجھے یقین ہے کہ اگر اسے پتہ چل جاتا کہ میں نے ان کے ڈر سے چیخ چیخ کر ہلکان ہو گیا تھا تو پھر میرا اور میری ماں کا برا حشر ہوتا۔اس دن مجھے پتہ چلا کہ ماں اپنے بیٹے کے لئے اپنے شوہر تک کو کتنا بڑا فریب دے سکتی ہے۔!

اس وقت تو اس نے اپنے عاجلانہ جواب سے مجھے بھی اور خود کو بھی میرے والد کے غضب سے بچا کر حیران کر دیا لیکن بعد میں بتایا کہ ایسا کرنا ضروری تھا

Presented by Ziaraat.Com

کیونکہ اگر اسے صحیح واقعے کا علم ہو جاتا تو وہ اپنی دم کی ایک ہی ضرب سے میرا کام تمام کر دیتا۔ اس سے پہلے وہ تین عنبر بچوں کا جو اس کی دوسری بیویوں سے تھے، ضعیفی کے جرم میں کام تمام کر چکا تھا۔ اس کا کہنا تھا۔

''وحشی کی خفیہ موت اس کی ذلت کی موت سے بہتر ہے۔''

میں بتا چکا ہوں کہ مجھے اپنی ماں سے اپنے باپ کے مقابلے میں زیادہ پیار تھا.....لیکن ماں کی محبت کی یہ مدت چھ ماہ کی رضاعت تک ہی چلی اور پھر والد کی طرف منتقل ہو گئی اور دو سال جاری رہی جو میری تربیت کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد ماں کی محبت سمندر کی گہرائیوں میں ڈوب گئی اور باپ کا پیار موجوں کا جھاگ بن کر کسی دور دراز نامعلوم ساحل کی طرف نکل گیا۔ پھر ہر قسم کی محبت اور عاطفے سے آزاد ہو کر میں پورا وحشی بن گیا۔!

اس کے بعد کون تھا جو میرا سامنا کرتا یا میری موجودگی میں تیرنے کی جرأت کرتا یا میری بو پا کر یا میرے آنے یا گزرنے کی خبر سن کر اپنے ہوش و حواس میں رہ سکتا۔ مجھے دیکھ کر بھی اگر کوئی مخلوق ہوش و حواس قائم رکھتی تو میں اسے اپنی جناب میں ایک بڑی گستاخی اور فوری سزا کا متقاضی ایک ناقابل معافی جرم سمجھتا۔!

ایسے ہر گستاخ کو میں تیزی سے جالیتا، اور دم کی ایک ہی ضرب سے اس کے پرخچے اڑا دیتا، اور پھر انہیں اپنے کھلے ہوئے منہ کے راستے پیٹ میں پہنچا دیتا۔

موسیقی کی حرکات جیسی یہ تین متصل حرکات قبل اس کے کہ شکار کو پتہ چلے، پلک جھپکنے میں ختم ہو جاتی تھیں۔

بعض اوقات میں اپنا منہ کھول کر کسی ایک طرف کو چل دیتا اور میرے گزر جانے کے بعد پانی پُر سکون ہو کر موت کا سکوت اختیار کر لیتا کیونکہ راستے میں موجود تمام زندہ مخلوقات میرے معدے میں غائب ہو جاتیں۔

میرے مقابل میں آنے کی جرأت کرنے والا میرے شکم میں زندہ درگور ہو جاتا۔

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

میں اسے سالم نگل لیتا تا کہ میرے معدے میں جا کر آرام سے مرے۔ پھر میں آسمان میں عمودی جست لگا کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتا اور اس سے رضا کی بھیک مانگتا...... اس کی عظمت و ہیبت سے میرا انگ انگ لرز رہا ہوتا۔

یہ قدرتی امر تھا میں اور میرے ساتھی طالبعلم اپنے استاد (میرے والد) سے سب سے پہلے دم کا استعمال سیکھیں جو ہماری تربیت کا اولین درس تھا۔

ہماری تربیت گاہ شمالی سمندر کا وہ وسیع علاقہ تھی جہاں برف کے کوہ پیکر تودے خندہ استہزاء کے ساتھ ہمارے بازی گرانہ کرتب دیکھتے۔

ہم چھ نر وہیل زیر تربیت تھے۔ ہمارا استاد میرا درشت مزاج والد تھا جو اپنے شاگرد کی ادنیٰ سی غلطی پر اپنی دم سے اس کی پٹائی کرتا۔ دم کی ضرب میں بہر حال وہ شدت نہ ہوتی جو حریف کیلئے مختص ہوتی ہے۔ لیکن اسکی ہلکی سی ضرب سے بھی کئی کئی راتیں نیند آنکھوں سے قریب نہ پھٹک سکتی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ضرب والی جگہ خواہ وہ سینہ ہو یا پہلو، پشت ہو یا سر، دھکتے ہوئے آتش فشاں کے نیچے پس رہی ہے۔

تربیت کے ابتدائی سخت دنوں میں میں نے بڑی حسرت سے اپنی شیر خوارگی کے ایام کو یاد کیا جب میری ماں عموماً خوابیدہ آنکھوں سے پہلو کے بل سمندر کی وسعتوں میں تیر رہی ہوتی اور میں جونک کی طرح دھرا ہوا اس کی چھاتی سے چمٹا ہوتا۔

میری نظریں ماں کے پستان پر نہ ہوتیں بلکہ میں ٹکٹکی باندھے دور افق میں کچھ دیکھ رہا ہوتا۔ گویا میں دو زندگیاں جی رہا تھا۔ ایک جسمانی زندگی غور و فکر سے مبرا خالص وحشیت سے عبارت تھی، اور دوسری روحانی زندگی جس میں ہمیشہ سے غور و فکر اور محبت و سلامتی کی حکومت رہی ہے لیکن پستان مادر سے دودھ چوستے وہیل بچے کو صرف جسمانی اور وحشی زندگی ہی جینا چاہیئے کیونکہ میرے والد کے عقیدے میں افق کے اس پار سے آنے والے امن اور محبت و سلامتی کے حامل افکار و تخیلات اس کی وحشی شخصیت کے لئے زہر قاتل ثابت ہوتے ہیں، میں بتا چکا ہوں

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

کہ میرے والد نے ایک دن فصی کے بارے میں میرے ایک معصومانہ سوال پر میری ماں کو ڈانٹ دیا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ مدت شیر خوارگی کے اختتام پر تربیت شروع ہوتے ہی میرے ذہن میں ''افق پار'' سے آنے والے امن وسلامتی کے خیالات کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور میں خالص وحشیت کی منزل کو چل پڑا۔

میں مانتا ہوں کہ میں اپنے باپ سے ڈرتا تھا لیکن یہ بھی بلاشبہ صحیح ہے کہ اپنی ماں سے بھی مجھے بیحد پیار تھا۔ ایک دن میں اپنی ماں کی محبت کی یادوں میں کھویا ہوا تھا کہ میرا درشت خو والد اور استاد کو...... جیسے کہ اسے میرے دل کا حال معلوم ہو گیا ہو۔ اپنی گھمبیر آواز اور مہیب لہجے میں بولا۔

جب وہیل اپنی ماں سے جدا ہوتا ہے تو گویا وہ چھوٹے قید خانے سے آزاد ہو جاتا ہے، اور جب وہ باپ کو چھوڑتا ہے تو گویا اس نے بڑے زندان سے نجات پالی۔

اس کے بعد وہ صحیح معنوں میں وحشی بن جاتا ہے۔ پھر وسیع پانیوں میں وہ جس طرح چاہے دندناتا پھرے۔ کوئی طاقت اسے روکنے ٹوکنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔

یہ کہہ کر اس نے اوپر کی طرف انتہائی بلند ایک ہیبت ناک جست لگائی جس سے اس کے اردگرد پانی کے بڑے بڑے ابر نما ٹکڑے اس طرح بکھر گئے جیسے ہزاروں جزیرے ہوا میں ناچ رہے ہوں۔

اور جب وہ واپس اترا تو پانی پر اس نے اس زور سے دم ماری کہ اس کی دھمک سے ہماری مسکین بچگانہ ہڈیاں چیخ اٹھیں...... لیکن استاد نے فرمایا:

''یہ دم کی خفیف ترین ضرب ہے!...... میں چاہتا ہوں کہ جب تم پانی پر دم کی ضرب لگاؤ تو دھماکے سے آفاق لرز اٹھیں اور فضا کے بلوریں گنبد میں دراڑیں پڑ جائیں!'' پھر وہ تھوڑی دیر کے بعد بولا:

''اب ہم اپنی جماعت کے وحشی ترین شاگرد سے ابتدا کرتے ہیں۔''

Presented by Ziaraat.Com

یہ کہہ کر اس نے دم سے میری طرف اشارہ کیا۔ میں نے پوچھا۔ "جست لگاؤں یا دُم ماروں"۔؟ استاد جھنجھلا کر بولا:

"پہلے جست لگا کند ذہن!"

میں نے حکم کی تعمیل میں اپنی طرف سے انتہائی بلند جست لگائی اور داد طلب نگاہوں سے اپنے والد کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن اس نے سٹپٹا کر پانی پر اپنی دم ماری اور چیخا۔

ایسی جست لگا بیوقوف جس سے تیری رگیں پھٹ جائیں۔ یہ کیا بدتمیز شارکوں جیسی چھلانگ لگائی ہے۔ بلکہ یہ تو اود بلاؤ کی سی پھدک ہے۔ شاہی جست لگا۔ حقیقی شاہی جست۔ ایسی جست کہ تمہارا سر سورج سے جا ٹکرائے۔ یہ پھدکنیاں نہیں چلیں گی۔ میں نے پھر جست لگائی۔ ہاں شاباش! یہ ہوئی نا بات۔ ایک بار پھر۔ اور اوپر...... اور اوپر...... میرا حوصلہ بہت بڑھ گیا اور مجھے محسوس ہوا کہ اب تو واقعی میں سورج کو بھی چھولوں گا...... میرے سراپا میں پہلی بار وحشیت کی تیز لہریں اٹھنے لگیں۔

استاد بولا "اب دم مار"......! میں نے تعمیل کی اور محسوس کیا کہ اس ضرب سے اڑنے والے بڑے بڑے چھینٹے تو سورج کو بھی بجھا دیں گے لیکن استاد محترم کو یہ بھی بالکل پسند نہ آئی۔ فرمانے لگے۔

"ہونہہ! بالکل کسی بیمار مچھلی کی جیسی!۔ مجھے دیکھو!" اور وہ پوری قوت سے بے تحاشا پانی پر اپنی دم کا تلاطم خیز تازیانہ برسانے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا پانی بے پناہ ضربوں کی تاب نہ لاکر موج در موج وہاں سے فرار ہو رہا ہے۔

ہم سب نے استاد کی پیروی میں سمندر میں قیامت برپا کر دی۔ یہ مشق تمام دن جاری رہا...... شام کے قریب میں نے برف کے پہاڑوں سے مخاطب ہو کر کہا:

"ہماری مشق اسی طرح جاری رہی تو پھر تم چند ہی روز کے مہمان ہو......"!

Presented by Ziaraat.Com

پھر جب سورج کی سرخ ٹکیہ افق میں اتر گئی تو استاد نے رخصت ہوتے ہوئے ہم سے کہا:

''اب تم صبح تک یہیں سوؤ گے۔'' پھر وہ مڑا اور چلا گیا۔

ہم میں سے کسی کو بھی اپنے ماں کے بارے میں سوچنے کی فرصت نہیں ملی۔ چھ ماہ کی محبت ایک ہی دن کی اعصاب شکن مشق میں کھو گئی تھی۔ ہمیں یہ محسوس ہوا کہ پہلے والی جنت ہم سے چھن گئی ہے اور اب ہم تختی اور بدبختی کے سمندروں میں غوطے کھانے لگے ہیں۔ ہم نے لاکھ غور کیا کہ آخر ہماری خطا کیا ہے اور کون سا جرم ہم سے سرزد ہوا ہے لیکن ہماری ناپختہ عقلوں نے ابھی اسباب جوئی اور جواب دہی نہیں سیکھی تھی۔ انہیں سوچوں میں غرق میرے تھکن سے شل اعصاب پر نیند طاری ہوگئی۔

علی الصباح ایک دھماکے نے ہمیں جگایا جو دراصل ہمارے استاد کی دم کی ضرب کی آواز تھی۔ ہم نے سطح پر آ کر دیکھا کہ وہ بڑی ہیبت ناک مہارت کے ساتھ موجوں سے کھیل رہا تھا اور اس کی بے پناہ قوت میں بلا کی بے ساختگی اور بے تکلفی تھی اور انتہا کا بانکپن تھا، اور اس کی ہر حرکت میں جمال وجلال کی نظر فریب جھلک تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ بانکپن اپنی سحر انگیزی قوت ہی سے حاصل کرتا ہے اور ہر خوبصورت اور مسحور کن چیز میں دراصل طاقت ہی ساحرانہ کردار انجام دیتی ہے۔

دوسرے سبق کی ابتداء پر ہمارے استاد نے زبان سے کچھ کہے بغیر عملی طور پر ہمیں بتایا کہ عنبر وہیل کی دم کے ساتھ پانچ عظیم حرکات مختص ہیں۔

(۱) آگے کی طرف حرکت کے لئے وہ چپو کا کام دیتی ہے۔

(۲) حملے یا دفاع کے وقت وہ زرہ یا ڈھال بن جاتی ہے۔

(۳) پانی کے بہاؤ کو عارضی طور پر بدل دیتی ہے۔

(۴) عبادت کے وقت ڈھیلی اور بے جان ہو کر تمام بدن کو اللہ تعالیٰ کے حضور ذلیل وعاجز اور ضعیف وبے حرکت بنا دیتی ہے۔

Presented by: Ziaraat.Com

(۵) تسبیح خداوندی کے وقت اپنے پورے بدن کو پانی پر اپنی دوشاخہ دم کی نوکوں پر عموداً آ کھڑا کر لیتی ہے۔

(اگر چہ یہ پانچوں حرکات پانی کا نظریاتی مطالعہ کرنے والوں کو آسان نظر آتی ہیں لیکن حقیقت میں یہ جسم کو چور چور کر دینے والی ورزشیں ہیں۔)

وہیل کی دم اپنی وضع کے لحاظ سے دوسری بحری مخلوق کی دموں کے برخلاف افقی ہے اور اس کی حرکت کا انداز بھی ان سے قطعی مختلف ہے۔ سب سے بڑا اختلاف یہ ہے کہ یہ مچھلی کی دم کی طرح دائیں بائیں بل نہیں کھاتی۔ یہ بل کھانا ایک بہت بڑا نقص ہے جو انسان اور مچھلی میں ہے۔ لیکن عنبر وہیل نقص یا عیب سے مبرا ہے۔ اس کی دم آگے کی طرف بڑھنے کا اس کا اکلوتا ذریعہ ہے، اور وہ لہر کی طرح اس کے جسم کے نیچے سے سر کی طرف مڑ جاتی ہے اور پھر تیزی سے سیدھی ہو کر پانی کو پیچھے کی طرف دھکا دیتی ہے۔ جوش و ہیجان کی حالت میں عنبر وہیل کی بے مثال برق رفتاری اس کی دم کی اسی حرکت کی مرہون منت ہے۔ جبکہ اس کے دائیں بائیں پر اس کی نزولی حرکت میں توازن برقرار رکھتے ہیں۔

تربیت کے دوران ہمیں سکھایا گیا کہ جب عنبر وہیل کسی دوسرے عنبر وہیل کے ساتھ لڑتا ہے تو اپنے ہیبت ناک سر اور غضبناک جبڑوں کو استعمال کرتا ہے لیکن انسان کے ساتھ مقابلہ ہو جائے تو صرف دم ہی کی ضرب کو کافی سمجھتا ہے۔

لیکن اس سے انسان کی توہین یا تحقیر مقصود نہیں۔ کیونکہ حد سے زیادہ قوت کا استعمال حد سے زیادہ چھوٹی مخلوق کے لئے حد سے زیادہ معیوب بات ہے۔

صرف اسی وجہ سے سر اور جبڑ ہم نے وہیلوں اور دوسری سمندری بلاؤں کے لئے مخصوص کر رکھے ہیں جبکہ انسان اور اس کی کشتیوں کے لئے ہم صرف دم ہی کا استعمال کافی سمجھتے ہیں۔

وہیل کی دم بلا کی حساس ہوتی ہے۔ بعض اوقات آبی چڑیا تیرتے ہوئے وہیل

Presented by Ziaraat.Com

کی دم پر بیٹھ جاتی ہے تو اسے فوراً اس کے وزن سے نہ صرف اس کی جنس معلوم ہو جاتی ہے بلکہ یہ بھی پتہ چل جاتا ہے کہ وہ کیسا پرندہ ہے اور کس جزیرے سے آیا ہے۔

طلوع آفتاب کے لمحات میں قبل اس کے کہ اس کی سرخ ٹکیہ زرد ہو کر گرم ہو جائے، ہزار ہا وہیل سطح سمندر پر عموداً کھڑے ہو کر صف بستہ با جماعت اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

سب کے سب اپنی دو شاخہ دم فضا میں معلق کر کے آسمان کے رخ عموداً کھڑے ہو جاتے ہیں اور بے پایاں گہرائی سے نکل کر ان کی ہیبت ناک دمیں ان کے سروں کو ساتویں آسمان تک پہنچانے کی کوشش کرتی ہیں......

حقیقت یہ ہے کہ زندہ کائنات میں اس سے بہتر منظر موجود نہیں۔

میرا دل اس منظر سے عجز و نیاز اور خشوع و خضوع کی انتہاؤں کو چھونے لگتا ہے، اور جب سوچتا ہوں کہ اپنی مہیب دموں کے بل فضاء میں معلق عظمت و ہیبت خالق سے لرزتے اور کپکپاتے ہمارے کوہ پیکر اجسام کس طرح اس کی تسبیح بجالاتے ہیں تو میرے بدن کا ایک ایک مسام رقت و عبودیت کے نشے میں بدمست ہو جاتا ہے اور سمندر کے ساتھ میرا دل بھی گواہی دینے لگتا ہے کہ روئے زمین پر عنبر وہیل کے سوا اللہ تعالیٰ کا تقویٰ رکھنے والی، اسکی عظمت و ہیبت سے ڈرنے والی اور انتہائی مخلصانہ شعوری کوشش سے اس کی عبادت بجالانے والی اور کوئی مخلوق موجود نہیں۔

تربیت کے دوسرے سال میں نے اپنے ہم درس وہیلوں پر پورے تفوق و امتیاز کے ساتھ قطعی طور پر اپنی لیاقت و برتری ثابت کی اور میرا دل گواہی دینے لگا کہ عزت و عظمت کا نقیب مستقبل قریب ہی میں مجھے "مرحبا" کہنے والا ہے۔

میری دم کے زخم کا نشان جسے میرے شیر خوار نرم و نازک بدن پر شارکوں کی فوج نے بنایا تھا جس کی وجہ سے میری دم کچھ بدوضع بھی ہو گئی تھی۔ میرے بدن پر ٹکا ہوا انگارا تھا جو ٹھنڈے پانی کے اندر بھی دھکتا رہتا تھا اور ہمیشہ مجھے عظمت کی انتہاؤں کو

Presented by Ziaraat.Com

چھو لینے کی انگیخت کرتا تھا...... شارک مچھلی ہماری خوراک کا لازمی جز نہیں۔ ہماری مزیدار مرغن غذا ہشت پایہ (آکٹوپس...... OCTOPUS) ہی ہے۔

لیکن میں نے شارکوں کو بھی اپنی خوراک کا لازمہ قرار دیا ہوا تھا۔ انہیں ''نوش جان'' کر کے میرے زخم کے جلتے ہوئے نشان میں ٹھنڈک پڑ جاتی تھی اور ان پر حملہ آور ہو کر آتش انتقام میں کھولتا ہوا خون میری رگوں میں پرسکون ہو جاتا تھا۔ ان کے بڑے بڑے جھنڈوں پر جھپٹنا میرا من بھاتا مشغلہ تھا۔ بعض اوقات میں اپنے منہ کو آخر تک کھول کر شارکوں کے جھنڈ میں سے گزرتا ساتھ ساتھ میری دم کی تباہ کن ضربیں بھی جاری رہتیں اور چند ہی لمحوں میں سمندر ان کے وجود سے پاک ہو جاتا۔ پھر اپنے خون آلودہ منہ کو میں سمندر کے پانی سے صاف کر کے آگے بڑھ جاتا۔

گزرتی ہوئی موجوں کے ساتھ تربیت کی مدت بھی گزر گئی......

اب ہمیں پورا ایک سال سمندری رووں کا مطالعہ کرنا تھا جس کے بعد ہم انسان سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے آزاد ہو جاتے۔

مجھے یاد ہے جب میں پہلی بار انسان کو دیکھنے کے لئے نکلا تھا۔ میرے والد کی قیادت میں عنبر وہیلوں کا ایک جھنڈ جنوبی گرم سمندروں کی طرف روانہ ہوا۔

وہاں ہم نے ایک مقام پر چوبی کھلونے دیکھے جنہیں درختوں کے تختوں سے بنایا گیا تھا۔ ان پر ہمیں ایک عجیب مخلوق نظر آئی جو دو پیروں پر چلتی اپنے دونوں ہاتھ ہلا رہی تھی۔

ہمیں سردار نے بتایا کہ یہ چوبی کھلونے کشتیاں ہیں اور یہ متحرک دو پایہ مخلوق انسان ہے......

میں نے چونک کو سر اٹھایا اور حیرت و تعجب سے لکڑی کے ٹکڑوں پر رینگتی ہوئی اس کیڑے جیسی مخلوق کو دیکھ کر مجھے اپنی نظروں پر شک ہونے لگا۔ میں نے سخت

www.ziaraat.com
Saheel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

حیران ہوکر اپنے دل سے پوچھا۔

"یہ ہے ہمارا قدیم خطرناک دشمن؟..... اس کا کل جسم تو میری دم پر لگے ہوئے زخم کے چھوٹے سے نشان جتنا بھی نہیں.....؟"

"حیرت ہے کہ اس کے اتنے ناچیز حد تک چھوٹے جسم کے باوجود ہمارے صاحب قوت وجبروت بحری عفریت اسے اتنی اہمیت دے رہے ہیں؟"

واپسی پر میں نے اپنے والد سے پوچھا۔

"یہ ہے انسان؟..... ہمارا خطرناک دشمن!؟" میرا والد بولا:

"میرا خیال ہے کہ تم اپنے جسم کے مقابلے میں بہت چھوٹا سمجھ کر اسے حقیر سمجھ رہے ہو۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں۔ میں اسے بہت حقیر سمجھ رہا ہوں۔" وہ بولا:

"اور خود کو اس سے قوی تر سمجھ رہے ہو!"۔ میں نے کہا:

"ہاں۔ ایسا ہی ہے۔ میں یہی سمجھتا ہوں۔" اس نے کہا:

اور تم یہ بھی سمجھتے ہو گے کہ تم اپنی بے پناہ طاقت سے اس کی کشتیوں کے پرخچے اڑا سکتے ہو اور انہیں اس کی کشتیوں سمیت سالم نگل سکتے ہو!۔ میں نے کہا:

"بالکل یہی بات ہے"۔ وہ بولا۔

"سخت غلطی پر ہو۔ یہ مخلوق جو تمہیں تمہاری دم کے چھوٹے سے داغ سے بھی چھوٹی نظر آرہی ہے۔ ہماری واقعی خطرناک ترین دشمن ہے۔" میں نے پوچھا:

"لیکن اس کی خطرناکی ہے کہاں..... ؟" میرے والد نے جواب دیا۔

"تم نے اس کا سر دیکھا ہے؟..... وہ جو سیاہ بالوں سے ڈھکا ہوا ہے!" میں نے کہا:

"ہاں دیکھ رہا ہوں لیکن اس میں وہ حیران کن خطرناکی کہاں ہے؟" میرے باپ نے کہا:

Presented by Ziaraat.Com

''خوب سمجھ رکھو کہ اس کی قوت کا راز اس کے اسی بالوں والے سر میں پوشیدہ ہے۔'' میں حیرانی سے بولا۔

''لیکن اس کا پورے کا پورا سر تو میرے چھوٹے سے چھوٹے تیز دانت جتنا بھی نہیں۔ یہ بیچارہ ہمیں کیا نقصان پہنچا سکتا ہے۔'' میرے والد نے پورے اعتماد کے ساتھ زور دے کر کہا:

''غور سے سن۔ تیرے دانت ظاہر ہیں جبکہ اس کا سر ڈھکا ہوا ہے۔ تم دونوں میں بنیادی فرق صرف یہی ہے کہ تو طاقتور ہے لیکن اپنی طاقت کو چھپا نہیں سکتا جبکہ یہ کمزور ہو کر بھی اپنی طاقت کو پوشیدہ رکھ سکتا ہے۔! تجھے کبھی اندازہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اس کی ضرب تجھے کس طرف سے اور کس طرح لگی ہے۔ نہ ہی اس سے بچنے کے لئے تیرے پاس حفظ ماتقدم کے طور پر کوئی تدبیر ہی ہے۔ وہ تجھے اپنی تدبیر پر بالکل مطلع نہیں ہونے دیتا اور تو حیرت زدہ ہو کر اس کے بہت قریب چلا جاتا ہے اور غور سے اس کی کشتی کو دیکھنے لگتا ہے جو اسے اٹھائے پھرتی ہے۔''

''پھر...... یکبارگی...... تیرا بدن چھد جاتا ہے اور تیرا دل دو نیم ہو جاتا ہے اور تو اپنے ہی خون میں ڈوب کر ہلاک ہو جاتا ہے۔''

''لیکن تجھے کچھ معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ ضرب کہاں سے آئی، کس نے لگائی اور کیوں لگائی۔ حالانکہ تیرا قاتل کچھ ہی فاصلے پر تیرے سامنے کھڑا ہاتھ میں پکڑی ہوئی کسی شے کو حرکت دے رہا ہوتا ہے۔ تو جو ضرب لگاتا ہے۔ اپنے جسم سے لگاتا ہے لیکن انسان اس طاقت سے ضرب لگاتا ہے جو اس کے بالوں سے ڈھکے ہوئے سر میں پوشیدہ ہے۔ اس طاقت نے تمہارے قتل کے لئے کیا ذریعہ اختیار کیا، تجھے قطعاً اس کا کوئی علم نہیں۔ ہمیں کبھی کسی مقتول وہیل نے نہیں بتایا کہ انسان نے اس پر موت کیسے وارد کی، کس طرح اس نے اس کا اتنا بڑا پہاڑ سا بدن اٹھا کر اپنی کشتی پر رکھا اور کس چیز سے اسے ریزہ ریزہ کیا۔''

Presented by Ziaraat.Com

''ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ عنبر وہیل جب انسان کی قید میں آتا ہے تو اس کی کشتیوں کی روشنیاں تیز ہو جاتی ہیں اور جب وہ رات کو سمندر میں چلتی ہیں تو نور کے بقعے نظر آتی ہیں۔

میرے والد کی باتوں کے بعد میرے لئے یہ امر مزید پراسرار ہو گیا اور مجھے پورا یقین ہو گیا کہ انسان کے پاس ضرور کوئی ایسی طاقت ہے جو وہیل کے پاس نہیں۔ میں نے اس پر بہت غور کیا لیکن عبث۔ اور لاکھ اسے سمجھنے کی کوشش لیکن بے سود۔! آخر کار میں نے انسان کو فراموش کر دیا اور اس کے بارے میں سر کھپانا بھی چھوڑ دیا۔ اور پھر یونہی میں نے اپنی توجہ اس سے ہٹائی۔ اس کے بارے میں میرا تعجب بھی نسیان کی گہرائیوں میں ڈوب گیا۔ اس کی طاقت اور عظمت کے راز کے بارے میں اگرچہ میرا سوال بھی بے جواب رہا اور روزمرہ معمولات میں مصروف ہو کر میں خود بھی اس کی طرف سے غافل ہو گیا۔

میں نے خود پر یہ فریضہ عائد کر لیا کہ ہر چار جانب کے سمندروں میں میرا دبدبہ قائم ہو جائے اور ان کی باسی تمام مخلوقات میری قوت و ہیبت کا لوہا مان لیں۔ لیکن اس کے لئے ضروری تھا کہ پہلے دوسری قسم کے تمام طاقتور وہیلوں سے لڑ کر انہیں شکست دوں تاکہ وہ میری سرداری قبول کر لیں۔ پھر دوسرے سمندری، عفاریت سے لڑوں اور ان پر فتح حاصل کر کے جملہ آبی مخلوقات کا اپنے خوف و دہشت سے زہرآب کروں تاکہ وہ میری سیادت مطلقہ تسلیم کر لیں اور سب سے آخر میں ساتوں سمندروں پر حاکم وقت کے تاجدار عنبر وہیل سے مقابلہ کروں اور اسے شکست دیکر آبی دنیا کا بلا جدال شہنشاہ بن جاؤں۔

سمندر کی دوسری وحشی مخلوقات کے ساتھ میرا مقابلہ دس سال تک جاری رہا۔ اس دوران میں میرا والد بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس کی نقل و حرکت سست ہو چکی تھی اور اس کے بدن پر چربی کی تہیں چڑھ رہی تھیں۔ آخر کار وہ ایک تیرتے ہوئے بے جان

Presented by Ziaraat.Com

جزیرے کی طرح ہو گیا تھا۔

وہیلوں کے دستور کے مطابق سب سے طاقتور عنبر وہیل ہی سمندروں کا بادشاہ بن سکتا ہے۔ جس عنبر وہیل نے میرے والد کی جگہ لی تھی، وہ ایک کوہ پیکر سیاہ وہیل تھا جس کی دم سفید تھی اور قوت و جبروت میں اس کا کوئی مدمقابل نہ تھا۔

میرا والد میری آہستہ لیکن پر اعتماد ترقی کا خاموشی کے ساتھ پوری توجہ اور پر امیدی سے جائزہ لے رہا تھا۔ میرے ساتھ اس نے کبھی بھی سمندروں پر میری حکومت کے بارے میں اپنی آرزو کا اظہار نہیں کیا اور نہ میں نے ہی کبھی اس موضوع پر اس سے کوئی بات کی۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مناسب تحفظات، احتیاط اور احترام سے پیش آتے۔ میرے والد کی محبت اگر چہ میرے دل سے نکل چکی تھی لیکن اس کا احترام بہر حال مجھے بہت ملحوظ تھا۔ میری جب بھی اس سے ملاقات ہوتی تو میں ان الفاظ میں اس کی مزاج پرسی کرتا۔

''عظیم عنبر کا کیا حال ہے؟'' تو وہ جواب میں کہتا:

''اس کی ہڈیاں بوجھل ہو گئی ہیں اور اس کے منہ سے عنبر کی خوشبو آنے لگی ہے۔ اب آزادانہ حرکت پر اسے اختیار باقی نہیں رہا۔'' میں سوال کرتا:

''بزرگ عنبر کا اس سے کیا مطلب ہے؟'' تو وہ جواب دیتا:

''موت تیرے باپ پر حملہ آور ہو رہی ہے۔ کیا معلوم تجھے موجوں کی بادشاہت کب ملے۔ کیا معلوم تیرے باپ کو وہ دن دیکھنا نصیب ہوتا کہ اس کی ہڈیاں اطمینان کے ساتھ سمندر کی تہہ میں پھیلی ہوئی ہڈیوں کے ساتھ آرام کر سکیں۔'' میں جواب دیتا:

''جلد ہی اے بزرگوار۔ جلد ہی۔ امید ہے کہ آپ سطح سے رخصت ہونے سے پہلے اپنے بیٹے کی تاجپوشی ضرور دیکھیں گے۔''

لیکن یہ تاجپوشی وقت کے حاکم عنبر وہیل پر انتہائی سخت معرکے کے بعد فتح

Presented by Ziaraat.Com

یاب ہونے کے بعد ہی ممکن تھی، اور یہ وہیل سمندروں کا ایک مسلم عفریت تھا جس کا منہ پہاڑی غار کی طرح کشادہ اور دم انتہائی ہیبت ناک تھی۔

میں بھی اس جیسا ہی طاقتور تھا اور اپنے اس یقین و اعتماد کے باوجود کہ میں اسے نیچا دکھا سکتا ہوں، میں اس کے ساتھ مقابلے کو تاخیر میں ڈالتا رہا۔

دراصل میں اس پر صرف نام نہاد قسم کی فتح نہیں چاہتا تھا جیسے ایک حریف دوسرے حریف پر محض اس بنیاد پر حاصل کر لیتا ہے کہ اس نے مقابلہ بہتر کیا یا ضربیں زیادہ لگائیں بلکہ میں اس پر ایسی فیصلہ کن فتح پانا اور اسے ایسی تباہ کن شکست سے دوچار کرنا چاہتا تھا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکے اور چند ہی لمحوں میں اس کے دیو ہیکل بدن کا تیا پانچا ہو جائے...... دراصل یہی خواہش مجھ سے مقابلے میں تاخیر کا تقاضا کر رہی تھی...... اور میں اس دوران میں ایک ایسی مشق کرنے جا رہا تھا جو کسی وہیل کے وہم و گمان میں بھی کبھی نہ آئی ہو گی......!

اس مشق کے بارے میں ایک دن مجھے ایک کوہ پیکر لہر نے الہام کیا تھا......

میں نے دیکھا کہ اس تیز لہر نے ساحل کی چٹانوں کو اپنی متواتر ضربوں سے توڑ دیا تھا...... ظاہر ہے کہ پانی کی لہر چٹان سے کہیں زیادہ نرم اور کمزور ہوتی ہے تو پھر کمزور نے طاقتور کو کیسے توڑ دیا۔ میری سوچ اب انسان تک پہنچی جس سے مجھے میرے والد نے خبردار کیا تھا۔ میں نے سوچا کہ شاید اس لہر کے راز کو پا کر میں انسان کی طاقت کا راز بھی پا لوں...... میں اس لہر کا کئی دن بلکہ کئی مہینے مطالعہ کرتا رہا اور آخرکار میں نے اس راز کو پا لیا۔

مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ لہر چٹانوں پر اپنے حملے مسلسل جاری رکھتی ہے اور اپنے جارحانہ تھپیڑوں سے نہ اکتاتی ہے اور نہ تھکتی ہے۔

دراصل لہر ہر روز مشق کرتی ہے اور یہی مسلسل مشق اس کی کوہ شکن طاقت کا اصل راز ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

میں نے اپنی تربیت کے زمانے پر ایک نظر ڈالی۔ مجھے یاد آیا کہ تربیتی کورس پورا ہونے کے بعد وہیل روزانہ کی مشق ترک کر دیتے ہیں اور حاصل شدہ تربیت ہی کو اپنی بقیہ عملی زندگی کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔

میں نے فیصلہ کر لیا کہ اپنے ہی جنس میں ایک انوکھی چیز بنوں گا۔ میں خفیہ طور پر ایک عجیب مشق کروں گا۔

میری پرانی تربیت گاہ کا علاقہ اب متروک ہو چکا تھا اور وہاں وہیلوں کی کوئی سرگرمی نظر نہیں آتی تھی۔ میں نے وہی جگہ اپنی مشق کے لئے منتخب کی اور اس میں روزانہ آدھا دن مشق کرنا شروع کر دی۔

برف کے وہ پہاڑ جنہوں نے بچپنے میں تربیت کے دوران ہمیں پیٹتے دیکھا تھا، بدستور آسمان میں سر اٹھائے خاموش کھڑے تھے۔

میرے دل میں ان سے ایک کو توڑ ڈالنے کی ایک نافہم خواہش بھڑک اٹھی۔

کیا برف کے یہی کوہ پیکر تودے میرے ضعفِ طفلی کی اکلوتی شہادت نہ تھے؟......

......اب ان گواہوں میں سے سب سے بڑے اور اونچے پہاڑ کو نابود ہو جانا چاہئے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو......؟

چنانچہ میں نے سب سے بڑے اور اونچے پہاڑ کو منتخب کیا اور اسی سے اپنی مشق کی ابتداء کا فیصلہ کر لیا۔

میں برق وار دور سے اپنی مہیب دم پانی پر پٹختا، جھپٹتا ہوا آتا اور اسے چکنا چور کر دینے کے مصمم ارادے سے پوری قوت کے ساتھ اس پر اپنے زبردست سر کی ضرب لگاتا۔

اس پہلی ضرب نے تو مجھے تارے ہی دکھا دیئے اور میرا سر زور زور سے گھومنے لگا۔ لیکن پہاڑ ٹس سے مس نہ ہوا اور اسے ہلکی سی خراش تک بھی نہ

Presented by Ziaraat.Com

آئی۔لیکن اس کے باوجود میں نے کبھی نرمی، کبھی طاقت اور کبھی سختی سے اس پر اپنے حملے جاری رکھے۔حتیٰ کہ شام تک میں اس میں ایک چھوٹا سا غار نما گڑھا بنانے میں کامیاب ہو گیا۔میرا سر بہر حال درد کر رہا تھا لیکن مجھے محسوس ہوا کہ اس کی سختی میں کچھ اضافہ ہوا ہے۔میرے سر کی لمبائی تیس میٹر سے زیادہ تھی لیکن برف کا پہاڑ بھی چھوٹا نہیں تھا۔اور اپنے ہیبت ناک طول و عرض کے ساتھ وہ بال برابر بھی جنبش پر راضی نہ تھا......میں نے لوٹتے وقت خود سے کہا:

"مسلسل مشق سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔آخر کتنے روز یہ میرے سر کی ضربوں کا مقابلہ کرے گا۔آخر کار اسے زائل ہونا ہی ہے!"

لیکن پورے تین سال میں اسے ہزاروں ضربیں روزانہ لگا تا رہا اور پھر آخر کار فیصلہ کن لمحہ آن پہنچا، اور پہاڑ دو نیم ہو گیا۔اس کے ٹوٹنے سے ایسی ہولناک گونجیلی گرج پیدا ہوئی کہ میں تیزی سے تیر کر وہاں سے دور ہٹ گیا اور سر اٹھا کر شکستہ تودے کو دیکھنے لگا جو اپنی ذلت ناک شکست پر نادم پہلو کے بل جھکا کھڑا تھا۔اس کا دوسرا حصہ جس نے ضربیں زیادہ سہی ہونگی، کرچیوں کی شکل میں اس کے گرد تیر رہا تھا۔

میرے وحشی تکبر نے مجھے جھنجھوڑا۔میں طاقت۔کے نشے میں چور، کوہ شکنی کے غرور سے سرشار، فتح کے سرور میں مست وہاں سے جھومتا ہوا لوٹ آیا۔

میں پورے پہاڑ کو تو ریزہ ریزہ نہیں کر سکا تھا اور نہ ہی اسے اس کی جگہ سے ہٹا سکا تھا لیکن یہ بھی کیا کم ہے کہ میں نے اسے دو ٹکڑے کر کے اس کے نصف کو نابود کر دیا اور ایسا کاری شگاف اس میں لگایا کہ اسے ٹوٹتے ہی بنی۔

اب تو سفید دم سیاہ وہیل کی بادشاہت کی بقاء کا مسئلہ بھی طے ہو گیا......!

اس صبر آزما، طویل اور جان لیوا مشق کے دوران جس میں مشقت سے میری رگیں اور تھکن سے حواس شل ہو گئے تھے، وہیل بادشاہ کے بیشتر اوقات جنوب کے

Presented by Ziaraat.Com

گرم سمندروں میں نئی نئی محبوباؤں کے ساتھ داد عیش دینے میں صرف ہوتے جس کے نتیجے میں وہ شاہ مچھلی کی طرح موٹا اور سست ہو گیا۔

وہ جو کبھی موجوں کی ہیبت اور گہرائیوں کا رعب تھا، اب سکھیوں کے عشق میں مبتلا ہو کر اپنی فطری وحشیت کھو چکا تھا۔ جس کی وجہ سے ہماری جنس کے داخلی حالات بھی اضطراب کا شکار تھے اور روزانہ دسیوں مادہ وہیل اور کمزور وہیل بچے شکار ہونے لگے جن کے ابلتے ہوئے سرخ خون سے سمندر رنگیں ہو گیا۔ جبکہ انسان کے چراغوں کی روشنی میں روز افزوں اضافہ ہونے لگا۔ ایسا لگتا تھا کہ اب سمندر وہیل کی ملکیت نہیں رہا۔ پہلے انسان کی وجہ سے ہم خشکی سے جلا وطن ہوئے اور اب وہ اپنا غاصبانہ اثر و نفوذ سمندر تک بھی بڑھانے لگا تھا...... یہ نازک مسئلہ ہرگز کسی تردد و تاخیر یا پس و پیش کا متحمل نہیں تھا اور ہماری بقاء کے لئے اس کا فوری تدارک لازمی تھا......

میرے خیال میں اس صورت حال کا ذمہ دار ہمارا رنگیلا وہیل بادشاہ تھا۔ لہٰذا اس کا صحیح حل یہی تھا کہ اسے تخت و تاج سے محروم کر دیا جائے۔

کیونکہ عورتوں پر مر مٹنے والے اس بوڑھے وہیل کو کوئی حق نہیں کہ سمندر کی گہرائیوں سے سطح پر ابھرتے وقت اس کے سر پر تہہ میں اگنے والی نباتات کا تاج لپٹا ہو۔

میں مادہ وہیلوں کی طرف وہیل بادشاہ کے اس غیر معمولی رغبت و اشتیاق کی وجہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں اپنی ماں کے بدن کے علاوہ کسی مادہ وہیل کے جسم کو نہیں چھوا تھا اور نہ مجھے ایسے لمس کے کسی غیر معمولی کیف کا تصور ہی تھا۔ میرے نزدیک مادہ وہیل کے جسم کا لمس غالباً میری ماں ہی کے لمس جیسا ہوتا ہوگا، جس کے پستانوں سے لپٹ لپٹ کر میں نے دودھ چوسا تھا...... بعد میں بہر حال اپنے باپ کی باتوں سے یہ فرق میرے ذہن میں کچھ روشن ہو گیا۔ وہیل

Presented by Ziaraat.Com

بادشاہ کی زن پرستی پر تبصرہ کرتے ہوئے اس نے ایک روز کہا تھا۔

''جو وہیل زیادہ دیر تک مادہ وہیلوں کی صحبت میں رہتا ہے۔انہی کی عادات اختیار کر کے اپنی لازمی فطری وحشیت کھو دیتا ہے۔''

اس کی باتوں سے ایک دن مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ باہمی جنسی قربت کے موسم میں وہیل ہر سال گرم سمندروں میں جمع ہو جاتے ہیں اور وہاں بھی ان کی سرداری وہیل بادشاہ ہی کے پاس ہوتی ہے لیکن اگر دوسرا وہیل سرداری یا بادشاہی کا دعویدار ہو تو اس موسم میں اُسے بادشاہ کو مقابلے کے لئے للکارنے کا حق بھی ہوتا ہے۔ بعض اوقات کوئی مادہ وہیل بھی تنازع کی وجہ بن جاتی ہے۔

ابھی ہمارے سالانہ اجتماع میں کچھ دیر تھی۔لیکن میں سردیوں کا پورا موسم اس کا انتظار نہیں کر سکتا تھا کیونکہ میرے والد کی صحت تیزی سے گرتی جا رہی تھی اور وہ جلد ہی اپنی منزل کو پہنچنے والا تھا۔میں کسی بھی قیمت پر اُسے مایوسی کی موت مرتے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

ایک دن ہمارا ایک بڑا جھنڈ اپنے بادشاہ کی قیادت میں نکلا۔کھلے سمندر میں ایک شکاری جہاز نے ہم پر حملہ کیا۔بادشاہ کے اشارے پر ہم وہاں سے دور ہٹ گئے۔جہاز میں سے تین کشتیوں نے سمندر میں اتر کر ہمارا تعاقب شروع کر دیا۔ میں چاہتا تو تھا کہ ان سب کو دم کی ایک ہی حرکت سے تہس نہس کر دوں لیکن میں دیکھنا چاہ رہا تھا کہ بادشاہ کیا کرتا ہے۔اس نے اپنی دم سے پانی پر کئی ضربیں لگائیں لیکن کشتیوں کے نزدیک نہیں گیا۔میں واضح طور پر اس کی ضربوں میں ضرورت سے زیادہ احتیاط اور غیر ضروری خوف کی جھلک دیکھ رہا تھا۔

اتنے میں میں نے دیکھا کوئی چیز بہت تیزی سے میرے والد کی جانب بڑھ رہی ہے اور چند ہی لمحوں کے بعد وہ کراہ اٹھا۔میں بھاگ کر اس کے پاس پہنچا اور بولا:

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

''بزرگوار کیا بات ہے؟'' وہ بولا

''میرے بدن کو کسی چیز نے چیر ڈالا ہے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کیا ہے لیکن مجھے صاف نظر آ رہا ہے کہ میں چراغوں میں جلنے والے تیل میں تبدیل ہو گیا ہوں اور شہروں کی بڑی عمارتوں میں معلق قندیلوں میں جل رہا ہوں۔'' میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا:

''پریشان نہ ہوں۔ ابھی آپ بہت جئیں گے۔''

میں وہیں سے گھوما اور تیر کی طرح شکاری جہاز کی طرف بڑھا۔ وہ بھی تیزی سے میری طرف آ رہا تھا۔ ہمارے سردار نے چیخ کر مجھے اس پر حملہ کرنے سے روکا لیکن میں نے سنی ان سنی کر دی۔ میرے جبڑے مزید بھنچ گئے، میری دم کی حرکات کی شدت بہت بڑھ گئی اور میری برق رفتاری میں بھی اضافہ ہو گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے جہاز دو نیم ہو گیا اور ہمارا پورا جھنڈ حیرت و مسرت سے چلا اٹھا:

''دم کٹے سفید عنبر نے ایک ہی ٹکر سے جہاز کو تباہ کر دیا۔''

اس کے بعد میں گھوما اور دوسری تینوں کشتیوں کو اپنی دم کی ضرب سے پاش پاش کر کے انتہائی جوش و خروش سے اپنی دم پانی پر پیٹخ پیٹخ کر زبان حال سے ''هل من مزید'' کی صدا لگانے لگا۔ ظاہر ہے کہ جہاز یا اس کی کھلونا کشتیاں میرے کوہ شکن حملے کی تاب کیا لاتیں۔ چند ہی لمحوں میں وہ جہاز، اس کی تینوں کشتیاں اور ان سب میں سوار سارے شکاری انسان پانی میں غائب ہو گئے اور اس کی سطح پر پیدا ہونے والا لمحاتی اضطراب لہر کی نیلی چادر کے نیچے چھپ گیا۔

میرا والد سخت زخمی تھا۔ سیاہ وہیل اس کی مزاج پرسی کے لئے اس کی طرف بڑھا لیکن میں نے اسے للکارا کہ اپنی جگہ سے نہ ہلے کیونکہ وہ وہیل نہیں بلکہ کمزور اور بزدل مچھلی سے بھی گیا گزرا ہے......

Presented by Ziaraat.Com

''سیاہ وہیل رک گیا اور میری طرف متوجہ ہوا۔''

میرے والد نے پانی میں دم ماری اور خرخرانے لگا......

میں اس کا مطلب سمجھ گیا۔ وہ نزع کی حالت میں تھا اور مجھے کچھ یاد دلا رہا تھا۔ میں خود بھی چاہتا تھا کہ مرنے سے پہلے وہ میرے سر پر پانی کی حکومت کا تاج دیکھ لے۔ میں نے سیاہ وہیل کو فی الفور ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا اور پیشتر اس کے کہ وہ مجھ پر حملہ آور ہو میں اس کے سر پر پہنچ گیا اور اس کے سر کو اپنے مہیب جبڑوں میں جکڑ کر اور اپنے لمبے لمبے طاقتور دانت اس میں گاڑ کر اس طرح کچل ڈالا جس طرح سمندر کی تہہ میں لیٹتے وقت مچھلیوں کے انڈے میرے جسم کے بوجھ سے کچلے جاتے ہیں۔

میری قوت میرے سر میں تھی جبکہ اس کی طاقت اس کی دم میں تھی۔ میں نے پیشتر اس کے کہ وہ اپنی دم استعمال کرے اس کا سر کچل کر اسے ختم کر دیا۔ میرے والد کے چہرے پر تحسین آمیز اطمینان رقص کر رہا تھا۔

پھر دونوں عنبر وہیلوں کے مردہ جسم بیک وقت سمندر کی گہرائیوں میں اتر گئے۔

میں نے اپنی دم عموداً بلند کر کے اپنی سرداری کا اعلان کیا...... پورے جھنڈ نے اپنی دمیں عموداً بلند کر میری سرداری کے اعتراف کا اعلان کیا......اور مجھے اپنا بادشاہ تسلیم کر کے اپنی وفاداری مجھے پیش کی۔

پھر ہم سب پورے خشوع و خضوع کے ساتھ موت و حیات کے مالک کے حضور سجدے بکھیرنے لگے۔

وقت اپنی رفتار سے چلتا رہا۔ سمندر کی سطح پر لہریں بھی بدستور اپنی اپنی منزل کو رواں دواں رہیں۔

میں تمام سمندروں کا مسلمہ حکمران تھا۔ سمندر کی تمام وحشی مخلوقات تہہ دل سے میری حلقہ بگوش تھیں۔ خود سمندر میری برتری اور بالادستی اور موجوں پر میری

Presented by Ziaraat.Com

مطلق حکمرانی کا معترف تھا۔

سمندر کی لہروں اور رووں کے تو تمام راز مجھ پر منکشف تھے لیکن انسان کی حقیقت کی عدم معرفت میرے ضمیر میں کانٹے کی طرح کھٹک رہی تھی۔

میں نے قسم کھائی کہ ان لہروں پر جہاں میری تاجپوشی کی رسم ادا ہوئی اور میری تخت نشینی عمل میں آئی، میرے باپ کا قاتل شکاری اور اس کی بے بسی کی موت کا تماشائی انسان کبھی شکار نہیں کھیلے گا۔

میں نے قسم کھائی کہ یہاں سے گزرنے والی ہر کشتی کو میں نابود کردوں گا۔

انسان کی زمین پر آمد کی وجہ سے ہمیں خشکی کو خیرباد کہنا پڑا۔

اب وہ پانی میں بھی ہم پر میدان حیات تنگ کر رہا ہے۔ اسے خشکی ہی میں محدود کرنا چاہئے۔ اسے سمندر میں داخل ہونے سے ہر قیمت پر روکنا چاہئے۔

سالہا سال تک میں اپنے عہد اور اپنی قسم کا پابند رہا۔

سالہا سال تک کسی جہاز یا کشتی کو یہاں سے واپس جانا نصیب نہیں ہوا۔

سالہا سال تک کوئی انسان یہاں آکر خشکی پر واپس نہیں جاسکا۔

حتیٰ کہ اگر اسے کوئی شارک بھی نگل لیتی تو میں اس شارک ہی کو نگل کر اس کی قبر پر ایک اور قبر کا اضافہ کر دیتا۔

لیکن انسان کے ساتھ نت نئے معرکوں اور ان میں اس کی شکست کے باوجود اس کا راز ہم پر نہ کھل سکا۔ نہ ہمارے دلوں سے اس کی دہشت ہی دور ہوئی اور نہ ہی اس کے چراغوں کی روشنی میں کوئی کمی واقع ہوئی۔

انسان وہیل کے پیٹ میں کچھ روز رہ کر وہاں سے کیسے زندہ نکل سکتا ہے؟'' ...... یہ عجیب وغریب سوال خبر نہیں کیسے، کیوں اور کہاں سے میرے ذہن میں آیا اور مدتوں کھٹکتا رہا

آخر کار ایک دن......

Presented by Ziaraat.Com

میں سمندر کے عمیق ترین مقام پر محو خواب تھا...... میرے سینے میں صبح تک کے لئے ہوا موجود تھی...... اچانک مجھے محسوس ہوا کہ میں بیدار ہوں اور میرا سر جکڑا ہوا ہے۔

پھر معلوم نہیں کیوں، میں بلا ارادہ اور بغیر کسی مفہوم سبب کے سطح پر آ گیا۔

مجھے محسوس ہوا کہ دست قدرت جو ساکن پانی کی سطح پر چھوٹے چھوٹے ہلکورے پیدا کرتا ہے، بڑی ملائمت کے ساتھ میری طاقتور دم کو اوپر کی طرح حرکت دے رہا ہے۔ تہہ سے لے کر سطح کے نیچے تک پانی بہت پُرسکون تھا۔ لیکن جب میں سطح پر پہنچا تو اسے متلاطم پایا۔

''شاید سمندری طوفان آرہا ہے۔'' میں نے سوچا، اور سینے سے تھوڑا سا پانی خارج کر کے نیچے تہہ پر اپنی جگہ واپس جانے کا فیصلہ کیا کیونکہ وہ جگہ سطح سے بہت زیادہ پُرسکون تھی۔ لیکن دفعتاً یہ سوال بجلی کی طرح میرے ذہن میں کوندا: ''یہ کیسے ممکن ہے کہ سطح متلاطم ہو اور تہہ پُرسکون۔''

میں نے اپنی تربیت مکمل کرنے کے بعد پورا ایک سال رووں کے مطالعے میں صرف کیا تھا اور اس کے بعد آج تک ان کے مشاہدے سے بھی غافل نہ ہوا تھا اور ان کا اتنا مزاج شناس ہو گیا تھا کہ ان کی سمت اور رفتار کو دیکھ کر نہ صرف بتا سکتا تھا کہ طوفان کب آنے والا ہے۔ بلکہ اس کے اٹھنے سے پہلے ہی اس کی شدت کا اندازہ بھی کر سکتا تھا۔

''پھر یہ تلاطم کیسا ہے؟'' میں نے خود سے سوال کیا۔

''کیا میری مختصر سی تخت نشینی کے دوران نظام قدرت بدل گیا ہے۔؟''

میں اس سوال میں الجھا ہوا تھا کہ:

اچانک میں نے متموج سطح پر ایک کشتی کو ہچکولے کھاتے دیکھا۔ میں غضبناک انداز سے تیزی کے ساتھ اس کی طرف بڑھا۔

Presented by Ziaraat.Com

سوچ رہا تھا کہ ایک ہی ضرب سے اس کے پر نچے اڑا دوں گا لیکن جب اس کے قریب پہنچا تو اپنا ارادہ بھول گیا اور اس کے پیچھے پیچھے آہستگی سے اس طرح چلنے لگا کہ گویا اس کے سوار میرے دوست ہیں جنہیں میں سمندر کی سیر کیلئے لایا ہوں۔

مجھے کچھ معلوم نہیں کہ مجھے کیا ہو گیا تھا۔؟

اندھیرا بہت زیادہ تھا، میں نے سوچا شاید میں ابھی تک نیند ہی میں ہوں۔ کہ اتنے میں میں نے کشتی سے کوئی شے پانی میں گرتی دیکھی۔ جلدی سے اس سے نزدیک جو ہوا تو معلوم ہوا کہ اپنے قدیم دشمن انسان سے روبرو ہوں جو تلاطم میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔

اس سے مزید قریب جا کر میں نے اپنا منہ کھول دیا۔

لہر نے جو گویا منتظر کھڑی تھی، اسے میرے منہ میں دھکیل دیا۔ میں نے اسے نگل کر اپنے جبڑے بند کر لئے۔

لیکن ایک قوی داخلی اضطراب نے مجھ پر لرزہ طاری کر دیا۔ کوئی آواز کہہ رہی تھی...... لیکن بولنے والا نظروں سے اوجھل تھا۔ یہ آواز ہر طرف سے آ رہی تھی۔ نہ اس کی کوئی سمت معین تھی نہ مقام۔ نہ اس کا منبع معلوم تھا نہ مصدر...... یہ آواز یقیناً ملکوتی تھی۔ الفاظ یہ تھے۔

"لم نجعله لک رزقا بل جعلناک له حرزا و مسکنا،
خذه ولا تکسر له عظما، و لا تخدش له لحما."

(ہم نے اسے تیرا رزق نہیں بنایا۔ بلکہ تیرے شکم کو اس کی حفاظت گاہ اور عارضی مسکن بنایا ہے۔ یہ تیرے حوالے ہے خبردار جو اس کی کوئی ہڈی توڑی یا اس کے گوشت کو خراش پہنچائی۔)

شروع میں بالکل ان الفاظ کا مقصد نہ سمجھ سکا لہٰذا گہری سانس لے کر سمندر

Presented by Ziaraat.Com

میں غوطہ لگا گیا اور عمق پیمائی کرتا ہوا نیچے جا پہنچا۔

تہہ پر پہنچ کر میں نے اپنا بدن ڈھیلا چھوڑ دیا اور اونگھنے لگا۔

مجھ سے یہ احساس چھن گیا تھا کہ میں میں ہوں۔ مجھے اپنی ذات سے اجنبیت محسوس ہو رہی تھی۔

یہ الفاظ آپ کو عجیب لگیں گے لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں ایسا ہی محسوس کر رہا تھا۔ کافی دیر تک میں ان واقعات پر غور کرتا رہا جو کچھ دیر پہلے مجھے پیش آئے تھے۔

میں نے ایک بار پھر خود سے پوچھا۔

''یہ کیسے ممکن ہے کہ سطح تو متلاطم ہو اور تہہ قطعاً پر سکون۔؟'' پھر میں نے خود سے سوال کیا۔

میں کیوں بیدار ہوا تھا؟ کشتی کو دیکھ کر مجھے کیا ہو گیا تھا؟۔

میں نے اس کے پرخچے کیوں نہیں اڑائے؟...... اس میں سے گرنے والا کون تھا؟۔ کیا وہ خود بخود گرا تھا یا کسی نے اسے گرایا تھا؟۔ اگر وہ خود گرا تھا تو کیوں اور اگر کسی نے اسے گرایا تھا تو کس وجہ سے؟۔ کیا میں نے اسے اپنی خواہش سے نگلا ہے؟

یہ الفاظ کیا ہیں جو ہر طرف اور ہر جگہ سے مجھے مخاطب کر کے اس کے بارے میں خبردار کر رہے ہیں؟۔ اب جب میں نے اسے نگل ہی لیا ہے تو کیسے ممکن ہے وہ زندہ رہے اور کیسے ممکن ہے کہ میں کسی کو نگل تو لوں لیکن اسے نقصان پہنچانے کی بجائے اپنے شکم کو اس کی حفاظت گاہ بنا دوں؟......

یہ سوالات میرے ذہن میں گھومنے لگے اور ان میں مضمر راز کے فشار سے میرا دماغ دکھنے لگا۔ اسی شدت تاثر میں مجھے نیند آ گئی......

صبح جب ہوا میرے سینے میں ختم ہو گئی تو میں جاگ اٹھا اور سطح پر آ گیا جو بالکل پر سکون اور ہموار تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

میں نے اپنا سینہ پانی سے خالی کیا اور سطح پر تیرنے لگا۔

گزشتہ رات کے واقعات مجھے خواب محسوس ہو رہے تھے۔

اتنے میں ناشتے کا وقت ہو گیا۔ تو میں خلیج کی طرف ہشت پایوں کی بستی میں چلا گیا۔ ہشت پائے بکثرت موجود تھے لیکن جب میں نے انہیں کھانے کے لئے منہ کھولنا چاہا تو میرا منہ نہ کھلا اور کچھ بھی کھانے پر طبیعت آمادہ نہ ہوئی۔ میں نے خود سے پوچھا۔

''یہ کیا ہے؟ کہیں تو بیمار تو نہیں ہو گیا؟''

میرے پاس سے ایک ڈری سہمی ہوئی شارک گزری۔ میں ہمیشہ شارک کو سالم نگل جاتا اور پھر اسے آہستہ آہستہ ہضم کرتا۔ میں نے اسے نگلنے کے لئے منہ کھولنا چاہا لیکن نہ کھول سکا۔ کھانے کی خواہش گویا مجھے جواب دے چکی تھی۔ مجھے یقین ہونے لگا کہ جو کچھ عجائب میں نے گزشتہ رات دیکھے۔ خواب نہ تھے بلکہ ایک ٹھوس حقیقت تھی، جس کے آثار کا ظہور ابھی تک جاری ہے۔

میرا بھینچا ہوا منہ، کھانے سے عدم رغبت اور بھوک سے بے نیاز پیٹ ایک ایسے تغیر کی خبر دے رہے تھے جو میری سمجھ سے باہر تھا۔

میں نے سجدۂ خالق بجالانے کی غرض سے آسمان کی طرف جست لگائی اور اس سارے ماجرا کی حقیقت جاننے کی خواہش کی۔

اللہ تعالیٰ کا فرشتہ نازل ہوا۔ میں نے اسے دیکھے بغیر اس کی موجودگی کا احساس کر لیا اور اپنا بدن دہرا کر کے اسے مرحبا کہا اور آداب بجالا کر عرض کیا۔

''اے خدا کے محترم فرشتے۔ دم کٹا سفید عنبر بیمار ہے۔ اسے عجیب و غریب خواب آتے ہیں اور حیرت انگیز واقعات پیش آ رہے ہیں۔'' فرشتہ بولا:

''گزشتہ رات والا واقعہ ایک معجزہ تھا۔'' میں نے کہا:

''کیا سمندروں پر موکل فرشتہ از راہ کرم مجھے بتائے گا کہ کل میں نے کسے

Presented by Ziaraat.Com

نگلا؟" فرشتے نے جواب دیا:

"تونے" ذوالنون" کونگلا"۔ میں نے عرض کیا:

"لاعلمی کی معذرت کے ساتھ کیا میں یہ پوچھنے کی جرأت کرسکتا ہوں کہ "ذوالنون" کون ہے؟" فرشتے نے کہا:

"وہ ایک کریم النفس عظیم انسان اوراللہ کے صابروشاکر بندے ہیں۔ ان کا نام یونسؑ بن متیٰ ہے اوروہ زمانے کے نبیؑ ہیں۔" میں کانپ گیا اور بولا:

"وہ کشتی سے کیسے گر پڑے تھے۔ کیا انہوں نے خود اپنے آپ کو گرایا تھا؟"

فرشتے نے جواب دیا:

"فسا هم فكان من المد حضين"

(انہوں نے قرعہ ڈالا تھا پس نقصان اٹھا گئے)

میں نے کہا:

"میں نے انہیں نادانستگی میں نگلا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ میں یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ انہیں نگل کر مجھے آپ کو تشریف لانے کی زحمت دینا پڑے گی۔" فرشتے نے کہا:

لیکن خبردار رہیو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تیرا رزق نہیں بنایا۔ لہٰذا بڑی احتیاط کرنا کہ وہ تیرے شکم میں ہر طرح کے گزند سے محفوظ رہیں۔ میں نے جواب دیا:

"لیکن اب جب وہ میرے شکم میں پہنچ چکے ہیں تو قصہ ختم ہے۔ اب تو وہ میرا رزق بن ہی چکے ہیں۔" فرشتہ بولا:

"لاکھ وہ تیرے شکم میں ہوں۔ بہر حال وہ تیرا رزق نہیں ہیں۔" میں نے کہا:

"پھر میں نے انہیں نگلا کیوں؟" فرشتے نے جواب دیا۔

"تیرا شکم ان کی حفاظت گاہ اور عارضی مسکن ... "

Presented by Ziaraat.Com

ایک وحشی آدم خور کا شکم کس طرح کسی نبیؑ کی حفاظت گاہ ہو سکتا ہے جو سراپا محبت سلامتی ہوتے ہیں؟ وحشیت سلامتی کی پناہ گاہ کیسے بن سکتی ہے؟" فرشتے نے جواب دیا۔

"اے عنبر۔ انسانی بدن پر غور کر۔ وہ وحشیت میں تجھ سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ تیری وحشیت تو اس کی وحشیت کا پاسنگ بھی نہیں اور پھر اس کے نفس اور اس کی روح کو دیکھ جو سراسر محبت وسلامتی ہے۔"

"اور پھر غور کر کہ کس طرح یہ دونوں ضدیں یکجا موجود ہیں۔ بدن نفس کا سرپوش ہے جبکہ نفس بدن کی روح ہے۔ وحشی بدن میں محبت وسلامتی کی روح کا بسیرا ہے۔" میں نے پوچھا۔

"نفس بدن سے کیسے نجات پا سکتا ہے؟" فرشتہ بولا:

"جس طرح سلامتی وحشیت سے نجات پائے گی۔" میں نے پوچھا:

"سلامتی وحشیت سے کس طرح نجات پائے گی۔؟" فرشتے نے جواب دیا۔

"جس طرح یونسؑ تیرے شکم سے نجات پائیں گے۔!" میں نے کہا:

"مشکل سی بات ہے کہ اب یونسؑ میرے شکم سے نجات پالیں۔" فرشتہ بولا:

"تجھے جلد ہی پتہ چل جائے گا لیکن یاد رکھ کہ تو اگرچہ ظاہری شکل وصورت میں وہیل اور بہت بڑا وحشی ہے لیکن تیرے جسم کی وحشیت انسانی بدن کی وحشیت کے سامنے ہیچ ہے اور اب جبکہ نفس بدن کی قید میں آ گیا ہے، دیکھتا رہ کہ وہ اس سے کس طرح نجات پاتا ہے۔"

فرشتہ رخصت ہو گیا اور میں تنہائی میں خود کو اپنی وحشیت سے وحشت زدہ محسوس کرنے لگا۔ سمندر مجھے عجیب پراسرار سا لگ رہا تھا۔ مجھے اس کی نیلاہٹ تک میں شک ہونے لگا۔

فرشتے کی باتوں نے مسئلے کو میرے لئے بہت پیچیدہ بنا دیا تھا۔ وہ کہہ رہا

Presented by Ziaraat.Com

تھا کہ میں صرف ظاہری شکل وصورت میں وہیل ہوں۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ میں حقیقتاً وہیل نہیں ہوں، اور یہ جو کچھ مجھے پیش آ رہا ہے محض خواب ہی ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ کیا میرے اس دیوہیکل وحشی وجود سے میری اجازت واطلاع کے بغیر کسی معجزے کے اثبات کا کام لیا جائے گا؟۔ یا پھر یہ کسی ایسی چیز کی رمز بن جائے گا جس کا بظاہر میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں......؟

سورج آسمان میں بلند ہو چکا تھا۔ میں تیرتا اور پانی کو سینے سے خارج کرتا رہا۔ آخر کار میں تھک گیا اور سوچنے لگا کہ کیوں نہ نیچے چل کر کچھ آرام کر لیا جائے۔

چنانچہ میں پانی میں غوطہ لگا گیا۔

تاریک پانی میں اترتے ہوئے میں سوچتا جا رہا تھا کہ اس وقت یونسؑ میرے شکم میں کیا کر رہے ہوں گے۔ کیا وہ زندہ بھی ہوں گے یا اب تک میرے نظام ہضم کا عمل انہیں ختم کر چکا ہوگا۔؟ اگر وہ ابھی تک زندہ بھی ہیں تو مزید کتنی دیر زندہ رہ لیں گے۔؟

اور میرے شکم سے نجات ان کی کیسے ممکن ہوگی۔ محبت وسلامتی وحشیت کی قید سے کس طرح نجات پا سکے گی......؟ میں سخت قسم کی الجھن میں مبتلا ہو گیا۔

میں نے محسوس کیا کہ میں یونسؑ پر مہربان ہو گیا ہوں۔ ماں کی محبت سے محروم ہونے کے بعد زندگی میں پہلی بار میں نے ہمدردی اور شفقت کے جذبات اپنے دل میں موجزن پائے۔ مجھے اس پر حیرت بھی تھی کیونکہ ہماری لغت میں محبت وشفقت، ہمدردی، رحم وغیرہ جیسی اصلاحات موجود نہیں۔ یہ عاجزی کا مظہر ایک احساس ہے جس کی عارضی اور لمحاتی سی جھلک ہم میں کسی سخت بیماری یا یقینی موت کے وقت کبھی کبھار نظر آ جاتی ہے۔ تو پھر کیا میں سخت بیمار یا یقینی موت سے دوچار ہوں؟ اور کیا واقعی اب میں ہمیشہ کی طرح وحشی نہیں رہا۔ تو پھر تہہ کی طرف اس سفر کے دوران سمندری مخلوق مجھ سے خوفزدہ ہو کر بدحواسی کے عالم میں بھاگتی

Presented by Ziaraat.Com

ہوئی چٹانوں سے ٹکرا ٹکرا کر ہلکان کیوں ہو رہی ہے؟۔ اگر میں وحشی نہیں رہا تو یہ سب کچھ کیسے ممکن ہے اور اگر میں بدستور وحشی ہوں تو مجھ میں یہ جذباتی پن کہاں سے آ گیا۔ کیا اس سب کچھ کی ذمہ دار یہ ہستی ہی ہے جسے میں نے کل نگلا تھا۔

ظاہر ہے کہ یہ وقت کا نبیؑ اور مبارک روح ہے، اور محبت وسلامتی اور رحمت وشفقت کا مجسمہ ہے۔ یقیناً یہی مجھ پر محبت وسلامتی کی بدبختی نازل کرنے کا ذمہ دار ہے، اور ظاہر ہے کہ ایک وحشی کے لئے محبت وسلامتی سے بڑا مرض کیا ہوسکتا ہے۔؟

میں نے یونسؑ سے نفرت کرنا چاہی لیکن نہ کر سکا۔ میں نے انہیں بھول جانا چاہا لیکن کامیاب نہ ہوا۔ مجھے محسوس ہوا کہ میرے شکم میں یہ اسیر نبیؑ تو میرے شکم پر قابض ہو چکا ہے۔ ساتھ ہی اس نے میرے وجود پر بھی قبضہ کر لیا ہے اور میری عقل بھی اس کی اسیر ہو چکی ہے...... اس لمحے میں نے اللہ تعالٰی کا شکر ادا کیا کہ میں نے صبح شارک کو نہیں نگلا۔ اگر میں نے اسے نگل لیا ہوتا تو وہ ضرور انہیں کھا جاتی۔ اس خوفناک تصور سے مجھے جھرجھری آ گئی......!

اب میں انسان کے ساتھ اپنی پشت ہا پشت کی ہزاروں صدیاں پرانی دشمنی بھول چکا تھا۔ میں یہ بھی بھول گیا کہ اسی کی وجہ سے ہمیں خشکی سے جلاوطن ہو کر پانی میں پناہ گزین ہونا پڑا تھا۔

اب میری سوچ صرف یہ جاننے کی کوشش پر مرکوز تھی کہ یونسؑ اس وقت میرے شکم میں کیا کر رہے ہوں گے؟ اور میں اللہ تعالٰی سے دعا کر رہا تھا کہ وہ زندہ ہوں۔ لیکن اس پانی کی تاریکی کو دیکھ کر جس میں غوطہ زن تھا اور اس کے بعد اپنے زندان شکم کی تاریکیوں کے تصور سے کہ جن میں یونسؑ مقید تھے میری روح فنا ہونے لگی اور یہ سوچ کر کہ نبیؑ معصوم پر تاریکی کی اس دہری قبر میں کیا گزرتی ہوگی۔ میں سخت عذاب میں مبتلا ہو گیا اور خود اپنی زندگی سے میری

Presented by Ziaraat.Com

ساری دلچسپی ختم ہو گئی۔

مجھے رہ رہ کر یہ احساس ستا رہا تھا کہ یونسؑ کس حال ہوں گے۔

تہہ پر پہنچ کر میں نے دم کی حرکت موقوف کی۔ میرے پاس سے گزرتے ہوئے ہزار ہا بحری جانور اور وحشی عفریت خوف اور بدحواسی کے عالم میں جلدی جلدی آداب بجالا کر پوری قوت و سرعت سے دور بھاگ گئے...... یہاں سورج کی حکومت نہیں ہے۔ اس کا عمل دخل سطح سے ایک تہائی راہ پر ہی ختم ہو جاتا ہے اور اس تہائی کے بعد ظلمت کی قلمرو شروع ہو جاتی ہے۔ پانی میں تیرتی ہوئی جگنو مچھلیوں نے مجھے پھر اپنے تاریک زندان شکم کی یاد دلائی اور میں ایک بار پھر خود سے پوچھنے لگا۔

''اللہ کے نبیؑ اس گھپ اندھیرے میں کس طرح بیٹھے ہوں گے؟!''

معلوم نہیں کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ وہ زندہ ہیں! پھر اچانک ہی میرے کانوں میں ایک عجیب آواز گونجنے لگی جو میں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ آواز کہہ رہی تھی۔

''لا الہ اِلّا انت سبحانک اِنی کنت من الظالمین''

''تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو عظیم و مقدس ہے۔ میں خود ہی ظالموں میں سے ہوں''

میرے لئے یہ آواز قطعاً غیر معروف اور نامانوس تھی۔ میں تمام سمندری مخلوقات کی زبانیں جانتا اور ان کی آوازیں پہچانتا ہوں۔ یہ آواز یقیناً ان میں سے کسی کی نہیں......

میں نے گرد گرد زور زور سے اپنی دم ہلائی تاکہ معلوم کر سکوں کہ یہ الفاظ کہنے والا کہاں چھپا بیٹھا ہے۔ لیکن وہاں کوئی نہیں تھا......!

آواز بدستور آ رہی تھی۔

Presented by Ziaraat.Com

اور بار بار آ رہی تھی۔ اور بلا وقفہ یہ ذکر جاری تھا...... کہنے والا نہ رکتا تھا نہ ٹھہرتا تھا نہ اکتاتا تھا نہ تھکتا تھا......اور ایک ایک لفظ پوری وضاحت وفصاحت سے ادا کر رہا تھا...... جونہی یہ فقرہ ختم ہوتا فوراً ہی اس کا اعادہ شروع ہو جاتا۔ مہ وخورشید کا طلوع وغروب، روز وشب کی ترتیب اور سمندری رووں کا نظام اس ذکر کی باقاعدگی اور نسق وتسلسل پر قربان ہوا جاتا تھا......

جب میں نے اپنے ذہن پر یہ جاننے کے لئے بہت زیادہ زور ڈالا کہ یہ الفاظ کس کے ہیں اور کہاں سے آ رہے ہیں تو دفعتاً مجھ پر روشن ہوا کہ یہ ذکر تو خود میرے اپنے وجود سے صادر ہو رہا ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ یونسؑ زندہ ہیں اور عظمت وہیبت خداوندی سے سرشار ہو کر اظہار تشکر کے لئے میں اپنی دم کو حرکت دے کر تہہ پر تسبیح کے انداز میں سیدھا کھڑا ہو گیا اور نیت کی کہ اگر کوئی دوسری مخلوق اس پاک ذکر کو نہ سن سکنے کی وجہ سے ذوالنونؑ کے ساتھ اس ورد میں شامل نہیں ہو رہی تو کم از کم میں ہی ہو جاؤں۔ چنانچہ میں بھی ان کے ساتھ اس مقدس ذکر میں شامل ہو گیا۔

"لا الٰہ اِلّا انت سبحانک اِنی کنت من الظالمین"

متواتر ذکر سے محبت کا وہ نور پھوٹ رہا تھا جس سے سمندر کی تاریک تہہ پر حد آواز تک چراغاں کا سماں پیدا ہو گیا تھا۔ اس نور کا منبع میرا زندان شکم تھا جس کی دیواریں روشن ہو گئیں تھیں اور ان میں سے ہر طرف روشنی کے شرارے پھوٹ رہے تھے جو پانی کے بلوریں ذرات سے منعکس ہو کر بحر نباتات، قدیم چٹانوں اور چکنی ریت کو منور کر رہے تھے۔ لاکھوں صدیاں لمبی سیاہ رات کے بعد تہہ آب میں فجر پھوٹ رہی تھی۔ پھر تہہ کے تمام باسی بھی بیدار ہو کر

"لا اِلٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین"

کے ذکر میں اپنے وقت کے نبیؑ کے ساتھ یک زبان ہو گئے......!

معاً مجھے خیال آیا کہ کیا وجہ ہے کہ نبی اللہ تعالیٰ کی معبودیت مطلقہ کے اقرار

Presented by Ziaraat.Com

کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو ظلم کا مجرم بتا رہا ہے؟...... میں ظلم کے مفہوم پر غور کرنے لگا۔ کون سی چیز یونسؑ سے ظلم کے اقرار کا تقاضا کر رہی تھی؟...... کیسے ممکن ہے وہ ظالموں میں سے ہوں۔ انہوں نے کیا ظلم کیا تھا......؟

مجھے محسوس ہوا کہ میرا سر ان سوالات کے بوجھ سے پس رہا ہے اور قریب ہے کہ وہ پھٹ جائے......

میں نے پانی سے نکل کر آسمان کی طرف سجدائی جست لگائی اور اپنے خالق سے سوال کیا:

"پالنے والے۔ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ یونسؑ کو تو نے ان کے کسی تصرف کی پاداش میں میرے شکم میں بھیجا ہے۔ میں تجھے تیری خالقیت اور اسی معبودیت کا واسطہ دے کر جس کا اعلان تیرا پاک نبیؑ کر رہا ہے۔ تجھ سے پوچھتا ہوں کہ انہوں نے کیا کیا تھا جو تو نے انہیں میرے شکم کی تاریکیوں کا مہمان بنایا......؟"

لیکن موجوں کے تلاطم کی آواز بدستور رہی جو اصولاً کسی آسمانی آواز کے دوران احتراماً خاموش ہو جاتی ہے...... مجھے اپنے سوال کا کوئی جواب نہ ملا۔ ہاتف نے مجھے بتایا۔

"تیرا یہ سوال منہ چھوٹا اور بڑی بات جیسا ہے"!

......تو کیا میں نے خلقت میں اپنے مرتبے سے سے تجاوز کر کے اور اپنے مقام سے بلند ہو کر یہ سوال کیا ہے......؟

کیا میں اپنے مرتبہ و مقام کے لحاظ سے یہ سوال کرنے کا مجاز نہ تھا......؟

میں نے پھیپھڑوں میں سے جمع شدہ پانی نکالا اور ان میں تازہ ہوا بھری۔

سورج غروب ہو رہا تھا لیکن نبیؑ کی تسبیح میرے شکم میں بدستور جاری تھی......

میں نے چھپتے ہوئے سورج پر غور کیا......

میرا دل بوجھل اور سینہ تنگ تھا۔ یونسؑ کی طرف سے میں اتنا پریشان تھا کہ

Presented by Ziaraat.Com

مجھے کسی کل چین نہیں آتا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ گویا مجھے پانی سے باہر پھینک دیا گیا ہے۔

جس طرح انسان کی نہ نظر آنے والی ضرب سے وہیل اپنے خون میں غوطے لگانے لگتا ہے، اسی طرح غم کی اس نامرئی ضرب سے میں رنج واندوہ کے گرداب میں کھو گیا تھا۔

''......کیا ایسا تو نہیں کہ میرے شکم میں قید نبیؑ کا دکھ میری طرف منتقل ہو گیا ہو۔؟

پھر مجھے اچانک ہی یہ احساس ہوا کہ میرا معدہ تو بدستور اپنا فطری وظیفہ انجام دے رہا ہے اور اس کی انتہائی تیز ہاضم رطوبتیں بھی مصروف عمل ہیں...... میں سخت اندیشے میں مبتلا ہو گیا کہ کہیں میں اپنے ''صاحب'' کو ہضم ہی نہ کر ڈالوں......!

میں نے انہیں ''اپنا صاحب'' کہا۔ یہ لفظ میں نے فرمان خداوندی کے حوالے سے کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود انہیں ''صاحب الحوت'' (وہیل کا صاحب۔ وہیل والا) فرمایا ہے۔ ورنہ خلقت میں میرے مرتبہ ومقام کے حامل کو یہ جسارت زیبا نہیں...... اللہ تعالیٰ نے انہیں میرا ''صاحب'' قرار دیا ہے۔ اب میرا فرض ہے کہ اس لفظ کی لاج رکھوں اور اپنے صاحب کی جو میرا محترم مہمان بھی ہے، صحت وسلامتی کی اپنی جان کی قیمت پر بھی حفاظت کروں۔

میں نے چاہا کہ اپنے معدے کو ہاضم رطوبتوں کی تیاری سے روک دوں۔ لیکن میں ایسا نہ کر سکا۔

کیا وحشیت میں انتہائی ترقی یافتہ اور کائنات کی جابر ترین مخلوق کا خود اپنے معدے پر بھی حکم نہیں چلتا؟!

اور جس کی ہیبت سے سمندری عفاریت کا نظام تنفس باطل ہو جاتا ہے اور جس کے رعب وجلال سے ان کے حواس مختلف ہو جاتے ہیں، اسے خود اپنے نظام

Presented by Ziaraat.Com

کے ایک ہی جز پر اتنا سا بھی اختیار نہیں کہ عارضی طور پر اُسے رطوبت سازی ہی سے روک دے......؟

یہ کیسی وحشیت ہے کہ اسکے اپنے ہی بدن کے اعضاء اسکے نافرمان ہیں؟۔

اس مقصد میں ناکامی پر مجھے غصہ تو بہت آیا لیکن اگر اپنی فطرت سے مجبور ہو کر میں اپنے معدے کو نافرمانی کا مزا چکھانا چاہتا تو اس میں بہت بڑے نقصان کا اندیشہ تھا۔ میں تو ختم ہو بھی جاتا۔ اور اپنی آن کے مقابلے میں اپنی جان کی بھی کوئی پروانہ ہوتی۔ لیکن امانت کی حفاظت ممکن نہ رہتی اور۔

"لا تکسر لہ عظما و لا تخدش لہ لحما"

کی تعمیل میں میرے "صاحب" کی ہڈیاں اور گوشت سلامت نہ رہ سکتے۔

چنانچہ میں نے متبادل ترکیب اختیار کی:

میں نے روزہ رکھنے اور فاقہ کرنے کا فیصلہ کر لیا کہ شاید اس طرح میرے معدے کا عمل کچھ معطل ہو جائے اور وہ موت سے بچ سکیں۔ علاوہ ازیں میں نے اپنا منہ کھول کر پھیپھڑوں کو ہوا سے خوب بھر لیا تا کہ کچھ آکسیجن بھی ان تک پہنچ سکے اور ان کا دم نہ گھٹ جائے۔

اگر ان کا دم گھٹ گیا یا میرے معدے نے انہیں ہضم کر لیا تو کیا ہوگا......؟

میں اس تصور سے کانپ اٹھا۔

اور پھر میں اللہ تعالیٰ کے اس فرشتے کو کیا جواب دوں گا۔ جس نے مجھے ان کی ہر ممکن حفاظت کا حکم دیا تھا......

اس اندیشے کے جان لیوا! احساس نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور میں بے بسی کے عالم میں زور زور سے اپنی دم پانی میں مار مار کر چیخنے لگا اور اللہ تعالیٰ کے حضور یوں فریاد کرنے لگا۔

"اے کائنات کے مالک۔ اے سمندروں کے خالق مجھے یونسؑ کی زندگی

Presented by Ziaraat.Com

کی بھیک دے۔"

"اے رحیم وکریم خدا انہیں موت سے نجات عطا فرما"۔

میں اتنا دہشت زدہ ہو گیا تھا کہ کبھی فرطِ اضطراب سے سمندر میں غوطہ لگاتا اور کبھی پانی کی سطح پر آ کر بے کلی اور بے چینی سے بے تحاشا دم مارنے لگتا......

میری اس عجیب اور غیر معمولی کیفیت کو دیکھ کر دوسرے وہیلوں نے سمجھا کہ میں بیمار ہو گیا ہوں۔ وہ سب میرے پاس آئے لیکن ہیبت کی وجہ سے دور ہی ٹھہر گئے۔ ان میں سے ایک جرأت کر کے آگے بڑھا اور ادب سے بولا:

"سفید جسم وہیل بادشاہ کو نصیب دشمناں کوئی تکلیف تو نہیں؟" میں نے جواب دیا:

"یہ ایک راز ہے جسے میں افشاء نہیں کر سکتا...... تم جاؤ، اپنا کام کرو......"

وہ سب چلے گئے اور میں اکیلا اپنے اضطراب سے دو چار قضاء کے فیصلے کا انتظار کرنے لگا۔

سمندر مدوجزر میں تھا لیکن تسبیح کی آواز میں مد ہی مد تھا۔ جذر اس میں کہیں نہیں تھی۔

یہ آواز نہ نیچی ہوئی تھی نہ سست ہوئی تھی نہ موقوف ہوئی تھی......

دوسرے دن کا سورج غروب ہو چکا تھا...... رات نے انتہائی تاریکی کا اور میرے دل نے انتہائی رنج و اندوہ کا لباس پہن لیا۔ میں اپنا سینہ ہوا سے بھر کر دم کی حرکت سے نیچے اتر گیا۔

تہہ پر پہنچ کر میں نے سوچنا چاہا لیکن جب تاریکی میں فکر کو بھی کوئی راہ نہ ملی تو میں نے ذوالنونؑ (اب وہ میری کائناتِ وجود پر پوری طرح قابض ہو کر صحیح معنوں میں ذوالنون (عنبر وہیل کے مالک) بن چکے تھے) سے داخلی رابطہ قائم کرنا چاہا۔ اور سیاہ رات کے اندھیرے میں، تاریک سمندر کی بے پایاں گہرائی میں اور

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

انتہائی خوف ودہشت کے عالم میں سرگوشی کی:

''اے اللہ محترم نبیؐ۔ میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔'' جواب ملا۔

''لا الہ اِلّا انت سبحانک اِنی کنت من الظالمین''

میں نے عرض کیا:

''اے قبلہ تعظیم وتکریم۔ یہ ناچیز آپ کی نجات کے لئے کیا مدد پیش کرسکتا ہے۔'' جواب ملا:

''لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین''

میں نے سمجھ لیا کہ وہ تسبیح الٰہی میں اس درجہ مگن اور مستغرق ہیں کہ کسی اور طرف متوجہ نہیں ہوسکتے......

لہٰذا میں نے اپنے دل پر خاموشی کا قفل لگایا اور مزید سوال سے باز رہا۔

تہہ پر میں اپنی دم کو عموداً بلند کرکے اپنے مخصوص انداز میں تیرنے لگا۔

وہاں تو موجودات آبی کا گویا ایک میلہ لگا تھا۔ ذکر میں مصروف......

ریت کے تودے سر اٹھائے تیر رہے تھے۔

......وہیل اور دوسرے آبی عفریت فطرت کے تعلیم فرمودہ طریقوں سے تیر رہے تھے۔

......مختلف قسموں کی رنگارنگ مچھلیاں گروہ در گروہ بے خوف وخطر تیری رہی تھی۔......تمام سمندری نباتات لہک لہک کر اور ہر قسم کی سمندری مخلوقات جھوم جھوم کر تیر رہی تھیں۔

الغرض ہر مقام پر ''لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین'' کے ذکر کا کیف وسرور تیر رہا تھا اور ہر طرف محبت وسلامتی کے چرچے تھے......

صرف ایک میں تھا جو انتہائی خوفزدہ دل سے تسبیح کر رہا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک انتہائی وحشی جسم ہوتے بھی میں خوف و وحشت سے تھر تھر کانپ رہا تھا...... بدن اپنے نفس کی تسبیح سے لرزہ براندام تھا......؟

تو کیا بدن بھی اپنے نفس سے خوفزدہ ہوتا ہے......؟

بہرحال ایک بات یقینی تھی کہ یونسؑ کی نجات کے لئے کچھ بھی کر گزرنے پر پوری طرح آمادہ و مستعد تھا۔

میرے سینے کی ہوا ختم ہوگئی تو میں تیزی سے سطح پر آگیا۔ اور سینے سے پانی خارج کر کے تیرنے لگا۔

میرے پاس ہی سے ایک کشتی گزری لیکن میں اس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔

میں بھوک سے عاجز ہو چکا تھا۔

دو دن سے میں نے کچھ نہیں کھایا تھا جبکہ میری خوراک کی مقرر مقدار ایک ہزار کیلو گرام مچھلی کا گوشت ہے۔

لیکن کچھ بھی ہو میں نے فاقہ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔

میرے معدے میں اینٹھن ہونے لگی۔ اور میری انتڑیاں عنبر تیار کرنے لگیں۔

یونسؑ کو نگلنے کے بعد میں کچھ کھانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ کیونکہ اگر معدہ حرکت میں آگیا تو وہ زندہ نہیں رہ سکیں گے۔

معدہ خالی اور معطل ہی رہے تو بہتر ہے۔

معدے کی اینٹھن کا عذاب میں برداشت کرلوں گا لیکن معدے کی فعالیت مجھے درکار نہیں۔

"لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین"

اللہ کا نبی تسبیح میں مصروف تھا۔

مجھے خوب معلوم تھا کہ فاقہ میری جان لے لے گا۔

لیکن یہ بھی میں جانتا تھا کہ اگر میں نے کچھ کھالیا تو یونسؑ کی موت یقینی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

یونسؑ میرا "نفس ثانی" بن چکے تھے......اور میرا وجود ان کے لئے دوسرا جسم بن چکا تھا۔

اور نفس کی نجات تو جسم کی موت ہی سے ممکن ہے۔

تیسرا دن آیا۔

یہ میرے فاقے کا بھی تیسرا ہی روز تھا۔

جوں جوں جسم کی طاقت زائل ہوتی جا رہی تھی۔ نفس کی تسبیح کی آواز بلندیوں کو چھو رہی تھی۔

میری روح کے افق کے اس پار ایک نا قابل بیان نور شعاع ریز تھا۔

میری انتڑیاں عنبر سے بھر چکی تھیں۔

جوں جوں معدے کی اینٹھن بڑھتی جا رہی تھی، تسبیح کا ذکر تیزی اختیار کر رہا تھا۔

"لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین"

میں نے چاہا کہ مرنے سے پہلے سلطنت کے طول و عرض میں ایک دفعہ گھوم لوں۔

ٹھنڈے گرم سمندروں، خلیجوں، چٹانوں، جزیروں، عہد شباب کے حریف برف کے کوہ نما تودوں، وہیلوں، مچھلیوں، سطح سمندر پر تیرتی ہوئی کائی، سفید چمکدار جھاگ اور آخر میں نمکین پانی کو ایک نظر دیکھ کر انہیں الوداعی سلام کہا اور پھر آخر کار میں تھک کر ایک جزیرے سے ٹھہر گیا۔

شدید تشنج کی وجہ سے قریب تھا کہ میرا معدہ پھٹ جائے۔

کہیں دور سے ایک آواز میرے کانوں میں آرہی تھی خاص مقام یا سمت سے نہیں بلکہ ہر مقام اور سمت سے آرہی تھی۔ اس کے الفاظ یہ تھے۔

"فلو لا انه کان من المسبحین، للبث فی بطنه الی یوم یبعثون"

(اگر یونسؑ تسبیح کرنے والے نہ ہوتے تو قیامت تک عنبر وہیل کے شکم میں قید رہتے)

Presented by Ziaraat.Com

درد کی شدت میں میں نے اپنا منہ کھول دیا۔

میرے جبڑے اپنے تیز سفید دانتوں کے ساتھ ایک دوسرے سے دور ہو گئے۔

میں نے اپنے زندانِ شکم کے قیدی کو خشکی پر اگل دیا۔ انسان کی قوت وعظمت کا راز تو میں نے پالیا لیکن عین موت کے وقت۔ بالکل اسی طرح جس طرح میرے باپ نے سمندروں پر میری حکومت کے استحقاق کا راز پایا تھا۔

یقیناً ہر چیز کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔

اور اس کے حصول کے لئے کوشش اور مدت کی ایک مقدار معین ہوتی ہے۔

لیکن معرفت کا حصول سب سے مشکل ہے۔

اس میں وقت بھی بہت لگتا ہے اور کوشش بھی بہت زیادہ درکار ہوتی ہے۔ یہ راز میں نے سمندر کی سطح سے رخصت ہوتے وقت پایا۔

پھر میں نے اس راز کو صفحۂ آب پر......اپنی سرگزشت حیات کے آخری صفحے پر خوشبودار عنبریں روشنائی سے تحریر کر کے لہروں کے حوالے کیا اور سمندروں کی حکومت کا تاج جھاگ کے سپرد کر کے سطح کو خیر باد کہا۔

مجھے محسوس ہوا کہ میں شہروں کی عمارتوں کی چھتوں سے لٹکی ہوئی قندیلوں میں اسی طرح قید ہوں جس طرح یونسؑ میرے شکم میں قید تھے اور مجھ سے پیدا ہونے والی روشنی ان کے تاریک ماحول کو اسی طرح روشن کر رہی ہے جس طرح ذوالنون کی تسبیح سے سمندر کی تاریک تہہ میں نور پھیل گیا تھا۔

میں ابدی تاریکیوں میں اتر رہا تھا۔

نورانی قندیلیں بدستور روشنی بکھیر رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆

www.Ziaraat.com
Saleem-e-Sakina

بنی اسرائیل کی گائے

میری بڑی بڑی آنکھوں میں عجز و نیاز بھری خاموش نظر ہمیشہ سے ایسی ہی ہے.....کھانا کافی ہو یا نا کافی۔

پانی وافر ہو یا کم......

کام زیادہ ہو یا تھوڑا......

اوضاع و احوال چاہے جتنے بھی بدل جائیں۔

امور و معاملات میں خواہ کتنا ہی تغیر واقع ہو جائے۔

لیکن میری تسلیم و رضا سے بھرپور نظر کبھی نہیں بدلتی۔

میرا روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ انسانوں کی نظریں ان کے مزاج کے تغیر سے متغیر ہو جاتی ہیں اور ان کی آنکھیں ان کی ذہنی حالت کی تبدیلی سے بدل جاتی ہیں۔تو پھر کیا میری آنکھوں کے عدم تغیر اور میری نظروں کی یکسانیت کا مطلب یہ ہے کہ میرے ذہن و مزاج میں تاثر پذیری کی صلاحیت نہیں اور میں غصے، بیزاری، احتجاج، افسوس وغیرہ جیسے جذبات سے عاری ہوں۔

ایسا نہیں ہے بلکہ ہم بھی حالات سے متاثر ہوتے ہیں اور غصہ وغیرہ بھی کرتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ اس کا کوئی فائدہ ہو۔ورنہ عبث اپنا خون جلانے سے بہتر ہم یہی سمجھتے ہیں کہ غصے وغیرہ سے باز ہی رہیں۔

آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ جب میری پیٹھ پر کوئی مکھی بیٹھ جاتی ہے تو

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

میرے مزاج میں برہمی واقع ہوتی ہے اور میں اس اڑا بھگانے کے ارادے سے اپنی دم مارنے لگتی ہوں لیکن جب وہ کوشش کے باوجود میری پیٹھ سے چپکی رہتی ہے اور کسی بھی قیمت پر وہاں سے نہ ٹلنے پر بضد ہو جاتی ہے تو میں بے فائدہ مزید دم مارنے میں کوئی فائدہ نہ دیکھتے ہوئے خود ہی ہار مان لیتی ہوں کیونکہ جیسا میں نے عرض کیا، مفت میں خون جلانے سے کیا حاصل۔

اور جب مکھی کے ساتھ میرا یہ سلوک ہے تو انسان کے ساتھ میرے سلوک کا اندازہ آپ کر ہی سکتے ہیں۔ دراصل میں اس کے کسی بھی تصرف سے غصے یا جذبات میں نہیں آتی۔

بعض اوقات میں ڈرتی ہوں کہ وہ مجھے مارے گا اور میں نہ صرف اس کے غصے سے ڈرتی ہوں بلکہ اس کے خوف کرنے سے بھی مجھے خوف آتا ہے اور میں اس کی نوبت ہی نہیں آنے دیتی بلکہ شروع میں ہی ہار مان کر راضی برضا ہو جاتی ہوں...... ہے نا مزے کی زندگی...... نہ کسی کو ناراض کرو اور نہ خود پریشان ہو......

میں ہمیشہ اور ہر حال میں خوش رہتی ہوں...... میں ایک نعمت ہوں لیکن دوسروں کے لئے......

مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میں کب ذبح ہوں گی۔ میں جانتی ہوں کہ روزانہ ہزاروں گائیں ذبح ہوتی ہیں۔ یہ ذبح ہونا معلوم نہیں آپ اسے کیا سمجھتے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ ذبح ہونے میں ایک پُراسراری سعادت مضمر ہے۔

یوں سمجھئے کہ ہم ذبح ہو کر ایک طرح سے اپنے وجود کا اثبات کرتے ہیں...... ذبح ہو کر انسان کی ضیافت کام ودہن کے لئے مزیدار کھانا بنتے ہیں اور طرح طرح کے پاپوش بن کر اس کے قدموں کو زینت دیتے ہیں اور یوں انسان کے لئے ہماری خدمات صرف ہماری زندگی ہی تک محدود نہیں بلکہ ذبح ہونے کے بعد بھی جب تک ہمارے جسم کی آخری بوسیدہ ہڈی انسان کے کام نہیں آجاتی ہمارا

Presented by Ziaraat.Com

فیضِ خدمت اس کے لئے جاری رہتا ہے۔

کتنی عظیم بات ہے کہ بذل وعطا اور اِفادہ وخدمت خلق خدا کی فطرت بن جائے۔

اور ہم یہ سب کچھ اس علم کے باوجود کرتے ہیں کہ انسان ہم سے لیتا تو سبھی کچھ ہے لیکن دیتا اگر کچھ ہے بھی تو بعد میں واپس ہی لینے کی نیت سے۔

اگر ہمیں دانہ چارہ دیتا ہے تو فربہ گوشت حاصل کرنیکی غرض سے..... خدا کے نام پر یا خدا خوفی یا ہمدردی مخلوق خدا کے پیش نظر اس نے ہمیں کبھی کچھ نہیں دیا۔

دراصل ساری بات ہر طرح سے ہمارے حساب کتاب اور انداز کے عین مطابق ہے اور ہر طرح سے صاف اور واضح ہے۔ نہ اس میں کوئی ابہام ہے نہ اشکال...... لیکن اس کے باوجود بھی ہم نہ پیچ وتاب کھاتے ہیں اور نہ غصہ ہی کرتے ہیں۔

دراصل ہمارے دستور میں ناراض ہونا یا غصہ کرنا جائز نہیں۔ ہمارے نزدیک مثالی زندگی وہی ہے جو الجھنوں سے پاک ہو۔ ہمارے بڑے بوڑھے کہتے آئے ہیں۔

''دانہ چارہ کھاؤ۔ اور عیش کرو۔ ہار مان لینا خوشگوار زندگی کی ضمانت اور عمر درازی کا راز ہے۔''

یہی کچھ ہم نے سیکھا، یہی کچھ کیا اور یہی کچھ وراثت میں پایا۔

ایک دن شیطان نے ہم سے کہا:

''اے گائیو! اگر تم اپنے حقوق کے لئے اُٹھ کھڑی ہو تو انسانی دنیا میں انقلاب ہی آ جائے۔ یہ انسان کھیتوں میں تمہاری محنتوں کا استحصال کرتا ہے۔ تمہاری زندگی میں تمہارے دودھ سے تمہارے اپنے بچوں کو محروم کر کے اپنے بچوں کی پرورش کرتا ہے اور اس سے بنیادی ضرورتیں پوری کرتا ہے تمہارے دودھ سے بالائی پنیر، مکھن، گھی اور مٹھائیاں بناتا ہے اور آخر کار تمہیں ذبح کر

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

کے نہ صرف تمہارا گوشت کھا جاتا ہے بلکہ تمہاری کھال اور ہڈیاں تک بھی اپنے استعمال میں لے آتا ہے...... اگر سمجھو تو یہ تمہارا بہت بڑا دشمن ہے بلکہ ہمارا تمہارا مشترک دشمن ہے۔

''اگر تم اسی طرح تسلیم و رضا کی روش پر چلتی رہیں تو کبھی ترقی نہیں کرو گی۔ بلکہ جس طرح گائے بن کر پیدا ہوئیں، اسی طرح گائے ہی بن کر جیو گی اور گائے کی ہی طرح ذبح ہو کر مرتی رہو گی۔

''تو اٹھو۔ جاگو۔ حرکت میں آؤ۔ اور اپنے حقوق کے لئے کچھ کرو''۔

ہم نے سمجھ لیا کہ یہ موا شیطان ہی ہوگا۔ لیکن ہوا کرے۔ ہمیں کیا؟! ہم نے اس کی ساری باتیں سنیں لیکن انہیں توجہ کے لائق نہ سمجھا...... حتیٰ کہ اپنی باہمی گپ شپ میں بھی اسے دخل انداز نہ ہونے دیا۔ شیطان اپنی ہانک رہا تھا اور ہم اس کی باتوں سے بے پروا اپنی گفتگو میں مصروف تھیں۔ ایک گائے نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے دوسری گائے سے کہا:

''بہن۔ تم نئی کھیتی کے چارے کا ذکر کر رہی تھیں تم نے تو اسے کھایا تھا۔ کیا اس کا مزا پرانی کھیتی والے چارے سے مختلف تھا......؟''

شیطان نے ہمیں اپنی باتوں سے بے توجہ پا کر اب کی بار چیخ کر کہا:

''میں تمہارا دشمن نہیں، خیر خواہ ہوں۔ تمہارے ہی بھلے کے لئے کہتا ہوں کہ اپنے حقوق کے لئے جدوجہد کرو۔ باتیں چھوڑو۔ اور کچھ کام کرو''۔

دوسری گائے نے جواب دیا۔

''بہن۔ مزا تو دونوں کا ایک ہی تھا۔

چارا ہی تو ہے۔ کیا یہ چارا۔ کیا وہ چارا......!

......شیطان مایوس ہو کر لوٹ گیا، واپسی پر وہ کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ہمارے بارے میں کچھ کہتا تھا یا انسان کے...... اس کے چلے جانے

Presented by Ziaraat.Com

کے بعد ایک گائے نے دوسری سے پوچھا۔

"ابھی ابھی یہاں کون تھا۔" وہ بولی۔

کوئی تھا۔ میں اسے نہیں پہچانتی۔ پہلی گائے نے پوچھا۔ "کچھ کہہ رہا تھا؟"

دوسرے نے جواب دیا۔

"کچھ غصے میں تھا۔ کہا تو اس نے بہت کچھ۔ لیکن اپنے پلے کچھ نہیں پڑا......"

اور سچی بات بھی یہی ہے کہ گائیوں کے بھیجے میں کچھ اٹکتا ہی نہیں......وہ اس کان سنتی ہیں اور دوسرے کان اڑا دیتی ہیں۔ ہمارا بڑا سر آگے ہی وزن میں زیادہ ہے......نہ اندیشہ ہائے دور و دراز کا متحمل ہوسکتا ہے اور نہ خواہ مخواہ کی الجھنوں اور مشکلات کا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ہم ذبح نہ ہوں تو کافی لمبی عمر پاتی ہیں۔

یوں بھی انسان کے ساتھ ہنسی خوشی، اچھی خوراک اور تسلیم و رضا سے گزرا ہوا ایک دن ہمارے نزدیک ایک سال جیسا ہوتا ہے۔

میں بنی اسرائیل کی گائے ہوں۔ میرا مالک ایک یتیم بچہ ہے۔

پہلے میں آپ کو اپنی پہچان کرادوں۔

میں عام گائیوں جیسی گائے نہیں ہوں۔

بلکہ بعض تو مجھے اتنی خاص سمجھتے ہیں کہ گویا میں زمینی گائے ہی نہیں ہوں بلکہ آسمان سے اتری ہوئی ہوں اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ میں روئے زمین کی تمام گائیوں سے زیادہ خوبصورت ہوں۔ میرا کھلتا ہوا شوخ زرد رنگ آنکھوں کو طراوت دیتا ہے اور مجھے دیکھنے والا دیکھتا ہی رہ جاتا ہے میری پوری کھال پر ایک چھوٹا سا دھبہ بھی کسی دوسرے رنگ کا نہیں۔ میرا قد کاٹھ درمیانہ اور عمر چھوٹی ہے۔ میرے جیسی متناسب الاعضاء اور صحت مند گائے آپ کو شاذ و نادر ہی ملے گی۔

میں آپ سے بنی اسرائیل کے بارے میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ کیونکہ میں ان میں رہی ہوں اور ان کی فطرت اور عادات و اطوار سے مجھے دوسروں کی نسبت زیادہ

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

واقفیت ہے۔

یہ لوگ ہمارے لئے مایہ صد حیرت واستعجات ہیں۔ان کی باتیں سنیں تو محبت میں ڈوب جائیں اوران کی کرتوت دیکھیں تو بحر حیرت میں غوطے کھانے لگیں۔

آپ کے منہ پر تو ان کی گفتگو شہد سے بھی زیادہ شیریں ہو گی۔لیکن ادھر پشت مڑی اور شہد کی سب شیرینی تلخی میں بدل گئی۔

میں نے موسیٰ کا ذکر بھی اکثر سنا ہے۔

وہ ان کے نبی ہیں اورانہیں اللہ تعالیٰ کیساتھ ہمکلامی کا شرف حاصل ہے۔

میں نے انہیں دیکھا تو نہیں لیکن ان کے بارے میں سنا بہت ہے۔ان سے متعلق یہ لوگ متصادم اور بعض اوقات الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں۔

جہاں تک میں نے دیکھا ہے ان کے ماننے والوں کی تعداد بہت تھوڑی ہے جبکہ ان کے دشمن بہت زیادہ ہیں، اور میرے خیال میں یہ ایک قدرتی امر ہے اور شروع سے ہی ایسا ہوتا آیا ہے کہ حق کے مقابلے میں باطل کو اکثریت اور عددی برتری حاصل رہی ہے۔

موسیٰ حق کے ساتھ تشریف لائے۔لیکن ظالم نفوس پر حق بہت بوجھل ہوتا ہے اور بنی اسرائیل سے بڑا ظالم کون ہے جو ہمیشہ اپنے وقت کے نبی کی ایذاء میں سرگرم رہے......!

میں یہ باتیں غصے سے یا احتجاج کے طور پر آپ سے نہیں کر رہی بلکہ ایک سیدھی حقیقت بیان کر رہی ہوں۔ورنہ مجھے کیا۔وہ جو چاہیں کریں۔وہ اپنے عمل میں آزاد ہیں۔

میں تو ایک حال مست مخلوق ہوں اور جو اپنے حال میں مست رہتی ہے آخر کار ذبح ہی ہونا ہے۔میرے خیال میں گائے کی عظمت بھی اسی میں ہے کہ اس کی موت ذبح ہونے سے ہو کیونکہ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے مقدس نام کے ساتھ

Presented by Ziaraat.Com

چھری کو گلے لگاتی ہے۔

وہ دن صاف اور روشن تھا۔ سورج کی شعاعوں سے فضاء گرم ہو رہی تھی۔ میں گرمی کا مطلب خوب سمجھتی ہوں اور صفائی اور روشنی کے مفہوم سے بھی بخوبی واقف ہوں۔

ہم بھینس جیسی نہیں ہیں جو گدلا اور گندا پانی پیتی ہے اور ہمیشہ غلاظت اور گندگی والی جگہ پر رہتی ہے۔ ہم گائیں صفائی کی عاشق ہیں اور روشنی کو پسند کرتی ہیں۔ ہمیں گندگی سے نفرت ہے۔

لیکن ایک چیز جسے میں سمجھنے سے قاصر ہوں، سورج ہے۔

میں عام طور پر لوگوں کی گفتگو میں ''سورج والے'' دن کا ذکر سنتی ہوں۔ لوگ اکثر سورج کی گرمی، سورج نکلنے اور سورج ڈوبنے کی باتیں کرتے ہیں لیکن میں نے سورج کو زندگی میں ایک بار بھی نہیں دیکھا۔

مجھے بعض اوقات احساس ہوتا ہے کہ گرمی میرے بدن میں جذب ہو رہی ہے جسکی وجہ سے میں پسینے میں نہا جاتی ہوں۔ کیا یہی سورج ہے، مجھے معلوم نہیں۔

لیکن لوگ کہتے ہیں کہ سورج آسمان میں ہے......

اس سے تو بات اور بھی پیچیدہ ہو جاتی ہے......

مجھے نہیں معلوم یہ آسمان کیا چیز ہے اور کہاں ہے؟ کہتے ہیں وہ بھی اوپر ہی ہے۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ہم گائیں صرف اپنے چاروں اطراف ہی میں دیکھ سکتی ہیں۔ اوپر کی طرف ہم نہیں دیکھ سکتیں۔

کوئی بھی چوپایہ اوپر کی طرف نہیں دیکھ سکتا۔

بہر حال اگر سورج موجود بھی ہے اور آسمان بھی ہے جو ہمارے سروں کے اوپر ہے۔ تو ہم تو اسے نہیں دیکھ سکتے۔ ہمیں تو جو چیز سب سے پہلے نظر آتی ہے۔ بشرطیکہ موجود ہو، تو وہ چارا ہی ہے سورج کا وجود یقینی ہو یا نہ ہو، چارے کا وجود

Presented by Ziaraat.Com

بہر حال یقینی ہے، میں نے صبح بہت سارا چارا کھایا تھا۔ جلدی جلدی میں مجھ سے جتنا زیادہ سے زیادہ ممکن ہوسکا۔ ادھ چبا ہی میں نے پیٹ میں ڈال لیا اور اس طرح سے وقت بھی بچایا اور محنت بھی اور پھر پورے اطمینان سے پیٹ کے بل بیٹھ کر صبح کے نگلے ہوئے چارے کی جگالی کرنے لگی...... جرگ، جرگ، جرگ......

یہ میری جگالی کی آواز ہے۔ چارا چبانے کی......! ......آہ جگالی کتنا مزیدار کام ہے اور نگلنے کے مزے کا تو کیا ہی کہنا......! بالخصوص جب زمین صاف، مٹی نمدار، سائے لمبے اور گھنے اور سکون کامل ہو......

فضا میں اچانک ایک چیخ بلند ہوئی......

میں نے آہستگی سے سر کو تھوڑا سا گھمایا......

گائے نہ کسی چیز کا اثر لیتی ہے اور نہ ہی کبھی چونکتی ہے......

چیخ دوبارہ بلند ہوئی اور پہلی چیخ کی صدائے بازگشت میں الجھ گئی اور پھر تو گویا ساری بستی چیخوں سے بھر گئی۔ ہر شخص چیخ رہا تھا۔ ہر ایک کی زبان پر یہی الفاظ تھے۔

''ایلیائیل قتل ہو گیا...... نبی اسرائیل کے متمول ترین تاجر کو کسی نے مار ڈالا......

مجھے اب پوری طرح یاد نہیں کہ مقتول کا نام ''ایلیائیل'' تھا یا ''بن یامین'' یا شعوار نم بہر حال مشکل سا نام تھا جسے میں یاد نہیں رکھ سکی۔

اور پھر ہمیں کیا؟۔ نہ ہمیں اس معاملے سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ یہ ہم سے متعلق بھی ہے۔

اس رات ہم میں کوئی بھی نبی اسرائیل کے شور و غوغا کی وجہ سے سو نہ سکا۔ مقتول کے ورثاء جھگڑ رہے تھے لیکن قاتل کا کوئی پتہ نہ تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ مقتول شخص کو نبی اسرائیل میں کافی اثر و رسوخ حاصل تھا اور یہ بھی صاف دکھائی دے رہا

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

تھا کہ اگر قاتل کا سراغ نہ لگا تو کوئی فتنہ کھڑا ہو جائے گا۔

ساری قوم نے اس مسئلے کے حل کیلئے موسیٰ کی طرف رجوع کرنے کا فیصلہ کیا۔

مجھ سے میری ایک سہیلی نے پوچھا:

"کیا سارے بستی والے موسیٰ کے پاس قتل کے مسئلے کے حل کے لئے گئے تھے؟" میں نے جواب دیا:

"ہاں۔ سبھی گئے تھے"۔

اس مسئلے پر دو دن ہم میں خاموشی رہی کیونکہ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ موسیٰ نے اس خبر سے کیا تاثر لیا۔ پھر وہ مجھ سے پوچھنے لگی۔

"تو موسیٰ نے کیا جواب دیا؟" میں نے کہا:

"مجھے معلوم نہیں"۔

ہم نے سوچا کسی اور گائے سے اس کے بارے میں پوچھنا چاہیے۔ لہٰذا ہم ایک گائے کے پاس گئے جو کھیت میں چر رہی تھی۔ ہم نے اس سے پوچھا۔

"موسیٰ نے بنی اسرائیل کو کیا جواب دیا تھا"۔

اس نے کچھ سوچا اور پھر بولی:

"پوچھ کر بتاؤں گی"۔

ہم دو دن پھر خاموش رہے۔ تیسرے دن جب اس سے ملاقات ہوئی تو ہم نے اس سے دوبارہ پوچھا۔ وہ کہنے لگی:

"مجھے پوچھنا یاد نہیں رہا"۔

پھر ہم بھی اس بات کو بھول گئے۔

ایک دن ہم نے لوگوں سے سنا کہ موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا:

"ان اللّٰہ یأمرکم أن تذبحوا بقرة ٥"

"اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ ایک گائے ذبح کرو"۔ (البقرہ آیت: ٦٧)

Presented by Ziaraat.Com

ارے!......میں نے سوچا...... یہ حکم تو ہم سے متعلق ہے!

ہم تو سمجھے تھے کہ ہمارا اس سے کوئی واسطہ نہیں لیکن یہ تو ہمارے ہی بارے میں ہے!

ہمیں اس امر سے دلچسپی پیدا ہوگئی۔ لیکن ہم نے غصے یا پیچ وتاب سے اجتناب کیا۔ ظاہر ہے کہ دلچسپی اور پیچ وتاب میں بڑا فرق ہے۔! ہمارے مذہب میں صرف پیچ وتاب یا غصہ جائز نہیں جبکہ دلچسپی کی ہمیں پوری اجازت ہے۔! ہم نے پوچھا۔

''تو پھر انہوں نے کونسی گائے ذبح کی؟''

لیکن ہم یہ سن کر حیران رہ گئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کی نافرمانی کی اور کوئی گائے ذبح نہیں کی......ہم نے پوچھا۔

یہ کیسے ممکن ہے؟ کیا اللہ کے نبی نے انہیں گائے ذبح کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں پہنچایا تھا۔

لیکن ایک بار پھر ہم حیرت سے چونک اٹھے جب بنی اسرائیل نے اللہ کے نبی پر یہ عجیب وغریب توہین آمیز الزام لگایا:

''قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝''

''کہنے لگے: واہ موسیٰ! اب ہمارے ساتھ ٹھٹھا بھی کرنے لگے ہو؟ تو موسیٰ نے جواب دیا: یہ جہالت ہے اور میں اس سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔'' (البقرہ آیت: ٦٧)

میں کہتی ہوں کہ زمانے کے نبی کے حضور اس سے بڑی بے ادبی اور گستاخی ممکن نہیں۔ کیونکہ:

گائے ذبح کرنے کا حکم انہیں اللہ تعالیٰ نے دیا تھا پر انہوں نے نبی معصوم پر ٹھٹھول کا الزام لگا دیا۔

ان کا فرض تو یہ تھا کہ اس حکم کی تعمیل میں کوئی گائے ذبح کر دیتے۔ لیکن الٹا انہوں نے اپنے نبی سے ایک نامعقول تصرف منسوب کر دیا۔

Presented by Ziaraat.Com

میں پورے وثوق واعتماد سے کہہ سکتی ہوں کہ اگر ان کی جگہ ہم ہوتے تو ہرگز ایسی گستاخی نہ کرتے۔ یہ لوگ تو گائے سے بھی گئے گزرے ہیں۔

موسیٰؑ نے ٹھٹھول جیسے فضول کام سے اللہ کی پناہ مانگ کر انہیں ہر ممکن طریقے سے سمجھانے کی کوشش کی کہ قتل کے قضیے کا حل صرف گائے ذبح کرنے میں ہے۔

غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اصل مسئلہ تو معجزے سے متعلق تھا۔ نہ اس کا تعلق کسی عادت سے تھا، نہ رسم سے کیونکہ قتل کے پراسرار جرم کے حوالے سے گائے ذبیحہ اور قاتل کی پہچان کے درمیان بظاہر کوئی ربط دکھائی نہیں دیتا تھا اور نہ ذبح شدہ گائے کے گوشت کے ٹکڑے سے قتل کا سراغ عام عقل میں آنے والی بات تھی۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ گوشت کے ٹکڑے کو مقتول کے مردہ جسم پر مارنے سے قاتل کا پتہ چل جائے اور مقتول زندہ ہو کر قاتل کا نام بتا دے؟......

یہ عجیب بات تھی۔ ایک معجزہ تھا یقیناً ایک عظیم معجزہ......! اس میں نہ کوئی منطق تھی اور نہ ہی کسی رسم یا عادت کا اس میں دخل تھا۔

لیکن میں پوچھتی ہوں کہ بنی اسرائیل کی پوری زندگی میں منطق کو کب دخل رہا؟ کیا وہ صرف معجزات ہی کے قائل نہ تھے۔؟ کیا آج تک معجزات کے علاوہ بھی کوئی چیز انہیں مطمئن کر سکی تھی......؟

فرعون کی قید سے رہا ہوئے تو بھی معجزے سے۔ صحرا کی جھلسا دینے والی تپش میں اگر پیاس سے ان کی جان بچی تو معجزے سے اور وہاں کی بے سروسامانی میں اگر ان کے رزق کا کوئی سامان ہوا تو بھی معجزے ہی سے کہیں موسیٰؑ کے عصا نے کام کیا تو کہیں ان کی دعا نے۔!

لیکن کیا ان متواتر معجزات کا بنی اسرائیل پر کوئی اثر ہوا؟......افسوس کہ موسیٰؑ کو بہت غلط قسم کے لوگوں سے پالا پڑا۔ کاش اس قوم کی جگہ میری قوم ہوتی تو ہم ان سے ہزار گنا بہتر امت ثابت ہوتے۔

Presented by Ziaraat.Com

اور اپنے نبی کو کبھی تنگ نہ کرتے نہ کبھی ان کے تکدر خاطر کی وجہ بنتے۔

ہمارے مذہب میں غصہ ناجائز ہے ورنہ یہ چیز تو بہت غضبناک کرنے والی ہے۔

گائے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے پے درپے ارشادات میں کوئی بھی چیز تعجب خیز یا حیرت انگیز نہیں تھی۔ لیکن بنی اسرائیل کی الٹی ذہنیت ہمیشہ معقولیت کی راہ میں انکے آگے حائل رہی جسکی وجہ سے وہ زیادہ تر معتوب بارگاہ خداوندی رہے۔

یہ انسانوں کی ایک عجیب وغریب جنس ہے۔ ان کے ساتھ معاملہ خوامخواہ کی مصیبت اور گفتگو محض سرکھپائی ہے۔

انہوں نے اپنے نبی کے پاک دل کو ستایا۔

خدا انہیں اپنے قہر وغضب سے ستائے۔

میں یہ سب کچھ بالکل ٹھنڈے دل سے اور قطعاً غیر جذباتی ہو کر کہہ رہی ہوں۔ ہم کبھی جذبات میں نہیں آتے ہماری آنکھوں کے سامنے جو کچھ بھی گزر جائے، کسی قسم کا تاثر لیے بغیر بے نیازی سے دیکھ جاتے ہیں۔

بنی اسرائیل اور موسیٰ کے درمیان مذاکرات جاری رہے۔ ایک دن وہ موسیٰ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔

"قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ"

"اپنے رب کو بلاؤ کہ ہمیں بتائے وہ گائے کیسی ہو؟" (البقرہ آیت: ۶۸)

ارے! یہ کیا سوال ہے، انہیں تو چاہئے تھا کہ اب تک کوئی گائے ذبح کر چکے ہوتے۔ یہ تو ابھی تک غیر ضروری تفصیلات ہی میں الجھے ہوئے ہیں۔ خدا نے ایک گائے......کوئی سی گائے......ذبح کرنے کا حکم دیا تھا۔ تو یہ پوچھنے کی ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ کیسی ہے۔!

لیکن حلیم وبردبار نبی ایک بار پھر طور پر اللہ تعالیٰ سے اس گائے کا "کیسا پن" پوچھنے جاتے ہیں۔ وہاں سے جواب ملتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

"اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ فَافْعَلُوا مَا تُؤْمَرُوْنَ٥" ۔

''وہ نہ بوڑھی نہ بچی بلکہ اوسط عمر کی ہے۔ اب دیر مت کرو جو حکم ہوا ہے بجا لاؤ۔''(البقرہ آیت:٦٨)

اب بتایئے گائے کہ تشخیص میں کونسا اشکال باقی رہ گیا اور کونسی چیز اس میں ابھی تک وضاحت طلب ہے؟ سیدھی بات ہے کہ وہ اوسط عمر کی جوان گائے ہے۔ ان کا فرض تھا کہ اس وصف کی گائے بآسانی تلاش کر کے حکم الٰہی کی تعمیل میں ذبح کر ڈالتے۔

لیکن انہوں نے کیا کیا؟ انہوں نے ایک بار پھر نافرمانی کی۔ موسیٰؑ کے پاس گئے تو تھے قتل کے قضیے کے حل اور قاتل کے سراغ کے لئے، لیکن اپنی ضدی اور جھگڑالو فطرت اور کٹ حجتی کی عادت کی وجہ سے پورا معاملہ کھٹائی میں ڈال دیا اور اب نئی حجت یہ پیش کی کہ کہنے لگے۔

"قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا٥"

''اپنے رب کو بلاؤ ہمیں بتائے کہ اس کا رنگ کیسا ہو'' (البقرہ آیت:٦٩)

اب اے گائیو میں تم ہی سے پوچھتی ہوں۔ تم ہی بتاؤ کہ کیا اس سوال کی کوئی ضرورت تھی؟...... کیا انہیں اپنے نبی کو اس طرح پریشان کرنا جائز تھا۔؟ اس سوال کا جواب یقیناً تم بھی دو ٹوک نفی میں دو گی!......

ارشاد خداوندی میں گائے کے رنگ کو کیا اہمیت حاصل تھی؟ کسی گائے نے تو نہ کبھی اپنے رنگ کو دیکھا نہ کبھی اس کی طرف متوجہ ہوئی اور نہ کبھی اس میں کوئی دلچسپی لی اور صرف گائے کا رنگ پوچھنے کے لئے موسیٰؑ کو طور پر جانے کی زحمت دنیا کس شبے کے ازالے اور کس ابہام کی برطرفی کے مقصد سے تھا۔

اور غور کا مقام ہے کہ کس دیدہ دلیری اور گستاخی سے کہتے ہیں۔

''اپنے رب کو بلاؤ۔'' ''اپنے رب کو بلاؤ۔'' گویا وہ صرف موسیٰؑ کا رب ہے۔ گویا وہ بنی اسرائیل کا رب نہیں......

Presented by Ziaraat.Com

کیا اس کا صاف صاف مطلب یہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبودیت سے فراری ہیں۔ میرے خیال میں تو اس کٹ حجتی سے بڑی کٹ حجتی ممکن ہی نہیں اور باوجود اس کے کہ انہیں معلوم ہے کہ موسیٰؑ جلدی غصے میں آجاتے ہیں......اس سے پہلے جب وہ طور کی میقات سے واپس آئے تھے تو قوم کو بچھڑے کی پوجا میں مصروف پا کر انہوں نے غصے سے تورات کی الواح زمین پر پٹخ دی تھیں۔

تورات کو زمین پر پٹخنا کوئی معمولی اقدام نہ تھا......

یقیناً کوئی بہت ہی بڑی بات رہی ہوگی کہ نبی سے بھی حلم کا دامن چھوٹ گیا۔

ورنہ حلیم تو حلم کا دامن چھوڑ کر اپنی شخصیات کھو دیتا ہے......اور

اور بات واقعی بہت ہی بڑی تھی......

ذرا غور سے سوچیں کہ گائے تو اپنے بچے کو کبھی نہیں پوجتی۔ یہ انسان کو کیا ہوا جو اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے بھی اپنے مقام سے اتنا گر گیا کہ گائے کے درجے سے بھی نیچے گر گیا......!

بچھڑے کی پوجا......؟ ارے توبہ!

یعنی ہمارے ہونے والے شوہر کی پوجا؟!......

لیکن اس سب کچھ کے باوجود موسیٰؑ ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے اس سوال کا جواب لینے گئے اور یہ جواب لائے۔

"اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ ۝"

"وہ کھلتے ہوئے شوخ زرد رنگ کی گائے ہے جو دیکھنے والوں کو بہت ہی بھلی لگتی ہے۔" (البقرہ آیت:٦٩)

میں سمجھی کہ چلو اب تو مسئلہ طے ہو گیا۔ اب تو کوئی اشکال باقی نہیں رہا۔ اب تو ان کے پاس ارشاد خداوندی کی تعمیل میں کسی عذر کی گنجائش موجود نہیں۔

لیکن اب ان کے درمیان اس مسئلے پر عام بحث شروع ہو گئی اور کج بحثی،

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

کٹ حجتی، ہٹ دھرمی، جھگڑے اور ایک دوسرے کی تحقیر و تذلیل کا بازار گرم ہو گیا۔ ان کی اکثریت کا خیال تھا کہ قتل کا معمہ حل کرنے کے لئے گائے کا ذبیحہ سراسر تکلیف ہے، کچھ دوسرے اسے سرد خانے میں ڈال دینے کے حق میں تھے جبکہ باقی لوگ اسے سرے سے ختم ہی کر دینے کے حامی تھے۔

غرضیکہ یہ مسئلہ ہڑ بونگ اور شور و غوغا کی نذر ہو گیا لیکن اس کے باوجود بنی اسرائیل کی موسیٰ کے ساتھ حجت بازی ختم نہیں ہوئی، اور اب انہوں نے دوبارہ پہلا ہی سوال اپنے نبی سے کر دیا۔

"قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُبَیِّنْ لَّنَا مَا هِیَ" (البقرہ آیت:۷۰)

کہنے لگے اپنے رب کو بلاؤ کہ ہمیں وضاحت سے بتائے کہ وہ کیسی ہے۔ حیرت ہے کہ اتنے طویل سوال و جواب کے باوجود انہیں معلوم نہ ہو سکا تھا کہ وہ گائے کیسی ہے۔ اتنے سارے اوصاف اسکے سن لینے کے باوجود وہ اس کی شناخت نہ کر سکتے تھے۔

فرط تعجب میں قریب تھا کہ میرا پہلو چیخ اٹھے، میرا پیٹ شگافتہ ہو جائے یا میرا جگر پھٹ جائے۔

ظاہر ہے کہ اب مزید وضاحت طلبی کی گنجائش تو تھی نہیں لیکن شریر فطرت ہار ماننے پر بھی راضی نہیں تھی لہٰذا اس مکرر سوال کیلئے معذرت خواہانہ انداز میں کہنے لگے۔

"اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَیْنَا وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ" (البقرہ آیت:۷۰)

"سب گائیں ایک جیسی ہوتی ہیں، لہٰذا ہمیں کوئی قطعی علامت چاہیے، پھر ہم خدا نے چاہا تو ہدایت پالیں گے۔"

موسیٰ ایک بار پھر اللہ تعالیٰ سے یہ وضاحت مانگنے گئے اور واپس آ کر اپنی قوم سے انہوں نے فرمایا:

اِنَّهٗ یَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِیَةَ فِیْهَا (البقرہ آیت:۷۱)

Presented by Ziaraat.Com

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ نہ ابھی ہل ہی میں جوتی گئی ہے اور نہ وہ آبپاری ہی کرتی ہےاس کے سارے بدن میں دوسرے رنگ کا داغ موجود نہیں۔''

ارے ارے...... یہ سارے اوصاف تو میرے بیان ہوئے۔وہ ذبح کے حکم والی گائے تو میں ہی ہوں......!

لیکن آپ کا کیا خیال ہے کہ اب بنی اسرائیل نے کیا کہا ہوگا؟!

بولے۔''اب آپ نے صحیح بات کی۔!

سبحان اللہ۔گویا وہ اب تک معاذ اللہ ان کے ساتھ کھیل رہے تھے،اور اس سے پہلے جو کچھ بھی انہوں نے ان سے کہا پہلے لفظ سے آخری لفظ تک قطعاً غلط تھا۔!

قریب تھا کہ میں اپنی فطرت وعادت کھو کر فرط غیظ وغضب میں عقل وہوش بھی کھودوں۔

بہرحال مذاکرات ختم ہوئے اور صرف میں مندرجہ بالا تمام اوصاف پر پوری اتری......ذبح ہونے کے خوف سے میری پسلیاں کڑکڑانے لگیں اور سینے کی تنگی سے میری سانس میری ناک میں آن اٹکی۔

اگرچہ بنی اسرائیل کی ضد اور کٹ حجتی سے میں مرتو موت سے پہلے ہی گئی تھی۔لیکن اب میں واقعی اپنی سرنوشت اور اپنے انجام کو رواں ہوں اور ہمیشہ کی طرح راضی برضا اپنی دم ہلاتی ہوئی چھری کے نیچے جا رہی ہوں۔

بیتے ہوئے واقعات یکے بعد دیگرے میری آنکھوں کے سامنے سے گزر رہے ہیں۔بالخصوص جب میں اپنی لوح حافظہ پر بنی اسرائیل کو موسیٰ کے ساتھ مذاکرات میں مصروف دیکھتی ہوں تو ساتھ ہی انکی ضد،خصومت اور کج بحثی کی تصویر بھی میرے ذہن میں گھومنے لگتی ہے۔ میں سوچ رہی ہوں کہ اپنے حلیم وکریم نبی سے انکے مذاکرات کا یہ عالم ہے تو کسی دوسرے کے ساتھ انکے مذاکرات کی صورت کیا ہوگی۔!

☆☆☆☆☆

Presented by Ziaraat.Com

حضرت سلیمانؑ اور ہُدہُد

میں مار ہالا ہوں..... ہد ہد سلیمان..... میں اللہ کے نبی شہنشاہ سلیمان حکیم کے فوجی سیکریٹریٹ میں شعبہ مخابرات کا سربراہ ہوں۔ یوں تو اپنی طویل مدت ملازمت میں میں نے بہت سے کام کیے ہیں لیکن میرا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ میرے ذریعے اللہ تعالیٰ نے سبا کی ملکہ بلقیس اور اس کی پوری قوم کو دین حق قبول کرنے کی سعادت عطا فرمائی۔ وہ سب سورج کی پوجا کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔

میری عظیم خدمات کے اعتراف میں سلیمانؑ نے میری درخواست پر اللہ تعالیٰ سے تاریخ میں میرے نام کی بقاء اور میرے ذکر کے دوام کی دعا کی۔

مجھے یقین ہے کہ ان کی دعا ضرور قبول ہوگی اور میں تاریخ میں زندہ جاوید ہو جاؤں گا اور آنے والی نسلیں ہر دور میں میرا ذکر کیا کریں گے..... مجھے معلوم نہیں کہ آپ تاریخ کے کس دور میں میرا یہ ذکر پڑھ رہے ہیں۔ لیکن اپنا زمانہ دیکھ کر آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ سلیمانؑ کی دعا قبول ہوئی یا نہیں۔

مجھے اپنا نام ''مار ہالا'' بہت پسند ہے۔

یہ خوبصورت نام ''ہیدان'' نے میرے لئے منتخب کیا تھا۔ میں ہواؤں، بادلوں اور پانیوں کا بادشاہ ہوں اور کئی کئی دن اور راتیں متواتر بلا توقف اڑ سکتا ہوں۔ میرا تخت آسمان کی اونچی بلندیوں میں ہے۔ زمینی مناظر کو میں وہیں سے دیکھنے کا عادی ہوں۔ فضا میں میری پرواز جوں جوں بلند ہوتی جاتی ہے، زمین کے

Presented by Ziaraat.Com

حسن میں اتنا ہی نکھار پیدا ہوتا جاتا ہے۔ میرے نام کا حسن میری قدرت پرواز سے کم نہیں، نہ ہی میری قدرت پرواز میری قدرت نظر سے کم ہے۔ میں آسمان کی انتہائی بلندیوں سے زمین کی نچلی تہوں میں پانی کا وجود دریافت کرسکتا ہوں۔ فرض کرو کہ لشکر ایک وسیع وعریض صحراء کے وسط میں محو سفر ہے۔ ایسی حالت میں اگر بعض اوقات پانی ختم ہو جائے تو اس کے حصول کی کیا تدبیر ممکن ہے تاکہ سپاہی، پرندے اور وحشی جانور پیاس کی تکلیف سے محفوظ رہیں۔ یہ تدبیر میرے پاس ہے۔ سارے لشکر کی سیرابی میرے ذمے ہوتی ہے۔

میں عمودی پرواز کے ذریعے بادلوں سے بھی اوپر چلا جاتا ہوں اور وہاں رُک کر اپنی انتہائی تیز نگاہوں سے زمین کا جائزہ لیتا ہوں۔ میری نگاہ زمین کی ریتلی سطح میں نفوذ کر کے اس کے پار نکل جاتی ہے اور چونے کی پتھریلی تہوں کو چیرتی ہوئی زمین کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے۔

زمین کے نچلے طبقات میں پانی کے وجود کا تعین میں کائناتی شعاعوں کے ذریعے کرتا ہوں۔ پانی دریافت کر لینے کے بعد صحیح مقام پر نظریں جمائے عمودی ہی نزولی پرواز کے ذریعے عین اس نقطے پر اترتا ہوں اور اپنی لمبی چونچ سے اس جگہ کی نشان دہی کرتا ہوں جسے حصول آب کے لئے کھودنا درکار ہوتا ہے، اور کھدائی شروع ہو جاتی ہے۔

جب کنواں کھد جاتا ہے تو سب سے پہلے میں اس میں اتر کر پانی کو چکھتا ہوں اور سیراب ہو کر اس میں نہاتا ہوں اور پھر جب گیلے پروں کے ساتھ کنوئیں سے باہر نکل آتا ہوں تو لشکر کو پانی پینے کی اجازت مل جاتی ہے۔

میرا خیال ہے کہ مجھے اپنے مزید تعارف کی ضرورت نہیں۔ آپ سمجھ ہی چکے ہونگے کہ میں ''ہد ہد سلیمانؑ'' ہوں...... آسمان کے تاروں کی طرح مشہور...... قدرت خالق نے میرے سر کے گرد ایسے خوبصورت رنگین پر لگائے ہیں جو کسی

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

دوسرے پرندے کو نہیں ملے۔ مور کے پر اس کے انتہائی جوبن کے وقت بھی اتنے حسین نہیں ہوتے اور جس قدر اہم اور متعدد کام میں انجام دے سکتا ہوں، مور اس کے ہزارویں حصے پر بھی قادر نہیں۔ وہ تو ایک فضول سی مخلوق ہے جو ہمیشہ خودنمائی اور خود پسندی کے ایک مفہوم سے نشے میں مست رہتا ہے۔ لیکن میں اپنی ناقابل تردید عظیم اہمیت کے باوجود غرور و تفاخر اور خود پسندی اور نمائش سے کوسوں دور ہوں۔ آپ سے ایک راز کی بات کہوں۔

بعض اوقات مجھے احساس ہوتا ہے کہ میری اہمیت امیر لشکر سے زیادہ ہے۔ یہ احساس مجھے چند بار ہوا لیکن میں نے سلامتی کے پیش نظر اور سخت قسم کی مشقت سے بچنے کی خاطر ذہن سے جھٹک دیا۔

مجھے پورا اعتراف ہے کہ سلیمانؑ ایک بارعب بادشاہ اور عظیم نبیؑ ہیں۔ میں ان سے ڈرتا بھی ہوں اور ان کا احترام بھی کرتا ہوں اور عظیم الشان خدمات انجام دینے کے باوجود بعض اوقات ان کی نظروں کے جلال سے سہم جاتا ہوں۔

میں نے اپنی بڑی سے بڑی مہم کے بارے میں کبھی بھی ان سے بات نہیں کی۔ بلکہ اس کی تکمیل تک اپنے جملہ اقدامات وتدابیر کو ہمیشہ صیغہ راز میں رکھا...... ہم مخابرات سے متعلق لوگ ابتداء سے اسی روایت پر قائم ہیں...... ہم کوئی بھی ضروری یا راز کی بات کام کی تکمیل سے پہلے اپنی زبان پر نہیں لاتے۔

میں سلیمانؑ کے فوجی سیکریٹریٹ کے شعبہ مخابرات کا مدیر اعلیٰ "عاقل مار ہالا" کے لقب سے مشہور ہوں۔

مخابرات کا کام آسان نہیں۔ پورے دس ہزار امیدواروں میں سے اکیلا۔ اس منصب کے لئے منتخب ہوا تھا۔ سلیمانؑ نے خود ہمارا انٹرویو لیا اور دس ہزار امیدواروں میں سے معلومات کے حصول، ان کی ذہنی ترتیب اور یادداشت کی صلاحیتوں میں سب سے ممتاز پا کر مجھے منتخب کر لیا۔

Presented by Ziaraat.Com

وہ دن مجھے نہیں بھولتا۔

بلاشبہ میں کامیابی کے نشے میں سرشار احساس برتری سے اترا رہا تھا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اس عظیم ذمے داری کی انتہائی نازک اہمیت کے شدید احساس تلے بھی دبا ہوا تھا۔ سارے لشکر کی زندگی اور بقاء کی امانت و حفاظت کا طوق گرانبار میری خوبصورت نازک گردن میں آن پڑا تھا۔

جس پر پہلے ہی چمکدار رنگین پروں والے بڑے سر کا بوجھ تھا۔

فوج کو اس وقت تک حرکت کرنے کی اجازت نہ تھی جب تک میں انہیں کوچ کا سبز اشارہ نہ دوں۔ کیونکہ نقل و حرکت کی نوعیت وسرعت اور اس کے وقت، سمت اور مقام کی صرف ان معلومات کی بنا پر ممکن تھی جو ساری کی ساری میرے ذہن میں محفوظ ہوتیں اور جن کے بغیر بڑے سے بڑا لشکر بھی کسی اندھے دیو کی طرح ہوتا ہے جسے ایک بچہ بھی اپنی تدبیر سے گرا سکتا اور شکست دے سکتا ہے۔

لشکر کی بقاء کا دارومدار معلومات پر ہوتا ہے۔ وہ اس کی خفیہ آنکھ ہوتی ہیں جس سے وہ دشمن کی نقل و حرکت پر نظر رکھتا ہے، اور جنگ میں کامیابی اسی کے قدم چومتی ہے جس کی آنکھیں زیادہ کھلی ہوں اور جسے دشمن کے بارے میں معلومات زیادہ ہوں۔

میرا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ مجھے ہر قسم کی معلومات حاصل ہوں اور معلومات ہمیشہ ہی میرے پاس موجود رہتی ہیں اور میں نہ صرف اپنے ذہن کے تمام ریشوں کو بلکہ اپنے بدن کے تمام اعصاب اور روح حیات تک کو اپنے فرائض کی انجام دہی پر مامور کر دیتا ہوں۔

میں کام بھی پوری لگن اور وابستگی سے کرتا ہوں اور تفریح سے بھی خوب لطف اندوز ہوتا ہوں۔ باقاعدہ اوقات عمل اور آزاد اوقات فراغت میں بڑا فرق ہے۔ میرے اوقات عمل سلیمانؑ اور ان کے لشکر کے لئے وقف ہیں جن کا ایک ایک لحظ میں کام لاتا ہوں۔ لیکن اس کے بعد ستانے، تھکاوٹ دور کرنے اور تفریح سے

Presented by Ziaraat.Com

لطف اندوز ہونے میں بھی کوئی سستی نہیں کرتا...... یہ میرا حق ہے، اے پرندگان محترم۔اوقات عمل کو پورا کرنے کے بعد کسی کو حق نہیں کہ مجھ سے پوچھے کہ میں کہاں تھا......! کیونکہ کام سے تھک کر میرا حق ہے کہ کچھ تفریح بھی کروں۔لہذا کسی کو اس سے کیا مطلب کہ اوقات عمل کے بعد میں کہاں تھا۔

میں خواہ کسی خوبصورت ہدہدہ سے عشق بازی کروں، کسی سرسبز وشاداب گھنے درخت کی نازک ٹہنی پر جھولوں اور اعصاب کو سکوں دوں یا کھاؤں پیوں۔ جب میں نے اپنا کام پوری دیانت سے انجام دے دیا تو اس کے بعد کسی کو مجھ سے کیا۔

میں شیر کی طرح کسی کے اعصاب پر بوجھ نہیں بنتا اور نہ ہی بڑائی کے اظہار کے لئے تصنع یا بناوٹ ہی کو جائز سمجھتا ہوں۔سب سے زیادہ نفرت مجھے اس بات سے ہے کہ جب کام کے بعد کوئی شخص گھر کو روانہ ہو تو اپنی افسری بھی اپنے ساتھ لے جائے اور اسے اپنی بیوی پر مسلط کر دے، میرے نزدیک یہ ناپختگی کی ایک واضح علامت ہے۔

کام کام ہے اور کھیل کھیل......!

اور کھیل کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ اسی کو ہو سکتا ہے جسے کام کی قدر و قیمت کی پہچان ہے۔ ایک میں ناکام بہرحال دوسرے میں بھی ناکام ہی ہوتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص کام میں تو اچھا ہو لیکن کھیل یا تفریح میں اچھا نہ ہو۔

میں خوب جانتا ہوں کہ میری جودت ذہن اور روشنی کے طبع نے میری لئے بہت سی مشکلات پیدا کی ہیں اور بہت سے دشمن بھی میرے خلاف تیار کیے ہیں جو اچھے خاصے طاقتور بھی ہیں۔

مثلاً شیر میرے قدیم دشمنوں میں سے ہے۔لیکن اس کے ذمے سلیمانؑ کے حملہ آور فوج کے میمنہ کا انتظام ہے اور اس کے ماتحتی میں بہت سے شیر اور چیتے ہیں۔لیکن اے شیر صاحب! ہم جانتے ہیں کہ آپ شیر ہیں اور طاقتور بھی ہیں۔

www.Ziaraat.Com
Sabeel-e-Sakina

لیکن آپ اس پر جتنے بھی شیر ہو جائیں اور کتنا ہی اونچا مرتبہ پالیں، میری طرح زمین سے بلند نہیں ہو سکتے۔ میں وہ آسماں پیا ہوں جو تمہارے سر پر پرواز کے دوران تمہارے راستے میں آنے والے خطرات کو تم سے بہت پہلے دیکھ کر تمہیں خبر کر دیتا ہے۔ یہ میرا ہی کام ہے کہ تمہیں بتاؤں کہ تمہیں کس وقت، کس سمت میں اور کس رفتار سے آگے بڑھنا ہے اور کس مقام پر جھپٹنا ہے۔

لیکن شیر کے ذکر سے میرا خون کھولنے لگتا ہے۔ اس کی عادت ہے کہ جب کبھی میں کچھ مدت کے لئے غیر حاضر ہوتا ہوں تو مجھ سے ایسے ایسے سوال کرتا ہے جن کے ظاہر میں ہمدردی جھلکتی ہے لیکن باطن میں خبث کی بدبو آتی ہے۔ مثلاً وہ بڑے معنی خیز انداز میں اور بلند آواز سے پوچھتا ہے:

''ہمارا پیارا دوست ہدہد کہاں غائب ہو گیا؟''

اس کے یہ الفاظ بالعموم سلیمانؑ سن لیتے ہیں کیونکہ وہ تو باقاعدہ دھاڑ کر بات کرتا ہے گویا اس کے گرد بیٹھے ہوئے لوگ بہرے ہیں جو دھاڑ سے نیچے کی آواز سن ہی نہیں سکتے۔ مجھے تو یہ کوئی بازاری مخلوق دکھائی دیتی ہے۔

مجھے خوب معلوم ہے کہ شیر ہر ممکن طریقے سے میرا تشخص بگاڑنے کی فکر میں رہتا ہے اور جب بھی سلیمانؑ میری غیر حاضری کے بارے میں پوچھتے ہیں تو وہ بڑے معاندانہ انداز میں میرے خلاف زہر افشانی کرتا ہے۔

لیکن بعض اوقات منافقانہ انداز میں خوشامد بھی کرتا ہے۔

مثال کے طور پر ایک دن اس نے مجھ سے بڑی خیر خواہی سے پوچھا۔

''آپ نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی؟'' لیکن میں نے جواب دیا۔

''براہ کرم تم اپنے کام سے کام رکھو۔'' شیر نے کہا:

''میں نے صرف ایک سوال کیا تھا۔ آپ تو ناراض ہی ہو گئے۔'' میں نے کہا:

''جب کوئی کسی کے خالص نجی معاملات میں دخیل ہو تو مجھے بڑا غصہ آتا

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ کیا تم پسند کرو گے کہ میں تم سے پوچھوں کہ تم نے شادی کیوں کی؟" اس پر وہ ہنس دیا لیکن اس کی وحشیانہ ہنسی سے ہمارے خیمے کی طنابیں اکھڑ گئیں۔ اس پر مجھے اس سے مزید نفرت ہو گئی اور میں نے دل میں کہا:

اسے کیا ہے۔ یہ اپنے کام سے کام کیوں نہیں رکھتا۔ جا کر نہاتا کیوں نہیں تا کہ اسکے بدن کی سڑاند کم ہو سکے جو ناک میں گھستے ہی زکام میں مبتلا کر دیتی ہے۔

اس کے بعد میں نے اس سے بات چیت ترک کر دی اور اب بھی جب میرا اس سے سامنا ہوتا ہے تو میں اپنی چونچ دوسری طرف گھما لیتا ہوں۔

ایک دن شہنشاہ سلیمانؑ نے مجھے طلب کیا۔

میں نے سورج کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ غروب کا وقت قریب ہے۔ میں نے سوچا یہ تو ان کی نماز کا وقت ہے۔ اس وقت میری طلبی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟۔

خود میرا روزمرہ کا کام بھی قریب الختم تھا۔ میں کچھ متفکر اور پریشان سا ان کے پاس گیا۔ دراصل اس اچانک اور ناوقت طلبی سے میں گھبرا گیا تھا، اور کوئی وجہ اس کی میری عقل میں نہیں آ رہی تھی۔ کاش میں جانتا کہ اصل صورت حال کیا ہے۔ دراصل مخابرات کا کام بڑا نازک ہے جس میں ذرا سی لغزش بہت بڑا نقصان پہنچا سکتی ہے۔

بہرحال میں اڑا اور قصر شاہی میں پہنچ کر میں نے اپنی چونچ سے کھڑکی کا شیشہ کھٹکھٹایا۔ وہاں تمام کھڑکیوں میں شفاف رنگین شیشے لگے ہوئے ہیں۔ کھڑکیوں کی چوکھٹیں چمکدار پیتل کی ہیں جن پر چاندی سے نقاشی کی گئی ہے......

(جن سمندر کی تہہ سے نرم و ملائم ریت لاتے ہیں اور اسے پتھر اور لکڑی کی تیز آنچ میں پگھلا کر اس سے کئی قسم کا شیشہ بناتے ہیں)۔ مجھے سلیمانؑ بہت اچھے لگتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے، اس کے پاک نبیؑ اور عظیم شہنشاہ ہیں جو انتہائی خوش کلام اور خوش لباس ہیں۔ صرف ایک بات ان کی میری نظر میں کھٹکتی ہے کہ وہ انتہائی ذہین اور تیز فہم و فراست کے مالک ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

بعض اوقات جب ہم ان کے ساتھ باتیں کر رہے ہوتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے افکار پڑھ رہے ہیں اور آپس کی گفتگو کے بین السطور کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مختلف المرتبہ اور غیر متساوی فریقین کے درمیان اس قسم کی گفتگو میں کم مرتبہ فریق کو شکست کھانی پڑتی ہے لیکن مجھے شکست پسند نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں پیدا ہی فتح مندی کے لئے ہوا ہوں......

مجھے سلیمانؑ نے اذن باریابی دیا۔ میں کمرے میں داخل ہوا۔ ان کی ایک زوجہ ان کے قدموں میں بیٹھی ہوئی تھیں۔

میں تہہ دل سے احترام و تعظیم کے ساتھ جھک کر آداب بجالایا اور یوں عرض گزار ہوا۔

''میرا سلام ہو اللہ کے نبی شہنشاہ سلیمان حکیم پر......''

مجھے معلوم ہے کہ ان القاب کے ساتھ آداب بجالانا انہیں پسند ہے۔ انہوں نے خوشدلی سے جواب دیا۔

''سلام ہو کھلنڈرے ہدہد پر جسے کام سے زیادہ سیر و تفریح اور کھیل کود سے محبت ہے۔''

اپنی اہلیہ کے سامنے کہے ہوئے ان کے یہ الفاظ مجھے کھا گئے لیکن میں نے سر جھکا کر اپنے رنگین پر پھیلا لیے اور اپنے سر کے تاج کو جو سلیمانؑ کے جنون کے ساختہ تاج سے زیادہ خوبصورت اور پرشکوہ ہے، آخر تک کھول دیا جس سے ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری کرنیں منعکس ہو کر ہر چار جانب قوس قزح رنگ بکھیرنے لگیں۔

وہ میری اس ادا کو سمجھ گئے اور مسکرا دیئے۔ پھر سنجیدہ ہو کر بولے۔

''متواتر تین ہفتے تم نے ہفتہ وار رپورٹ پیش نہیں کی۔'' میں نے عرض کیا:

''میرے آقا۔ قطعاً کوئی نیا امر رونما نہیں ہوا۔ جن پورے انہماک و اخلاص سے مصروف عمل ہیں۔ افواج پوری قوت و کوشش سے اپنے فرائض کی ادائیگی میں

Presented by Ziaraat.Com

سرگرم ہیں۔ آپ کی وسیع مملکت کے جملہ امور خوش اسلوبی سے انجام پا رہے ہیں اور ہر طرف امن سلامتی اور سکون واطمینان کا دور دورہ ہے۔

''میں نے وقتاً فوقتاً آپ کے ارشادات سے اندازہ کیا کہ جب حالات پوری طرح معمول پر ہوں تو رپورٹ ضروری نہیں ہوتی''۔

انہوں نے قطع کلام کرتے ہوئے پُرشکن پیشانی کے ساتھ جواب دیا۔

''غلطی پر ہو مار ہالا۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ تمہارا کام صرف روداد نویسی ہے؟۔ مخابرات کے عمل کی تو یہ پرانی روایت ہے۔ تمہارا فرض ہے کہ ہمیں احساس دو کہ تم اپنے کام میں نئے نئے اسالیب ایجاد کر رہے ہو۔'' میں بولا:

''اس سے پہلے تو حضور نے ہمیشہ میرے کام سے اپنی رضایت کا اظہار فرمایا ہے۔'' سلیمانؑ نے شفقت سے کہا:

''مار ہالا تم اپنے بارے میں ہماری کمزوری سے واقف ہو۔ تمہیں معلوم ہے کہ ہم تم سے محبت کرتے ہیں اور تمہارے فہم وذکا سے بہت خوش ہیں لیکن تمہارے کام سے اتنے خوش نہیں۔ تم نے آج تک ہمارے سامنے غیر معمولی ذہانت کی حامل کوئی فکر پیش نہیں کی جس سے ہمیں احساس ہو کہ تم تاریخ کا جزء بننے کے اہل ہو۔ تمہارے سب کام صرف معمول کے مطابق ہیں جو یقیناً کافی نہیں۔''

بیساختہ میری پیشانی سے عرق الفعال کا ایک قطرہ ٹپک گیا...... صورت حال کی نزاکت کا مجھے شدت سے احساس ہوا۔ لیکن ساتھ ہی مجھے اپنی محبوبہ ''ہیدان'' بھی یاد آئی۔

سلیمانؑ۔ جیسے کہ انہوں نے میری لوح فکر پڑھ لی ہو...... بولے:

''تم ایک ہد ہدہ'' ''ہیدان'' کو جانتے ہو؟'' میں نے چونک کو جواب دیا:

''جی ہاں'' جانتا ہوں۔'' وہ بولے۔

''ہم نے سنا ہے کہ اس سے شادی رچانے کی فکر میں ہو......!''

Presented by Ziaraat.Com

میں سمجھ گیا کہ اب وہ مجھے مشکل میں ڈال دیں گے۔ لہٰذا میں نے دم سادھ لیا اور چپ ہو گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ شادی کے بارے میں میرے خیالات سے واقف ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر بولے:

''اگر تم اپنے کام کو اس ذہانت کا نصف بھی دے دو جو تم نے لہو ولعب کے لئے مخصوص کی ہوئی ہے تو تمہاری عظمتِ شان میں بڑا اضافہ ہو جائے۔''

پھر انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے جانے کی اجازت دی اور میں فکر و اندیشہ میں ڈوبا ہوا، بوجھل سر کے ساتھ وہاں سے رخصت ہوا۔ کبھی سلیمانؑ کی باتوں پر غور کرتا تھا جن کا خیال تھا کہ میں کام نہیں کرتا صرف کھیل کود ہی کا رسیا ہوں اور کبھی ہیدان کے احتجاج کے بارے میں سوچتا کہ میں ہر وقت کام ہی میں جُتا رہتا ہوں۔ میں دونوں کی باتوں میں لسبا ہی الجھ گیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ دونوں کو کیسے خوش رکھوں یا دونوں میں کسے خوش کروں اور کس کی ناراضگی مول لوں......

دراصل عبقری لوگوں کا شروع ہی سے ہر دور اور ہر عہد میں یہ المیہ رہا ہے۔

بہر حال فی الحال تو میں ''ہیدان'' کی طرف روانہ ہوا۔

وہ نہا کر نہر سے باہر آ رہی تھی۔ جونہی اس نے مجھے دیکھا، اپنا بایاں بازو میرے لئے پھیلا دیا۔ میں نے خود کو اس کی آغوش میں گرا کر اپنا سر اس کی خوبصورت گردن پر رکھ دیا۔ میرے تنفس کی خفیف ہوا سے اس کے خوبصورت زم پر ہلنے لگے۔

اس نے محبت سے مخمور آنکھیں بند کر لیں اور مجھ سے پوچھا: ''سلیمانؑ نے تمہیں بلایا تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''سیدھا ادھر ہی سے آ رہا ہوں''۔ وہ غصے سے بولی:

''اگر تم اس توجہ کا جو اپنے کام کو دیتے ہو، نصف بھی '' مجھے دے دو تو دنیا کی کوئی ہدہدہ مجھ سے زیادہ خوش قسمت نہ ہو''۔ میں نے تنگدل ہو کر کہا:۔

''سلیمانؑ کا خیال تمہارے خیال کے برعکس ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ محبت

Presented by Ziaraat.Com

میرے کام میں بھی رکاوٹ ڈال رہی ہے اور میری کامیابی میں بھی آڑے آ رہی ہے۔" وہ نازوادا سے بولی:

"سلیمانؑ تمہاری مشقت کا استحصال کرتے ہیں اور تم پر ظلم کرتے ہیں"۔

لیکن میں پورے اعتماد سے بولا:

"ہرگز نہیں۔ایسا نہ کہو ہیدان۔ظلم تو صرف تم کرتی ہو۔" وہ رو کر کہنے لگی۔

"تم ہمیشہ کام میں مصروف رہتے ہو، ہمیشہ سفر میں ہوتے ہو۔تمہیں اپنے سیکرٹ سروس والوں کے اجتماعات سے فرصت نہیں۔یا سلیمانؑ کی طرف جا رہے ہوتے ہو یا ان کے دربار سے لوٹ رہے ہوتے ہو۔تمہاری زندگی میں میں کہاں ہوں؟ میرا مقام تمہارے دل کے کس کونے میں ہے۔" میں وفور جذبات میں بے قرار ہو کر بولا۔

"سنو ہیدان! تم دنیا کی حسین ترین ہدہدہ ہو۔زندگی بھر میں نے ایک ہی خواب دیکھا ہے جو تمہاری ہی چونچ سے شروع ہوتا ہے اور تمہاری ہی چونچ پر ختم ہوتا ہے تمہارے الفاظ سے میں نے ایک اہم الہام لیا ہے۔تم نے کہا ہے کہ میں ہمیشہ سفر میں رہتا ہوں۔...... لیکن اب تو مدت ہوگئی میں کہیں نکلا ہی نہیں، اور غالباً میری گمنامی کا سب سے بڑا سبب بھی یہی ہے۔میں آج سفر پر روانہ ہو رہا ہوں۔جنوب میں یمن کے پہاڑوں کی جانب میرا سفر ہوگا اور میری منزل خود ملک یمن ہو گی۔میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ میں کوئی اچھا ہی کام کر کے لوٹوں گا۔میرا خیال ہے کہ یہ سفر بہت مفید رہے گا۔

میں انتہائی بلندیوں میں پرواز کر رہا ہوں اور صنف نازک کی عجوبہ کاریوں میں کھویا ہوا اپنی منزل کو رواں ہوں۔ہر ہدہدہ تقریباً وہی کچھ کہتی ہے جو ہیدان کہتی ہے۔لیکن میرے دل کی مالک ہیدان ہی ہے جس نے مجھے "مار ہالا" کا تشخص دیا۔اگر مجھے ذرا بھر بھی رقابت کا کوئی ریشہ ہوتا تو میں فوراً اس سے شادی کر لیتا۔

Presented by Ziaraat.Com

لیکن الحمد اللہ کہ حسد کا میری زندگی میں کوئی دخل نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو میں تباہ ہو جاتا...... اس بلندی سے زمین کا منظر کتنا حسین ہے...... ساتھ ہی سمندر بھی نیلے پیرہن کی طرح اس سے متصل دکھائی دے رہا ہے۔ یہ میرے سینے کے عین نیچے سرسبز زمردیں مرغزار ہیں۔ آسمان میں بادل کے ٹکڑے پرشکوہ انداز میں تیر رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دست قدرت انہیں فلک بوس پہاڑوں کی رنگین چوٹیوں کی طرف ہانک رہا ہے جن سے ٹکرا کر یہ برف کے چھوٹے چھوٹے نرم گالوں کی صورت میں رخ گیتی کو چومنے کے لئے اتریں گے۔

اس تیز رفتار پرواز کے دوران میرا دل اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت سے سرشار ہو گیا۔ میں نے تسبیح خداوندی شروع کر دی جس سے میرے ذوق و مستی میں اضافے کے ساتھ ساتھ غیر شعوری طور پر میری پرواز بھی مزید بلند ہو گئی۔ اس ارتفاع پر میں عموماً زمین کے طبقات میں پانی کے وجود کی تعین کے لئے آتا ہوں۔ میں اندرون زمین کا تیز نگاہوں سے جائزہ لینے لگا اور پانی کے تین ایسے ذخائر دریافت کیے جو ابھی تک اس صحراء کی ویران وسعتوں میں نامعلوم تھے۔ میں نے ان کا محل وقوع خوب ذہن نشین کیا اور پرواز تیز کر دی۔ میں حیرت سے سوچ رہا تھا کہ یہ میری زندگی کی طویل ترین، تیز ترین اور بلند پرواز ہے لیکن مجھے اس کا مقصد معلوم نہیں۔

میں ایک خوبصورت شہر پر پہنچا جس کے گرد سفید فصیل تھی، اندازے نے بتایا کہ کہ یہ شہر سبا ہے۔ مضافات شہر میں سبزہ زاروں کی کثرت تھی۔ خود شہر کے کوچہ و بازار کشادہ، ہموار اور صاف ستھرے تھے۔ جا بجا محلات نما بڑی بڑی عمارتیں تھیں۔ گلیوں میں ہر جگہ پاسبان موجود تھے، شہر کے وسط میں ایک عظیم الشان عبادت گاہ تھی جس پر چھت نہیں تھی اور اس کے وسیع صحن پر کھل کر دھوپ پڑ رہی تھی۔

میرے دل نے تسلیم کیا کہ اس شہر کے باشندے ضرور دولتمند اور طاقتور ہوں گے۔ گلی کوچوں کی کشادگی، صفائی، پختگی اور ترتیب و باقاعدگی ان کے حسن ذوق کی

Presented by Ziaraat.Com

آئینہ دار تھی۔ گھروں کی تعمیر میں بھی بڑی تنظیم اور یکسانیت تھی، ان کی چھتیں وسیع اور صاف ستھری تھیں جن پر گملوں کی قطاریں بڑی خوبصورت ترتیب سے لگی تھی۔ گملوں میں طرح طرح کے خوشبودار پھول کھل رہے تھے۔ میں نے شہر کی ایک بڑی سی عمارت میں ایک اونچا درخت چنا اور اسکی ایک ٹہنی پر جا بیٹھا۔

نزدیک ہی دوسری ٹہنی پر ایک حسین وجمیل ہد ہدہ بیٹھی تھی۔ میں نے جھک کر اسے مرحبا کہا اور اس سے منہ پھیر لیا، اور سوچنے لگا کہ اسے کس طرح گفتگو پر آمادہ کیا جائے۔ مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دوسروں کو گفتگو پر آمادہ کرنا میرا دل پسند مشغلہ ہے۔

میں نے دفعتاً پروں کو غبار جھاڑنے کے انداز میں ایک دو بار جھٹکا اور بولا:

''معلوم نہیں یہاں کوئی نہر قریب ہے یا نہیں''۔ وہ بولی:

''پردیسی معلوم ہوتے ہو''۔ میں نے احتیاط سے کہا:

''اللہ کی وسیع دنیا میں سیر کرتا پھرتا ہوں۔ کیا یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت نہیں؟''...... وہ مجھ سے قریب ہو گی اور بولی:

''یہاں کی زمین صرف سورج دیوتا کی ملکیت ہے۔''

میں خبردار ہو گیا اور میری حسِ مخابرات نے مجھے بتایا کہ یہاں کی فضا میں عمل کی کافی بوباس ہے اور میدان عمل کافی وسیع ہے۔ میں نے اسے دوستی کے لہجے میں کہا:

''اے حسینہ! بھلا سورج بھی کبھی زمین کا مالک ہو سکتا ہے؟''

اس نے بڑی سادگی اور صراحت سے جواب دیا:

''ہاں۔ وہی اس زمین کا مالک ہے۔ ہم سب اسی کی پوجا کرتے اور اسی کے سامنے جھکتے اور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔''

میرے ذہن میں سلیمانؑ کی شکل بجلی کی طرح کوندگئی۔ بالآخر میں نے عظیم دلچسپی کا حامل ایک بڑا مسئلہ دریافت کر لیا تھا جو کبھی میرے وہم وگمان میں بھی آنے

Presented by Ziaraat.Com

والا نہ تھا۔ یہاں انسان سورج کو سجدہ کرتا ہے؟ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ایک بہت بڑی خیانت نہیں ہے...... کیا سلیمانؑ اللہ تعالیٰ کے نبی اور روئے زمین پر اس کی تلوار نہیں ہیں۔ اب تو یہ مسئلہ بہر حال نہ صرف براہ راست سلیمانؑ سے متعلق ہے بلکہ ان کے دائرہ اختصاص میں آتا ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ یہ دن میری زندگی کا خوش بخت ترین دن ہے۔

میرا سینہ مسرت اور سعادت کے بے پناہ احساس سے بھر گیا۔ جی چاہ رہا تھا کہ فرط ذوق و شوق میں جھوم جھوم کے مستانہ وار اڑوں خوشی سے چلاؤں اور فرط طرب میں اپنے زریں تاج کو پھیلا سیکڑ کے خوب کھیلوں...... لیکن میں نے اپنے جذبات پر سیکرٹ سروس کے سربراہ کے شایان شان قابو رکھا۔

پھر میں پورے سکون اور بے نیازی سے ہدہدہ کی طرف متوجہ ہوا اور بے ساختہ بول اٹھا۔

بہت خوب...... بہت خوب!

اس پر بیوقوف ہدہدہ شرما کر مجھ سے پوچھنے لگی:

''کونسی خوبی تمہیں مجھ میں نظر آتی ہے؟'' میں نے خوشامد سے کہا:

''تمہارا نطق اور انداز کلام بہت خوبصورت ہے۔ میں نے ساری دنیا دیکھی ہے۔ اس میں بہت کچھ دیکھا اور سنا ہے اور بہت کچھ اس سے سیکھا بھی ہے۔ لیکن تم ایسی شیریں کلام ہدہدہ میں نے کہیں نہیں دیکھی جس کا تلفظ اتنا عمدہ اور دل میں اتر جانے والا ہو۔''

جواب میں وہ ٹہنی جس پر وہ بیٹھی ہوئی تھی ہلی تیر سیدھا نشانے پر بیٹھا تھا...... میں نے دیکھا کہ اس نے بظاہر بلا ارادہ اپنے بازوؤں کو اس انداز میں جھٹکا کے پھیلایا جیسے ان سے مٹی جھاڑ رہی ہو۔ اس سے اس کا اصل مقصد اپنے جسم کی رعنائی کی نمائش تھا...... بہر حال وہ ٹھیک ٹھاک ہی تھی لیکن فی الحال نہ میں عشق بازی کے

www.ziaraat.com Sakeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

موڈ میں تھا اور نہ ہی صورت حال مجھے اس کی اجازت دے سکتی تھی۔

لیکن اب اگلا قدم کیا ہونا چاہیے۔ مجھے اس بارے میں جلد از جلد جتنی زیادہ سے زیادہ معلومات مل سکیں، حاصل کر لینی چاہیں لیکن اس کے ساتھ سوالات کا ایسا اسلوب اختیار نہیں کرنا چاہیے جس سے اس کے دل میں میرے بارے میں کوئی شک پیدا ہو جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ سوالات کا انداز ایسا قدرتی ہو جیسے کوئی موسم، درختوں، کھانے وغیرہ کے بارے میں پوچھتا ہے۔

میں نے اپنا تاج آخر تک کھول دیا۔ چھاتی کو پھلا لیا اور بازو زور زور سے پھڑ پھڑا کر اپنی جاذبیت اور مسحور کن خوبصورتی کی نمائش کی۔ جس سے وہ واقعی مسحور ہوئی اور مجھ سے قریب ترین ٹہنی پر آ بیٹھی۔ تھوڑی دیر میری آنکھوں میں دیکھتی رہی اور پھر محبت سے بولی۔

"تم نے اپنے بارے میں تو کچھ بتایا ہی نہیں۔ کہاں سے آئے ہو، کہاں جا رہے ہو۔ کیا تمہارے چھوٹے بچے ہیں۔ کھاتے کیا ہو۔ یہاں کا کھانا کیسا پا رہے ہو۔ تمہارا نام کیا ہے۔ پیدا کہاں ہوئے تھے۔؟

آہ...... یہ تو الٹا مجھ سے سب کچھ اگلوا رہی ہے...... میں نے فیصلہ کیا اب پیشہ ورانہ جارحیت سے کام لینا ضروری ہے۔

میں نے اپنا دایاں بازو پھیلا کر اچانک اس کی ٹہنی پر اس زور سے مارا کہ قریب تھا کہ وہ گر جاتی۔ اس کے جسم کا توازن بگڑ گیا اور آگے کو جھک گئی۔ میں نے اسے اپنے بائیں بازو پر لیا اور اٹھا کر اپنی ٹہنی پر اپنے پہلو میں بیٹھا لیا۔ میری چونچ بھی اس کی چونچ سے قریب ہو گئی۔

اگر سلیمانؑ اس حالت میں مجھے دیکھ لیتے تو یہی سمجھتے کہ میں عشق بازی کر رہا ہوں، اور اگر ہیدان دیکھ لیتی تو سمجھتی کہ میں اس سے خیانت کر رہا ہوں اور اس پر وہ اپنی غضبناک مظلومانہ چیخوں سے ہوا کا سینہ چاک کر دیتی اور آسمان سر پر اٹھا لیتی۔

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

لیکن دونوں ہی کا خیال غلط ہوتا کیونکہ میرے اس تصرف کو صرف میری نظر سے دیکھا جائے تو جائز نظر آئے گا اور کوئی بھی دوسرا زاویہ نظر اس کی نوعیت بدل دے گا۔ کیونکہ بعض اوقات ہم سے ہمارا پیشہ اس طرح کے تصرفات کا تقاضا کرتا ہے، اور معاملہ جب حصول معلومات کا ہو تو اس کے لئے تو کچھ بھی کیا جا سکتا ہے۔

میں نے اس سے سبا کی آبادی معلوم کی۔ اس کی فوجی قوت کے بارے میں پوری معلومات حاصل کیں۔ مجھے وہ فوجی اسلحہ خانہ میں لے گئی جس کے تمام تر اہم مناظر میں نے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیے۔ اس نے مجھے شہر میں داخل ہونے اور اس سے نکلنے والے خفیہ راستے دکھائے اور نہروں کے بارے میں سب کچھ بتایا جن سے سبا کی پوری آبادی سیراب ہوتی تھی۔ میں نے کسانوں کی اراضی، مزروعہ زمینیں اور ان کے گھر، کارخانے اور غلے کے گودام دیکھے۔ پھر وہ میرا بازو تھام کر مجھے اس عبادت گاہ میں لے گئی جہاں لوگ سورج کو سجدہ کر رہے تھے۔ وہاں میں نے ایک بہت بڑی طلائی ٹکیہ دیکھی جس میں ہیرے جڑے تھے۔ جب سورج کی شعاعیں ان سے منعکس ہوتی تھی تو ان کی چکا چوند سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ جب میں نے انسانوں کو سورج کے سامنے سجدے کرتے دیکھا تو باوجود ضبط کہ میری ہنسی نکل گئی جس پر ہدہدہ مجھے تعجب سے دیکھنے لگی۔

آخر میں وہ مجھے اپنی ملکہ بلقیس کے محل میں لے گئی۔ ملکہ میری وہم وگمان اور خواب وخیال سے بھی زیادہ حسین تھی۔ سلیمانؑ کے قصر شاہی میں میں نے کوئی صورت ایسے حسن وجمال والی نہ دیکھی تھی۔ اس کا سارا بدن بلکہ اس کے پاؤں بھی لباس سے ڈھکے تھے اور جب وہ چلتی تھی تو اس کے لباس کے اطراف اس کے پیچھے پیچھے زمین پر گھسٹتے چلے جاتے تھے۔ مجھے پورا اندازہ ہو گیا کہ یہ عورت عزت نفس اور حیا والی ہے۔ ہدہدہ نے مجھے بتایا کہ اس کے ایک پیر میں کوئی نقص ہے لیکن وہ بھی اس لباس میں چھپ جاتا تھا۔ وہ شادی شدہ نہیں تھی لیکن اس کی شخصیت

Presented by Ziaraat.Com

مردوں سے زیادہ باہیبت اور پر جلال تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ اپنے وزراء وامراء اور روساء و مشیران حکومت سے کڑا احساب لیتی تھی۔ حسن صورت و سیرت میں وہ ہر طرح سے مکمل تھی۔ مجھے اس میں صرف ایک عیب نظر آیا کہ وہ سورج کی پوجا کرتی تھی۔ میں نے اسے اپنی قوم کے ساتھ سورج کو سجدہ کرتے دیکھا۔

اس کا تخت کندہ کاری کے فن کا عظیم ترین نمونہ تھا اور اس فن میں اہل سباہ کے انتہائی ترقی یافتہ ہونے کی روشن دلیل تھا۔ میں نے اپنی لوح حافظہ پر اس کی پوری تصویر بنالی۔

اب میری معلومات مکمل ہو چکی تھیں۔ میں نے دارالحکومت اور اس کے مضافات پانچ دن گزرے۔ ملک کی تمام شاہراہوں کا طول وعرض ناپا اور ان میں سفری سہولتوں اور سلیمانؑ کے بوجھل جنگی ساز و سامان کی کامیاب نقل و حمل کے امکانات کا جائزہ لیا، اور پورا نقشہ ذہن نشین کر لیا کہ...... کیا جانے۔ کل کو اس کی ضرورت محسوس ہو۔

میں نے سبا کی خوبصورت ہدہدہ کو، اپنی شخصیت اس پر ظاہر کیے بغیر اپنا آلہ کار بنا لیا تھا۔ اسے میرے ساتھ محبت ہوگئی تھی جبکہ میں اس میں صرف نمائشی دلچسپی لیتا تھا۔

شروع شروع میں تو اس نے میرے لئے کچھ مشکلات پیدا کیں اور مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں میں اس کی نظروں میں مشکوک نہ ہو جاؤں لیکن جب میں نے اسے اچھی طرح سے سمجھا دیا کہ میں ایک باتونی اور فضول گوسا ہدہد ہوں جس کا مشغلہ طرح طرح کے سوالات کرنا ہے تو وہ مطمئن ہو گئی اور میرے ساتھ محبت کرنے لگی جس کے نتیجے میں مجھے سبا، ملکہ سبا اور باشندگان سبا کے بارے میں بیش قیمت معلومات اس سے حاصل ہوئیں۔ مجھے اس نے یقین دلایا کہ پورے سبا میں ایک شخص بھی پرندوں اور دوسرے جانوروں کی کوئی زبان نہیں جانتا۔ میں نے پوری احتیاط سے اسے اپنی حقیقت یا اپنے کام کی نوعیت سے بے خبر رکھا۔ کیونکہ کچھ

Presented by Ziaraat.Com

معلوم نہیں۔ مستقبل میں کیسے حالات پیش آئیں۔

سبا میں جب میری مہم تمام ہو چکی تو میں نے سوچا کیوں نہ تھوڑی سی تفریح کر لی جائے۔ آپ کو معلوم ہی ہے کہ میں کام بھی پورے اعصاب سے کرنے کا عادی ہوں اور اس کے بعد تفریح بھی سیر ہو کے کرتا ہوں۔

میں اپنی دوست ہدہدہ سے کہا:

یہاں آس پاس بیرون شہر کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں کیڑے مکوڑے وافر ہوں اور نہر قریب ہو؟۔ وہ مجھے ایک پرفضا مضافاتی مقام پر لے گئی جو ایک خوبصورت نہر کے کنارے پر تھا۔

وہ جگہ میری مرضی کے عین مطابق تھی جہاں مکمل سکون، ماحول و منظر خوبصورت، رزق عام اور اعصاب کیلئے راحت بخش اور سہانی خاموشی فراواں تھی۔

وہاں پہنچ کر پہلے دن میں نے حاصل شدہ معلومات کو اپنے ذہن میں مرتب کیا۔ پھر اس کام سے فارغ ہو کر میں نے پورے دو دن حسین ہدہدہ کے ساتھ عالم خواب میں گزارے۔

ایک تھکے ہوئے ہدہد کے لئے پہلو نشین حسین ہدہدہ کی فضول اور لمبی چوڑی بے سروپا باتوں سے زیادہ راحت بخش کوئی چیز نہیں ہوتی۔

وہ مجھ سے پوچھ رہی تھی کہ ہم مصر کی طرف کیوں نہ چلے جائیں۔ سنا ہے کہ وہاں بہت سے پرکیف اور پرفضا دیہات ہیں جہاں کی نمناک مٹی میں کیڑے مکوڑے عام اور رزق وافر ہے......لیکن میں نے اس کی بکواس کے جواب میں کہا:

''مصر میں ہدہد بڑی کثرت میں ہیں جس کی وجہ سے وہاں اقامت کے مسائل بہت ہیں۔ اور مجھے نہ بھیڑ پسند ہے نہ شور۔'' میں اسے اس سفر کے ارادے سے باز رکھنے کے لئے کسی بھی طرح کی باتیں کر سکتا تھا۔

پھر اس نے مجھ سے پوچھا۔

Presented by Ziaraat.Com

"کیا تم نے کہیں ٹک جانے اور شادی کر کے مستقل طور پر مقیم ہو جانے پر کبھی غور نہیں کیا؟ کیا تمہارے ذہن میں زندگی کا اس سے بہتر کوئی پروگرام ہے؟"

لیکن جواب میں نہ میں اس سے یہ پوچھ سکا کہ کیا وہ مجھے ایک آوارہ گرد اور بے کار ہدہد سمجھتی ہے اور نہ ہی یہ بتا سکا کہ لشکر سلیمان میں بڑے بڑے اہم اور عظیم الشان امور میرے منتظر ہیں۔

تیسرے دن مجھے سلیمانؑ کا خیال آیا۔ میں نے سوچا کہ اگر ان کے کسی جن سپاہی نے یہاں سے گزرتے ہوئے مجھے عشق بازی میں مصروف دیکھ لیا تو غضب ہو جائے گا، اور اگر اس نے یہ ساری صورت ان کے گوش گزار کر دی تو وہ مجھے ذبح ہی کر ڈالیں گے۔ میں نے ہدہدہ سے کہا:

"کل میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔" اس نے جواب دیا:

"تو مجھے بھی ساتھ لے چلو"......اس نے جواب دیا۔

"کاش یہ ممکن ہوتا"!......وہ بولی۔

"کیوں اور کس لیے ممکن نہیں؟"......میں نے کہا۔

"میں جلد تمہارے پاس لوٹ آؤں گا۔"

اس نے اپنا سر میرے سینے پر ٹکا کر رونا شروع کر دیا۔ میں نے بڑا جذباتی انداز اختیار کر کے اس سے کہا:

"تمہاری جدائی سے میرا سینہ شق اور جگر پارہ پارہ ہوتا ہے۔ تمہارے آنسو میرا دل چیر ڈالیں گے۔ خدا کے لئے انہیں روکو۔ میں ہرگز تم سے دور نہ ہوتا لیکن سخت مجبوری ہے۔ مجھے ضرور ہی جانا ہے۔ انشاء اللہ جلد ہی جان لوگی کہ میں کیوں جا رہا ہوں۔ مجھے تم سے بیحد پیار ہے لیکن یہ زندگی اور موت کا سوال ہے۔"

اس نے مایوس ہو کر ہمت ہار دی اور شکایت آمیز لہجے میں دھمکی کے انداز میں کہنے لگی۔

Presented by Ziaraat.Com

''تم کل جا کر دیکھو۔ میں نہ کچھ کھاؤں گی اور نہ ہی کچھ پیوں گی اور تمہاری جدائی میں بھوکی پیاسی جان دے دوں گی۔'' میں نے کہا:

''لیکن اگر میں کل یہاں سے نہ گیا تو مجھے ضرور ہی مرنا ہوگا۔ تمہیں سلیمانؑ کا پتہ نہیں ہے۔'' اس نے پوچھا۔

''وہ کون ہیں؟'' میں نے کہا:

''وہ میرے بڑے بھائی اور میرے آقا ہیں۔ یہ ایک خاندانی چکر ہے جس کی وجہ سے میرا رکنا قطعاً ناممکن ہے۔ لیکن اگر قبول کرو تو میری دلی آرزو ہے کہ میرے رخصت کے وقت تمہارے حسین چہرے پر مسکراہٹ ہو۔ اب تھوڑا سا مسکرا دو میری دلاری! مسکرا دو ورنہ میں سو نہیں سکوں گا۔''

آدھی رات کے وقت میں نے سرسبز ٹہنیوں کے درمیان اپنا گرم بستر چھوڑا اور خاموشی سے پرواز کر گیا۔ اپنے پروں سے میں نے کہا:

''بہت اونچا اور بہت تیز اڑو''۔

پرواز کے دوران میں سو بھی گیا اور صبح تک مشینی پرواز کرتا رہا۔ دوسرے روز ظہر کے بعد میں لشکر میں پہنچ گیا۔ لیکن وہاں تو ساری دنیا میرے خلاف الٹی پڑی تھی۔ ہر ایک مجھے تیکھی نظروں سے گھور رہا تھا۔ میں سب کو نظر انداز کر کے اپنے خیمے میں چلا گیا۔

اندر داخل ہوتے ہی دسیوں پرندے سراسیمہ و خوفزدہ میرے گرد جمع ہو گئے اور مجھ پر انہوں نے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔

''آپ کہاں تھے؟ کدھر چلے گئے تھے؟ اتنی دیر کہاں رہے؟ سلیمانؑ سے آپ کی ملاقات ہوئی؟'' وغیرہ وغیرہ

استقبال کے اس انداز پر میرا ماتھا ٹھنکا لیکن ہوش و حواس کی بحالی کا مظاہرہ کرتے ہوئے میں نے ان سے پوچھا۔

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

''کیا ہوا؟۔ کیوں چیخ رہے ہو؟'' انہوں نے جواب دیا۔

''سلیمانؑ لشکر کے معاینے کو نکلے تھے۔ جنوں اور وحوش کے معاینے کے بعد وہ ہمارے خیمے میں آئے ......''۔

میں نے چڑیا کو طلب کیا جو میرے دفتر میں مدیر کے عہدے پر مامور ہے اور اس سے صورت حال دریافت کی۔ اس نے جواب دیا:

''جو کچھ آپ کو بتایا گیا ہے، سب صحیح ہے۔ سلیمانؑ واقعی آئے تھے اور ''وتفقد الطیر فقال مالی لا اری الھد ھد ام کان من الغائبین. لاعذبنه عذابا شدیدا اور لأذبحنه اور لیاتینی بسلطان مبین''

''انہوں نے سب پرندوں کا معائنہ کیا۔ آپ کو موجود نہ پا کر انہوں نے کہا: کیا وجہ ہے کہ ہدہد نظر نہیں آرہا۔ وہ بلا جواز کیوں غائب ہے۔ اسے سخت سزا دی جائے گی اور اگر اس نے اپنی غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ نہ بتائی تو وہ ذبح کر دیا جائے گا۔

ان الفاظ سے ایک بار تو میری ہڈیاں ہی چیخ اٹھیں۔ لیکن میں نے ہمت اور حاضر دماغی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''کیا واقعی سلیمانؑ نے یہ الفاظ کہے تھے چڑیا نے جواب دیا:

''جو کچھ انہوں نے کہا، ہم نے بلا کم و کاست آپ کو بتا دیا ہے۔'' میں نے پوچھا:

''تم نے انہیں کیا جواب دیا؟'' اس نے کہا:

''میں نے کہنا تو چاہا تھا کہ آپ ایک ضروری مہم پہ ہیں لیکن ان کی ہیبت سے میری چونچ اتنی بری طرح کانپ اور کڑکڑا رہی تھی کہ ہزار کوشش کے باوجود مجھ سے کلام ممکن نہ ہوا۔'' میں نے بے نیازی سے کہا:

''بالکل بے فکر ہو جاؤ۔ ہمارا موقف بہت مضبوط ہے۔ میں واقعی ایک بہت بڑی مخابراتی مہم پر تھا۔ اب مجھے یہ بتاؤ کہ ہمارے دشمنوں نے اس صورتحال سے کیا فائدہ اٹھایا؟'' اس نے جواب دیا:

Presented by Ziaraat.Com

''سب ننگے ہو گئے اور سب نے اپنی پوشیدہ کچلیاں ظاہر کر دیں اور سانپ کے زہر سے بھی زیادہ زہریلی باتیں کیں۔ پہلے تو آپ کی سرسری طور پر تعریف کی لیکن پھر ساری دنیا کے عیوب ونقائص آپ کی ذات سے منسوب کر دیئے اور آپ پر اپنے فرائض سے غفلت اور اپنے کام کو کھیل سمجھنے کی تہمت لگائی...... میرے خیال میں ہم بہت بڑی مشکل میں ہیں۔'' میں نے کہا:

''ہرگز کوئی فکر مت کرو۔ یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ دیکھتے رہو کہ ہم کس طرح اس سے باعزت طور پر سرخرو ہوتے ہیں۔''

کہنے کو تو میں بڑے دھڑلے سے یہ سب کچھ کہہ گیا اور دوران گفتگو بڑے فلسفیانہ ٹھاٹھ سے ٹہلنے کی نمائش بھی میں نے کی لیکن اندر ہی اندر سے میں اتنا سہا ہوا تھا کہ محسوس ہوتا تھا کہ ابھی غش کھا کر گر جاؤں گا۔ میرا انگ انگ لرز رہا تھا اور مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ سلیمانؑ میرے بیان کو کیا رنگ دیں گے۔ کیا وہ اسے سچ مانیں گے یا غیر حاضری کے جواز میں گھڑا ہوا افسانہ سمجھ کر یکسر جھٹلا دیں گے......؟

میں ہیدان کے پاس گیا تو دیکھا کہ بری طرح رو رہی ہے اور جا بجا سے اس کے پر نچے ہوئے ہیں۔ وہ میری آغوش میں گر گئی اور چیخی۔

''مار ہالا۔ میرے حبیب۔ تم کہاں چلے گئے تھے؟ سلیمانؑ تمہیں ذبح کر دینے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ وہ تم پر بہت غضبناک ہیں۔''

صورت حال بڑی نازک تھی۔ میری محبوبہ بہت مرعوب و سراسیمہ اور سخت خوفزدہ تھی۔ میں نے چلا کر اسے رونا دھونا بند کرنے کو کہا۔ وہ خاموش تو ہو گئی لیکن بدستور نیم جان رہی۔ میں نے بحکم و اعتماد سے کہا:

''جو یہ سمجھتا ہے کہ شہنشاہ سلیمان میری باتوں کو جھٹلائیں گے اور انہیں افسانہ سمجھ کر مجھے دروغ بافی کی سزا دیں گے، میں اعلیٰ سطحی فوجی اجلاس میں اس کی غلط فکری، کج رائی اور غیر ذمہ دارانہ خیال آفرینی کا حساب لوں گا۔''

Presented by Ziaraat.Com

پھر میں سینہ تان کر کاروبار حکومت میں اپنے اثر و نفوذ کی نمائش کر کے اترانے لگا۔ لیکن میرے دل کی حالت تو خدا ہی کو معلوم تھی جو سلیمانؑ کے خوف و دہشت سے اپنی فطری چال بھول گیا تھا۔

میدان پرسکون ہوگئی اور میرے وثوق و اعتماد سے بڑی مطمئن ہوئی۔ میں سفر سے غبار آلود بدن کے ساتھ ہی سلیمانؑ کی خدمت میں چل پڑا۔ پورا راستہ میں کئی طرح کے متصادم افکار و خیالات اور متضاد احساسات سے دو چار رہا...... میں بیک وقت خوفزدہ بھی تھا اور غضبناک بھی، مایوس بھی تھا اور پرامید بھی اور بزدل بھی تھا اور بہادر بھی۔

قصر سلطانی میں پہنچا تو مجھے بتایا گیا کہ سلیمانؑ کھانا کھا رہے ہیں اور انکے حکم کے مطابق اسوقت کسی کو ان سے ملنے کی اجازت نہیں۔ لیکن میں نے دربان سے کہا:

''میرا راستہ چھوڑ دے۔ میں یہاں بلاوجہ اور بے ضرورت نہیں آیا۔ میرے پاس کچھ ایسی ضروری معلومات ہیں جو بلا تاخیر سلیمانؑ کی خدمت میں پیش ہونی چاہیں اور ان پر گفتگو کے لئے ایک لحظہ بھی انتظار نہیں کیا سکتا۔''

لیکن دربان کو میری بات کی سمجھ نہ آئی کیونکہ ہماری زبان صرف سلیمانؑ ہی سمجھ سکتے ہیں۔

انہوں نے میرا چلانا سن لیا اور مجھے اندر بلا لیا۔ میں کھانے کے کمرے میں داخل ہوا۔ وہ دسترخوان پر تھے اور ان کے ہاتھ میں چھری تھی۔ میں دسترخوان کی دوسری جانب ان کی دسترس سے دور باادب واحترام کھڑا ہوگیا اور انہیں مخاطب کر کے عرض گزار ہوا۔

''احطت بما لم تحط به ، وجئتک من سبا بنبا یقین''

''میں نے ایک ایسا امر دریافت کیا ہے جسے آپ دریافت نہیں کر سکے۔ میں سبا سے ایک یقینی خبر آپ کے پاس لے کر آیا ہوں۔''

Presented by Ziaraat.Com

جونہی میں نے کہا" احطت بمالم تحط به" "میں نے وہ کچھ دریافت کیا ہے جو آپ نے نہیں کیا۔" تو مجھے احساس ہوا کہ اب میں تاریخ میں داخل ہو گیا ہوں۔ مجھ سے پہلے کسے یہ الفاظ کہنے کی جرات ہوئی؟...... میرے بعد بھی کسے کبھی یہ جرأت ہو سکے گی کہ روئے زمین کے صاحب عظمت و جبروت شہنشاہ اور اللہ کے نبی سے مخاطب ہو کر یہ الفاظ زبان پر لائے۔ یقیناً نہ کوئی کبھی یہ الفاظ کہہ سکا اور نہ کبھی کہہ سکے گا۔

میں نے سلیمانؑ کو یہ الفاظ زور دے کر جارحانہ انداز میں کہے کہ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ آپ نہیں جانتے۔

اس جرأت پر مجھے خوف اور یاس نے انگیخت کی تھی میں یہ اسلوب کلام اختیار کرنے پر مجبور تھا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ دفاع کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے کہ حملے سے ابتدا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری اور سلیمانؑ دونوں کی جان ہے کہ یہ الفاظ کہتے وقت داخلی خوف و بیم سے میرا برا حال تھا۔

سلیمانؑ نے چھری ایک طلائی طشتری میں رکھی اور وہ دستر خوان کی طرف جھکے۔ میں نے ان کی آنکھوں میں حیرت و تعجب کی جھلک دیکھی اور قبل اس کے کہ وہ اپنی حیرانی پر غالب آئیں میں نے اپنے دفاع کو مضبوط اور یقینی بنانے کے لئے ایک اور حملہ ان الفاظ سے کیا:

"اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِیْمٌ. وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا یَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ. وَزَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ فَهُمْ لَا یَهْتَدُوْنَ۔"

"میں نے اہل سبا پر ایک عورت کو حکمران دیکھا ہے جس کے پاس دنیا کی ہر نعمت موجود ہے۔ اس کا تخت نہایت عظیم الشان ہے۔ میں نے

Presented by Ziaraat.Com

اسے اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ کی بجائے سورج کو سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے لئے زینت دے کر اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک دیا ہے جس کے نتیجے میں وہ ہدایت نہیں پا رہے۔"

سلیمانؑ نے میری بات پہلے تو بڑی حیرانی سے سنی، پھر وہ غضبناک ہوئے اور پھر ان کے چہرے پر دلچسپی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ میں نے پوری طرح سمجھ لیا کہ میرا تیر درست نشانے پر لگا ہے اور اب وہ میری بات بڑے غور و انہماک سے سن رہے ہیں۔ میں نے سوچا کہ نجات اور کامیابی کے اس یقینی موقعے سے مزید فائدہ اٹھانا چاہیے۔ چنانچہ گزشتہ سے پیوستہ کہا:

"اَلَّا یَسۡجُدُوۡا لِلّٰہِ الَّذِیۡ یُخۡرِجُ الۡخَبۡءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ یَعۡلَمُ مَا تُخۡفُوۡنَ وَ مَا تُعۡلِنُوۡنَ. اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ رَبُّ الۡعَرۡشِ الۡعَظِیۡمِ"

"وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کے پوشیدہ امور کو ظاہر کرتا ہے اور انسان کی ہر مخفی اور ظاہر بات کو جانتا ہے اور معبود حقیقی اور عرش عظیم کا مالک ہے۔"

یہ آخری جملہ خود سلیمانؑ کا تھا جس کے ذریعے وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے تھے۔ میرے لئے سبا کے ذکر میں اس سے استشہاد کا یہ زریں موقعہ تھا۔

اب میں نے اپنی بات کی اور سلیمانؑ کے ردعمل کا جائزہ لینے لگا۔

انہوں نے اپنا سر جھکا لیا اور بھنوؤں کو سکیڑ کر سوچ میں ڈوب گئے۔ کمرے کی فضاء پر موت کا سکوت طاری ہو گیا۔

میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اتنی تیز کہ میں نے محسوس کیا کہ اس کی آواز کمرے کی دیواروں کو ہلا دے گی۔

آخر کار انہوں نے اپنا سر اٹھایا اور بولے۔

Presented by Ziaraat.Com

"سنظر اصدقت ام کنت من الکاذبین"

''ہم دیکھیں گے کہ تم سچ کہتے ہو یا جھوٹوں میں سے ہو۔"

مجھے محسوس ہوا کہ میرے خون کا دباؤ اب طبعی حالت پر آ رہا ہے اور کم از کم وقتی طور پر تو میری جان چھوٹ ہی گئی ہے۔ چنانچہ میں نے جلدی جلدی اپنی فراہم کردہ معلومات ان کے سامنے پیش کیں، انہیں ملکہ سبا کے بارے میں بتایا، اس کے عظیم الشان تخت کی تفصیلات بتائیں جو اپنی طلائی اور نقرئی نقاشی اور جواہرات کے جڑاؤ کام کی وجہ سے اپنی مثال آپ تھا...... سورج دیوتا کے مندر کے بارے میں بیان کیا جس میں وہ لوگ سورج کو سجدہ کرتے اور اپنے مذہبی شعائر محفوظ رکھتے تھے۔

میں نے سلیمانؑ کو مختصراً اس حکومت کی فوجی نفری اور اس کی طاقت و استعداد کے بارے میں بھی بتایا، اور جو کچھ معلومات میں نے جمع کی تھی سب ان کے سامنے پیش کر دیں۔

سلیمانؑ نے کاغذ اور قلم دوات حاضر کرنے کا حکم دیا اور ایک خط لکھ کر لفافے میں بند کیا اور اسے میرے حوالے کر کے کہا:

"اذھب بکتابی ھذا فالقه الیھم ثم تول عنھم فانظر ماذا یرجعون"

''میرا یہ خط ان کے پاس لے جا اور انہیں دے کر واپس آ جا۔ پھر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔"

میں دسترخوان کے کنارے سے اڑا اور خط کو اپنی چونچ میں پکڑ کر روانگی کے لئے تیار ہو گیا۔

اپنی چونچ سے خط کے وزن اور طول مسافت کا اندازہ کر کے میں نے سلیمانؑ سے کہا:

میرے آقا۔ سفر لمبا ہے اور فضا کی بلندیوں میں ہوا کا تموج تیز ہے، جس سے اندیشہ ہے کہ یہ خط پھٹ جائے۔ میری مودبانہ تجویز یہ ہے کہ یہ خط سونے کے غلاف

Presented by Ziaraat.Com

میں محفوظ کر کے میری گردن میں لٹکا دیا جائے تا کہ بحفاظت اپنی منزل کو پہنچے۔

سلیمانؑ نے فوری طور پر ایک طلائی غلاف تیار کرنے کا حکم صادر کیا اور مجھے حکم دیا کہ کل علی الصباح خط لے کر سفارت پر روانہ ہو جاؤں۔

کل صبح تک میرے پاس کافی وقت تھا۔ میں قصر سلیمانی سے نکلا اور اپنی تدبیر کی کامیابی پر پھولا نہ سماتا ہوا اپنے دفتر میں آیا۔ مدیر دفتر نے مجھ سے پوچھا:

"جناب وہاں کیا صورت رہی؟ امید ہے کہ آپ نے مشکل سے نجات پائی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے سرخرو ہوئے۔"

میں کامیابی کے غرور میں اسے اسکی حدود میں رہنے کی تاکید کرتے ہوئے بولا:

"تم اپنا کام کرو۔ میں کونسی مصیبت میں مبتلا تھا کہ نجات پاتا۔"

وہاں سے میں ہیدان کے پاس گیا۔ اس نے مجھے مطمئن پا کر بڑے تپاک سے پوچھا۔

"سلیمانؑ ناراض تو نہیں ہوئے؟ انہوں نے تم سے کیا کہا۔ تم نے کیا جواب دیا۔ امید ہے کہ اب خطرہ ٹل گیا ہے"

میں نے اسکی فکرمندی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"یہ اونچے بھید ہیں۔ تم اپنے نچے ہوئے پروں والی کھال ہی میں رہو۔"

یہ الفاظ سن کر وہ کھسیانی ہو گئی اور چونچ دوسری طرف کر کے خاموش ہو رہی۔

اس کے بعد میں اپنے دشمنوں اور ستم ظریف طعنہ زنوں کے پاس سے گزرا۔ شیر نے ہمیشہ کی طرح سلیمانؑ کے سامنے برے الفاظ میں میرا ذکر کر کے مجھے ذبح کرنے کی حمایت کی تھی۔ جب سلیمانؑ پرندوں کے معائنے کے بعد ان کے خیمے سے باہر آئے تو اس نے کہا تھا۔

"مار ہلا واقعی ذبح کا مستحق ہے۔"

اب میں اس سے روبرو ہوا تو اس نے منافقانہ انداز میں مجھے مرحبا کہا۔ میں

Presented by Ziaraat.Com

نے دل میں کہا کہ تیرے سلام کے جواب کا یہ بہترین موقعہ ہے۔ میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس نے اپنے سوقیانہ لہجے میں مجھ سے پوچھا:

''آپ اتنی دیر کہاں رہے۔''میں نے جواب دیا:

فوج کے معمولی سپاہی کو کب سے یہ حق حاصل ہوا کہ وہ اپنے رئیس مخابرات سے پوچھے کہ وہ کہاں تھا یا کس کام میں مصروف تھا۔ مسٹر شیر۔ خوب سن رکھو کہ تم عقل سے محروم ایک طاقت ہو جو آگے بڑھنے کے لئے عاقل آنکھ کی محتاج ہے۔ تم اپنے کام سے کام رکھو۔ جب تمہارے لئے کوچ کا حکم صادر ہوگا تو خود سمجھ لو گے کہ تمہارا رئیس مخابرات مار ہالا عاقل کہاں ہے۔ میں فخر و غرور سے پھولا نہیں سما رہا تھا لیکن سلیمانؑ سے اپنی گفتگو کے بارے میں سخت محتاط رہا اور ایک لفظ بھی اپنی زبان پر نہ لایا۔ بلکہ ہر ایک کو اپنے تخیل کی کرید میں الجھا رہنے دیا اور خود خاموشی کے ساتھ بڑے پر اسرار اور متکبرانہ انداز میں ٹہلتا رہا۔ میں آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ مخابرات بڑا کٹھن پیشہ ہے اور بڑے بڑے جوکھم اس میں اپنا بھرم رکھنے کے لئے آپ کو کرنا پڑتے ہیں۔

رات تک خط کا طلائی غلاف تیار ہو گیا۔

اور دوسرے دن علی الصباح میں اسے لیکر سبا کی طرف پرواز کر گیا۔ قصر شاہی میں پہنچ کر میں ملکہ بلقیس کی خوابگاہ میں داخل ہوا اور اسکی چھت کے ایک ابھرے ہوئے نقش پر بیٹھ گیا اور غلاف اپنی گردن سے اتار کر میں نے نیچے پھینکا جو ملکہ کے سرہانے کے پاس گرا۔ ملکہ جاگ اٹھی۔ اسکی آنکھیں واقعی بڑی خوبصورت اور مسحور کن تھیں۔ اس کا چہرہ نہایت حسین اور پیشانی چاند کی طرح روشن تھی۔ لیکن افسوس کہ یہ نورانی شکل اپنے اصل خالق و مصور اور حقیقی معبود کے بجائے سورج کو سجدہ کرتی تھی۔

ملکہ نے خط کھول کر پڑھا۔ میں چھت پر بیٹھا صاف دیکھ رہا تھا کہ اسے پڑھتے ہی اس کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ سلیمانؑ نے اس میں کیا لکھا تھا جس نے اسے فکر مند کر دیا۔

www.Ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

ملکہ نے اپنی مرصع چھپر کھٹ کے قریب لٹکے ہوئے گھڑیال پر ایک ضرب لگائی جس کی آواز پر بلا تاخیر تین غلام آن حاضر ہوئے۔ اس نے انہیں جلد از جلد وزراء حکومت اور عوامی نمائندوں کا ہنگامی اجلاس طلب کرنے کا حکم دیا اور وہ ''بسر و چشم'' کہتے ہوئے تیزی کے ساتھ خوابگاہ سے نکل گئے۔ اب وہ خالی کمرے میں ہر طرف گھورنے لگی اور خط کی رسائی کے ممکن راستے پر غور کرنے لگی۔ میں نے جتنا مجھ سے ممکن ہوا، سمٹ کر چھت کے ساتھ چپک گیا تا کہ نظر نہ آسکوں لیکن عین اس لمحے میرے دام محبت میں اسیر ہد ہد خوابگاہ میں آن پہنچی اور روتی چیختی میرے پہلو میں آبیٹھی اور کہنے لگی۔

''میرے محبوب...... مجھے اکیلا چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے۔ دیکھو تو تمہاری فرقت میں میرا کیا حال ہو گیا ہے۔ یہاں ملکہ کی خوابگاہ میں کیا کر رہے ہو؟ میری تلاش میں ہو؟ اتنی جلدی کیسے واپس آ گئے ہو؟ کیا تمہارے خاندانی مسائل حل ہو گئے ہیں۔؟''

میں نے اس سے بڑے اضطراب سے کہا:

''خدا کے لئے چپ ہو جاؤ۔ میں ایک اہم مسئلے سے دو چار ہوں۔'' لیکن اس نے بے قرار ہو کر خود کو مجھ پر گرا دیا اور بے تحاشا مجھے چومنے لگی۔

ملکہ نے چھت کی طرف دیکھا اور ہم دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آغوش دیکھ کر مسکرائی اور چند لمحے دیکھتی رہی۔ پھر تیزی سے غسل کے لئے غسلخانے میں داخل ہو گئی۔ اس کے تیور بدستور فکر مندی کی غمازی کر رہے تھے۔

میں نے سبا میں دو روز قیام کیا اور پھر انتہائی تیز اور اونچی پرواز کر کے وطن واپس پہنچ گیا۔ سلیمانؑ اپنی افواج کے معائنے میں مصروف تھے۔ میں ان کے پاس گیا اور عرض گزار ہوا۔

''شہنشاہ سلامت اپنا ہاتھ بڑھائیے کہ اس پر بیٹھ جاؤں لمبی پرواز سے بہت

Presented by Ziaraat.Com

تھک گیا ہوں۔"

انہوں نے مجھے اپنی بائیں کلائی پر لیا اور پوچھا:

"مارہالا۔ تیری سفارت کیسی رہی؟ امید ہے کہ کامیاب ہی لوٹا ہوگا۔" میں نے عرض کیا:

میں نے آپ کا خط ملکہ کے سرہانے رکھ دیا۔ اسے پڑھ کر اس نے فی الفور اپنے وزراء، امراء اور عوامی نمائندوں کا ہنگامی اجلاس بلایا اور کہنے لگی:

"اے اہل دربار! مجھے بڑی عظمت و اہمیت کا حامل ایک خط ملا ہے۔ وہ سلیمانؑ کی طرف سے ہے، جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد انہوں نے لکھا ہے۔ میرے خلاف سرکشی اختیار نہ کرو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لا کر فرمانبردار بندوں کی طرح میرے پاس آؤ۔ اے اہل دربار۔ اب مجھے مشورہ دو کہ اس امر میں کیا کرنا چاہئے۔ میں کبھی کوئی فیصلہ تمہاری غیر حاضری میں نہیں کیا۔ انہوں نے کہا: ہم بڑی قوت و جبروت کے مالک اور بڑے جنگجو ہیں لیکن پھر بھی فیصلہ آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ آپ کا جو حکم ہوگا۔ ہم اس کی تعمیل کرینگے۔ اس نے کہا: جب بادشاہ اپنے لاؤلشکر کے ساتھ کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تباہ و برباد اور وہاں کے معززین کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ میں سلیمان کی طرف ایک ہدیہ بھیجتی ہوں جس کے جواب سے ہمیں ان کے ارادوں کا علم ہو جائے گا۔"

سلیمانؑ نے پوچھا:

"اس صورت حال پر مارہالا کے ذاتی تاثرات کیا ہیں؟" میں نے جواب دیا۔ "سبا کی حکومت بظاہر جمہوری ہے لیکن نام نہاد ہی۔! کیونکہ جب ملکہ نے اہل دربار سے رائے پوچھی تو انہوں نے پہلے تو اپنی جنگی قوت و صلاحیت کا ذکر کیا لیکن آخری

Presented by Ziaraat.Com

فیصلہ پھر اسی پر چھوڑ دیا..... مجھے تو یہ لوگ رائے اور صوابدید سے محروم نظر آتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کا خیال ہے کہ وہ ہدیے کے بدلے آپ کا سکوت خرید لیں گے۔"

میرے اس تبصرے پر سلیمانؑ دل کھول کر ہنسے جس سے میرے اعصاب کا تناؤ جاتا رہا۔

ملکہ سبا کے ایلچی ہدیے لے کر سلیمانؑ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ ان کی آمد کی اطلاع سب سے پہلے مجھے شعبہ مخابرات کے کارندے ہدہدوں کے ذریعے ہوئی۔ اس شعبے کے ہزاروں ہدہد دن رات فضا میں مصروف پرواز رہتے ہیں اور میری سربراہی میں کام کرتے ہیں۔ یہ شعبہ کئی ذیلی شعبوں میں منقسم ہے جن کا بنیادی فریضہ ملک کے طول و عرض میں کسی بھی جگہ واقع ہونے والے ہر عجیب یا غیر معمولی امر سے مطلع کرنا ہے۔ میں نے ان کے ہدیوں کی نوعیت دریافت کی اور اپنی ہنسی کو دباتے ہوئے ان کا ذکر سلیمانؑ سے کیا۔

ایلچی لوگ اپنے ہدیوں پر بڑے نازاں تھے اور انہیں غیر معمولی اہمیت دے رہے تھے۔ لیکن ہمارے نزدیک۔ یعنی سلیمانؑ کے نزدیک وہ بالکل عام سی شے تھے۔ ان دنوں مجھے بعض اوقات خود پر شہنشاہ سلیمان ہونے کا گمان ہونے لگتا ہے۔

سبا کے ایلچیوں کی دربار سلیمانی میں باریابی ہوئی۔ انہوں نے دیکھا کہ شہنشاہ بیش قیمت جواہرات سے مرصع طلائی تخت پر بیٹھے ہیں۔ جس کے گرد شیروں کے طلائی مجسمے اور سچ مچ کے شیر استادہ تھے۔ ان میں ایک شیر نے بھرے دربار میں جمائی لی۔ سلیمانؑ نے اس بدتہذیبی پر اسے سرزنش کرتے ہوئے اس کی زبان میں اسے دوبارہ ایسا کرنے سے منع کیا اور پوچھا کہ گزشتہ رات اس نے کس رت جگے کی محفل میں گزاری۔ یہ وہی بھدے جسم اور بھونڈی صورت والا شیر تھا جسے میرے ساتھ خوامخواہ کی دشمنی تھی اور جو مجھے ستانے کا کوئی بھی چھوٹے سے چھوٹا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔ میں نے ان سے کہا:

Presented by Ziaraat.Com

''یہ صاحب ساری رات اپنے جیسی ایک شیرنی سے عشق فرماتے رہے جو حال ہی میں شیروں کے دستے میں بھرتی کی گئی ہے۔''

شیر سیدھا کھڑا ہو گیا اور سینہ تان کر معذرت کے انداز میں دھاڑا۔

سبا کے وفد کا بوڑھا سربراہ جس نے زندگی میں کبھی شیر نہیں دیکھا تھا، یہ منظر دیکھا کر غش کھا گیا اور نیم جان ہو کر زمین پر گر پڑا۔

سلیمانؑ نے ملکہ سبا کے ہدیے واپس کر دیئے اور ایلچیوں کو سمجھایا کہ وہ راہ خدا میں رشوت قبول نہیں کرینگے، نہ سونے چاندی کوئی بڑی سے بڑی مقدار کفر و شرک کے وجود کیلئے انکی رجا خرید سکتی ہے۔ انہوں نے اپنے دربار کے طلائی درودیوار، فرش اور مجسمے دکھا کر انہیں انکے ہدیوں کے گھٹیا پن اور ان سے اپنی بے نیازی کا احساس دلایا اور انہیں پوری طرح سمجھا دیا کہ وہ ان سے ہدیوں کے نہیں بلکہ صرف اسلام کے طالب ہیں۔

اسلام نہ قبول کرنے کی صورت میں انہوں نے انہیں جنگ کی دھمکی دی اور اس کی بدانجامی سے انہیں خبردار کیا، اپنی طاقت کے اظہار و اثبات میں مجھے ان کی گفتگو کا ایجاز و اختصار بڑا اچھا لگتا ہے۔ وہ طاقت کے کھوکھلے دعوے کرنے والوں کی طرح لمبی چوڑی تقریریں نہیں کرتے کیونکہ حقیقی قوت و شوکت کی فراوانی نے انہیں طول کلام سے بے نیاز کیا ہوا ہے۔ آیئے میں آپ کو ان کے وہ الفاظ سناؤں جو انہوں نے سبائی وفد کے قائد سے غشی سے اس کے افاقے کے بعد کہے تھے۔

جب وہ ایلچی سلیمانؑ کے پاس آیا ہے تو انہوں نے کہا: ''کیا تم مال دنیا سے میری مدد کرنے آئے ہو؟ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تم سے بہت زیادہ عطا فرمایا ہے۔ ان تحفوں پر کیا اتراتے ہو (اے رئیس وفد) اپنی قوم کو لوٹ جا۔ ہم ان پر ایسے لشکروں سے حملہ آور ہونگے جن کے مقابلے کی تاب ان میں نہیں ہوگی۔ ہم انہیں ان کی سرزمین سے ذلیل کر کے نکال دیں گے۔''

وفد ناکام واپس ہوا۔ سب کے چہرے خوف و ہیبت کے ٹھنڈے پسینے میں

Presented by Ziaraat.Com

تر تھے۔ سلیمانؑ بدستور جاہ و وقار کے ساتھ تخت پر جلوہ افروز تھے۔

اس واقعے کو کافی دن گزر گئے۔ میری روزمرہ کی زندگی معمول پر لوٹ آئی اور سچا ثابت ہونے پر میری عزت بھی بڑھ گئی اور میری گردن بھی چھری سے بچ گئی۔ میری طرح کے مملکت کی سرحدوں کے محافظ ہد ہد کی سب سے بڑی مشکل بھی ہے کہ چھری ہر وقت اس کے سر پر لٹکتی رہتی ہے جو کسی وقت بھی اس کی گردن تک پہنچ سکتی ہے۔ باعزت و بزرگی کی انتہاء اور یا پھر سلیمانؑ کی تلوار...... درمیانی صورت کوئی نہیں......! بڑے لوگوں کی زندگی کا ہمیشہ سے یہ المیہ رہا ہے کہ وہ ہر وقت موت کے خطرے سے دوچار رہتے ہیں۔ ایک عام ہد ہد کو دیکھئے۔ کس سکون و سلامتی سے پوری زندگی جیتا ہے۔ لیکن کسی نے اس کا نام نہ سنا ہوگا اور ادھر ایک میں ہوں کہ چلئے چھوڑیئے...... میں جو کچھ بھی ہوں۔ مجھے اس پر اپنے آپے سے باہر نہیں ہونا چاہئے کیونکہ سلیمانؑ ہمیں ہر وقت انکسار کی تاکید کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ حقیقی عظمت انکساری ہی میں ہے اور کبریا و جبروت صرف ذات خالق ہی کو زیبا ہے جسکی قوت و قدرت حقیقی اور ذاتی ہے۔ جبکہ فانی انسان، فانی ہد ہد، فانی ملوک و سلاطین۔ سب اسکے در فیض کے گدا ہیں اور وہی انہیں قوت و عظمت سے نوازتا بھی ہے اور جب چاہے، سب کچھ ان سے واپس بھی لے لیتا ہے۔ عزت و ذلت صرف اسکے دست قدرت میں ہے۔ انسان یا ہد ہد مستعار ذکاوت و ذہانت، عارضی تمول و ثروت، فانی جاہ و حشمت اور چند روزہ قوت و قدرت پر کیسے ناز کرسکتا ہے اور ایسی چیز پر کس طرح ملکیت کا فخر کرسکتا ہے جو اس کی ہے ہی نہیں بلکہ واپسی کی شرط کے ساتھ کچھ مدت کے لئے اسے دی گئی ہے اور ایسا قرض ہے جس کا لوٹانا واجب ہے، اور میں تو یوں بھی سلیمانؑ کا ادنیٰ غلام ہوں۔ مجھے فخر و تکبر سے کیا کام۔

میں پورے عجز و نیاز سے اپنی کائنات وجود کو اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز کر کے اس کی حمد و ثنا بجالاتا ہوں۔ تیرا ہزار شکر ہے میرے خالق و مالک۔ کہ تو نے مجھے

Presented by Ziaraat.Com

ایک ذہین و عاقل ہدہد بنایا، عین ممکن تھا کہ تو مجھے جاہل و کند ذہن بنا دیتا..... تو نے مجھے بڑی عزت دی جبکہ ذلت بھی دے سکتا تھا۔ تو نے مجھے زندگی دی جبکہ عین ممکن تھا کہ سرے سے مجھے خلق ہی نہ فرماتا۔ ہر تعریف تیری، ہر بزرگی تیری، عظمت و کبریا کا مالک تو، حکومت و سلطنت تیری، قوت و قدرت تیری......

اے پروردگار عاقبت بخیر فرما۔ میری مدد فرماتا کہ لوگوں کے مشرف باسلام ہونے کا سبب بننے کی سعادت پاؤں۔

شہنشاہ سلیمانؑ اپنے عظیم الشان تخت حکومت پر رونق افروز تھے۔ ارد گرد جن و انس اور وحوش و طیور کے سربرآوردہ افراد، وزراء سلطنت اور دوسرے سردار بیٹھے تھے۔ وہ اچانک میری طرف متوجہ ہوئے اور بولے۔

''سبا میں کونسی چیز سب سے زیادہ مارہلا کی توجہ کا مرکز بنی''۔ میں نے عرض کیا:

''ملکہ سبا کا تخت اور اسے بنانے والے کاریگروں کی کندہ کاری، ترصیع اور نقاشی کے فنون میں احساس برتری۔''

اس پر انہوں نے حاضرین دربار کی طرف اپنی توجہ مبذول کی۔ یقین کیجئے کہ بعض اوقات ان کے تصرفات مجھے سخت حیرت میں ڈال دیتے ہیں اور ان کے سوالات نہایت عجیب نظر آتے ہیں۔ لیکن کچھ مدت کے بعد ان کے یہ تصرفات و سوالات ایک عظیم حکمت کی شکل میں حاضر ہوتے ہیں۔ اچانک ہی انہوں نے ایک نہایت عجیب بات کہی۔

"یاایها الملأ ایکم یاتینی بعر شها قبل ان یاتونی مسلمین. قال عفریت من الجن انا آتیک به قبل ان تقوم من مقامک، وانی علیه لقوی أمین. قال الذی عنده علم من الکتاب انا آتیک به فضل ربی لیبلونی اأشکر ام أکفر و من شکر فانما یشکر لنفسه و من کفر فان ربی غنی کریم"

اے اہل دربار۔ تم میں سے کون ملکہ سبا کا تخت میرے پاس لائیگا، قبل اسکے کہ

Presented by Ziaraat.Com

اہل سبا مسلمان ہو کر میری رعایا میں داخل ہوں۔ جنوں میں سے ایک عفریت نے کہا: میں قبل اسکے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں، اسے آپکے پاس لاسکتا ہوں۔ میں اس کام کی قوت بھی رکھتا ہوں اور پوری امانت سے اسے انجام بھی دے سکتا ہوں لیکن جسکے پاس کچھ علم کتاب تھا، بولا میں آپؑ کے پلک جھپکنے سے پہلے یہاں لاسکتا ہوں، اور پھر جب تخت آ کر ان کے سامنے ٹک گیا تو انہوں نے کہا: ''یہ کچھ میرے رب کے فضل سے ہوا ہے۔ وہ مجھے آزمانا چاہتا ہے کہ آیا میں اس پر اس کا شکر بجالاتا ہوں یا کفران نعمت کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے، اس کا فائدہ خود اسی کی ذات کو ہوتا ہے اور اگر کوئی ناشکری کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے بے نیاز اور کریم ہے۔''

پھر جو کچھ ہوا، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور عظمتِ قدرت خداوندی کے ظہور سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہی تخت جو میں نے سبا میں دیکھا تھا، چشم زدن میں میرے سامنے موجود تھا۔ جس تخت کو دیکھنے کیلئے میرے چند مثقال بھرے جسم نے انتہائی تیز رفتار پروں کی مدد سے پورے ایک دن پرواز کی، وہی دس تناور درختوں جتنے وزن کا بوجھل طلائی تخت بدستور اپنے مرصع لعل و جواہر کی جگمگ میں دمک رہا تھا۔

نہ اس پر سفر کا غبار تھا نہ تھکن کے آثار اس کے پائے چاندی کے تھے جن میں جا بجا سونا بھرا ہوا تھا۔ کرسی اس کی سونے کی تھی جس میں جا بجا چاندی بھری ہوئی تھی۔ اس کے تکیے پر سورج کی شکل بنی ہوئی جس کے گرد قیمتی ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ اس کے تمام حاشیوں پر سبا کے سونے اور چاندی کے سکے ترتیب سے ٹکے ہوئے تھے۔

سلیمانؑ نے پہلے اس عفریت کی بات سنی جس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ ان کے اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے تخت کو لاسکتا ہے جس کے لئے کم از کم دو گھنٹے درکار تھے کیونکہ سلیمانؑ دو ہی گھنٹے کے بعد وہاں سے اٹھتے۔ پھر کتاب کے عالم کے دعوے کو سنا کہ وہ اسے چشم زدن میں لاسکتا ہے۔

اور پھر ...... وہی ہوا اور وہ تخت واقعی چشم زدن ہی میں وہاں آن موجود ہوا۔

Presented by Ziaraat.Com

میں جانتا ہوں کہ لوگ مجھ سے پوچھیں گے کہ چشم زدن میں اس بھاری تخت کو لانے والا علم کتاب کا دعویدار کون ہے اور کس طرح اس نے یہ معجزہ انجام دیا۔ اور وہ کتاب کونسی ہے جس کے تھوڑے سے علم میں یہ کچھ کر دکھانے کی طاقت ہے۔

لیکن یہ سوال مجھ سے نہیں بلکہ خود سلیمانؑ سے کرنا چاہئے۔ اس راز کو ان سے زیادہ کوئی نہیں جانتا کیونکہ اس قصے میں سب سے اہم چیز تو ان کی مجلس میں اس عظیم الشان طاقت کی مالک شخصیت کا وجود ہے...... ایسی مخلوق جو نہ نبی ہے نہ فرشتہ۔ لیکن اس کے پاس کتاب کا کچھ علم موجود ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کتاب جنوں کی نہیں ہے کیونکہ جن تو دو گھنٹے کی بات کرتا تھا......! میں اس تخت لانے والے کا نام آپ کو نہیں بتاؤں گا۔ نہ آپ کتاب کے بارے میں مجھ سے پوچھیں۔ جو شخص اپنی کھلی آنکھوں سے ایک واقعے کو دیکھے اور اس میں قدرت خداوندی کو بر سر عمل نہ دیکھ سکے اور خواہ مخواہ کے فضول سوال کرے تو اس کے ساتھ سر کھپانے کا کیا فائدہ۔ پھر یہ بھی مت بھولیے کہ میں سلیمانؑ کے فوجی سیکریٹریٹ میں شعبہ مخابرات کا سربراہ ہوں اور میرا اولین فرض منصبی راز کو راز رکھنا اور خاموش رہنا ہے۔

لہٰذا اگرچہ میرے علم میں ہے کہ تخت کو کون لایا اور کیسے لایا لیکن اس راز کے افشاء سے مجھے معذور سمجھا جائے۔ شاید اس میں کسی اجنبی طاقت کا ہاتھ تھا...... خود سلیمانؑ چاہیں تو، مجھے کیا ہے، سارا ہی راز طشت از بام کر دیں لیکن میں بہر حال چونچ بند رکھنے پر مجبور ہوں۔

سلیمانؑ نے حکم دیا کہ تخت کی شکل بدل دی جائے۔ انہوں نے سورج کے گرد لگے ہوئے ہیروں کو تخت کے دوسرے مقامات پر منتقل کروا دیا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں...... بعض اوقات تو میں خود انہیں سمجھنے میں ناکام ہو جاتا ہوں۔

......پھر انہوں نے ایک محل کی تعمیر کا حکم دیا جو نصف خشکی پر ہو اور نصف اس کا

Presented by Ziaraat.Com

سمندر کی سطح پر بنے جس کا فرش شفاف شیشے کا ہو، جہاں سے مثلاً طعام گاہ میں بیٹھا ہوا شخص سمندر کے اندر کی مخلوقات اور رنگ برنگ مچھلیوں کا نظارہ کر سکے، ان کے حکم کے مطابق دیواریں اس محل کے خوشبودار صندل سے بنائی گئیں اور چھتوں پر رنگین شیشے لگائے گئے جن میں سے سورج کی شعاعیں گزر کر قوس وقزح کے شوخ رنگوں سے کمروں کو زینت دیتی تھیں۔ اس محل کی تعمیر میں سلیمانؑ کا حسن تدبیر اور جنوں کی تعمیری مہارت اپنے نقطہ عروج پر نظر آ رہے تھے۔! ان کے حکم کے مطابق اس عظیم الشان محل کی تعمیر بڑی تیزی سے ملکہ بلقیس کی آمد سے پہلے ہی مکمل ہو گئی۔ پھر انہوں نے حکم دیا کہ تخت بلقیس سے باقی ماندہ مشرکانہ اشارات بھی محو کر کے اسے استقبال کے کمرے میں رکھ دیا جائے اور کوئی دیوار اس کے منظر میں حائل نہ ہو۔ اب میں ان کے تصرفات کو کچھ کچھ سمجھنے لگا تھا۔ مجھ پر روشن ہوا کہ سورج کے گرد سے ہیروں کی دوسرے مقامات پر منتقلی اس کی ہیبت بدل کر اس کے دیوتا پن کو ختم کرنے کی غرض سے تھی اور محل کی چھتوں میں رنگین شیشے لگانے کا مقصد یہ تھا کہ دیکھنے والے کو احساس ہو کہ سورج اور اس کی روشنی انسان کے غلام ہیں نہ کہ اس کے معبود۔ نیز وہ تعمیر کی طویل تفصیلات زبان سے بیان کر کے ملکہ سبا کی سامعہ خراشی نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ مقصود ان کا یہ تھا کہ بلقیس ایک ہی نظر میں اس عظمت وشوکت اور تدبیر وحکمت کی معترف ہو جائے اور اس کے مقابلے میں اپنی معمولی سی فنی ترقی کے ناچیز پن کا احساس اسے ہو جائے۔

مزید برآں وہ اسے یہ ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ سورج یا کسی اور مخلوق کی پوجا انسان کو کسی بھی بڑی ترقی کی راہ نہیں دکھا سکتی اور ترقی سے ملتی جلتی کسی چیز کو نہ کسی مذہب کی پیروی کا مرہون منت قرار دینا درست ہے اور نہ ہی یہ اس مذہب کی حقانیت کی دلیل ہے۔ بلکہ صحیح حقیقی ترقی کا درست ذریعہ صرف اللہ تعالیٰ کی خالقیت مطلقہ وقدرت کاملہ کا اقرار ہے، جس سے تمام دنیاوی اسباب بھی مسخر ہو جاتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

میں نے اس حقیقت کو پالیا اور پھر وقت نے اس دن میرے اس اندازے کی تصدیق کر دی جب بلقیس نے سلیمانؑ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔

سلیمانؑ نے کہا: بلقیس کے تخت کی شکل بدل دو تا کہ دیکھیں کہ وہ ایمان لاتی ہے یا اپنے کفر ہی پر قائم رہتی ہے۔ پس جب وہ آئی تو اسے کہا گیا: کیا تمہارا تخت ایسا ہی تھا؟ تو بولی: معلوم تو ویسا ہی ہوتا ہے۔ بہر حال مجھے معلوم تھا کہ آپ ضرور اس میں ردو بدل کر دیں گے۔ پس میں نے آپ کے اس تصرف کو قبول کر لیا۔ دراصل اسے اس کے شرک نے ترقی کے اس مقام تک رسائی سے روک رکھا تھا اور کافروں میں سے تو وہ تھی ہی......!

اور جب اسے محل میں لایا گیا تو فرش کو اس نے پانی سمجھ کر اپنی شلوار کے پائچے چڑھا لیے جس سے اس کی پنڈلیاں ظاہر ہو گئیں۔ سلیمانؑ نے کہا: یہ صاف و شفاف شیشے اور آبدار بلور سے مرصع محل ہے۔ وہ کہنے لگی: اے میرے پروردگار۔ میں خود پر ظلم کرتی رہی۔ اب میں سلیمانؑ کے ساتھ تیری ربوبیت کا اقرار کرتی ہوں اور ان کے ہاتھ پر تیری عبودیت کی بیعت کرتی ہوں۔

بلقیس کے یہ الفاظ تمام ہوتے ہی میں سلیمانؑ کے سامنے آن کھڑا ہوا اور اپنے پروں کو مسرت واطمینان اور تحسین و آفریں کے انداز میں بجاتے ہوئے بولا:

"میرے آقا شہنشاہ سلیمان حکیم۔ اس انتہائی امر میں تو میدان آپ کے ہاتھ رہا۔ آپ نہ صرف ایک عظیم انسانی نفس کو تباہی سے بچانے میں کامیاب ہوئے بلکہ اس کے ساتھ اس کی ساری قوم کو بھی آپؑ نے بت پرستی کی لعنت سے نجات دی۔" انہوں نے کہا:

"اے مارہالا! مانگ کیا مانگتا ہے میں تجھ سے بہت خوش ہوں۔ میں نے کہا:

"حضور مجھے میرا انعام چاہئے"۔ انہوں نے کہا:

"دو میں سے ایک چیز لے لے: خواہ اپنے مرتبے میں ترقی قبول کر۔ یا اعلیٰ

Presented by Ziaraat.Com

درجے کا نشانِ امتیاز لے لے۔'' میں نے کہا:

''یہ تو دونوں اکٹھے بھی مجھے نہیں چاہیں۔ میں تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تاریخ میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔'' انہوں نے جواب دیا۔

''ہم تجھے اپنا نام دیتے ہیں۔ تم آج سے ہد ہد سلیمان ہو۔'' میں نے کہا۔ ''وہ تو میں شروع ہی سے ہوں۔ میں آپ ہی کا تو ہوں۔'' وہ بولے: ''بلاشبہ تو ہد ہد سلیمان ہے اور میں دنیا کے گوشے گوشے میں تیرے ساتھ اپنی اس نسبت کا اعلان کروں گا۔'' میں نے کہا:

''اس کے مقابلے میں ساری دنیا کی حکومت بھی میرے لئے بے حقیقت ہے لیکن میری طلب اس سے بھی زیادہ کی ہے۔'' وہ حیران ہو کر بولے۔

''تو پھر بول اے مارہالا۔ تجھے اور کیا چاہئے؟'' میں نے کہا:

''میں چاہتا ہوں کہ تاریخ میں میرا ذکر ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے۔ کروڑوں انسان میری اس عظیم خدمت پر مطلع رہیں۔ میری خواہش ہے کہ لوگ قیامت تک آپ کے ذکر کے ساتھ میرا ذکر بھی کریں۔'' سلیمانؑ نے سنجیدگی اور وقار سے کہا:

''اے مارہالا۔ یہ امر میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے۔'' میں نے کہا:

''اے نبی محترم۔ میں اسے خوب جانتا ہوں لیکن آپؑ یہ تو کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میرے ذکر کے دوام کی دعا فرمائیں۔'' انہوں نے چونک کر پوچھا۔

''اے مارہالا۔ کہیں تو غرور میں تو مبتلا نہیں ہو گیا۔ کہیں یہ تو نہیں سمجھنے لگا کہ تو نظامِ کائنات میں کوئی ناگزیر شے ہے۔'' میں نے جرأت سے کہا:

''اے اللہ کے نبی۔ مجھے ہرگز کوئی غرور لاحق نہیں ہوا میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ دنیا جان لے کہ ایک عاجز اور ایک ناچیز ہد ہد ایک پوری اُمت کے اسلام اور ایمان کا سبب بنا۔ یہ میرا حق ہے میرے آقا اور میرے لئے عظیم وجہ افتخار بھی۔''

Presented by Ziaraat.Com

انہوں نے مسکرا کر پیار ے سے اپنا ہاتھ میرے سر پر پھیرا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے ذکر کی خوشبو سے کائنات ابد تک مہکتی رہے۔

جب انہوں نے دعا ختم کی تو میں نے جھک کر ان کا وہ ہاتھ چوم لیا جسے وہ میرے سر پر پھیر رہے تھے۔ پھر انہوں نے ہاتھ سے مجھے رخصت ہونے کا اشارہ کیا۔ میں نے جاتے ہوئے عرض کیا:

''اے عظیم و کریم نبی۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا ضرور قبول فرمائے گا لیکن میں حیرت کے ساتھ سوچ رہا ہوں کہ قیامت تک میرا ذکر کیسے زندہ رہے گا؟ کونسی کتاب قیامت تک زندہ رہے گی کہ میرا ذکر اس میں محفوظ رہے۔'' سلیمانؑ نے جواب دیا۔

''اے مار ہالا۔ تیری طرح میں بھی غیب سے ناواقف ہوں۔ تو نے مجھ سے دعا کی خواہش کی۔ میں نے دعا کر دی اور اگرچہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مایوس نہیں کریگا۔ لیکن یقین کر کہ مجھے کوئی اندازہ نہیں کہ میری دعا کیسے قبول ہوگی۔

''تیری طرح میں بھی حیرت میں ہوں کہ وہ کونسی کتاب ہوگی جو قیامت تک زندہ رہے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ سنت جاریہ ہے کہ زمین لحظہ بھر کے لئے بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہتی لہٰذا اللہ تعالیٰ قیامت تک ایک دن کے لئے بھی اپنے بندوں کو بلا رہنما نہیں چھوڑے گا۔ اس صورت میں عین ممکن ہے کہ وہ کتاب آخری کتاب ہو جس کے حامل کی اطاعت و نصرت کا عہد ہم انبیاءؑ سے لیا جا چکا ہے۔ یوں بھی اگر ایسی کوئی ابدی کتاب اللہ تعالیٰ کے علم میں نہ ہوتی تو میری دعا اسکے حضور ناممکن سمجھ کر رد کر دی جاتی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔

رہی یہ بات کہ وہ کب، کہاں اور کس پر نازل ہوگی۔ یہ مجھے معلوم نہیں۔ یہ سب غیب کی باتیں ہیں جنہیں نہ تو جانتا ہے نہ میں......''

☆☆☆☆☆

Presented by Ziaraat.Com

حضرت سلیمان کا عصا اور دیمک

ہم چیونٹی کی طرح کی ایک چھوٹی سی مخلوق ہیں اور زمین دوز گھروں میں رہتے ہیں۔ ہم جنوں اور انسانوں کے باہمی تعلقات کے بارے میں مختلف و متفرق اور بعض اوقات متضاد و متصادم خبریں سنتے تھے لیکن اپنی چھوٹی عقلوں کے باوجود ہمیں معلوم تھا کہ یہ تعلقات جنوں کے مفاد میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جنوں کو سلیمانؑ کیلئے مسخر کر دیا تھا اور وہ ان کے لشکر میں سپاہیوں اور انکی سلطنت کے طول و عرض میں ملازمین اور دوسرے کارندوں کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ وہ سلیمانؑ کیلئے سمندروں میں غوطہ خوری کر کے بحری خزانے نکالتے، دنوں میں ان کیلئے محلات، قلعے اور بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کرتے اور گھنٹوں میں لمبی لمبی شاہراہیں بنا دیتے تھے۔ جنوں کی یہ تسخیر سلیمانؑ کے عہد میں اپنے نقطۂ کمال کو پہنچ گئی اور اس سے وہ قدیم دستور ختم ہو گیا جسکی رو سے جن انسانوں سے منقطع اور الگ تھلگ رہتے تھے۔

یہ تسخیر سلیمانؑ کا معجزہ تھی اور ان کی عظمت حکومت کی ایک روشن علامت تھی۔ لوگوں کا روزمرہ کا مشاہدہ تھا کہ جن ایسی ایسی عظیم اہمیت کے حامل افعال بجالاتے تھے جو انسانوں کی طاقت سے باہر تھے اور انسان انہیں انجام دینے سے عاجز تھے۔ اس سے چاہئے تو یہ تھا کہ ذات خداوندی میں انسانوں کے ایمان و عرفان اور ان کی قدرت و قوت اور عظمت و ہیبت میں ان کے یقین میں اضافہ ہو لیکن اس کے برعکس

Presented by Ziaraat.Com

ہوا یہ کہ انسانوں کے درمیان جنوں کے بارے میں افسانویت عام ہو گئی اور توہمات بڑھ گئے اور ان کا عقیدہ اس امر میں پختہ ہو گیا کہ جن بڑی قوت و طاقت والی مخلوق ہیں، حتیٰ کہ ان سے علم غیب بھی منسوب کیا جانے لگا۔

دیمک ہونے کی حیثیت سے میری کیا بساط کہ یہ جاننے کا دعویٰ کروں کہ کس نے اس طرح کی مضحکہ خیز باتیں مشہور کیں۔ ہمارے عقیدے میں تو غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ نہ جن، نہ انسان، نہ انبیاء، نہ اولیاء نہ ملائکہ۔

اور خالق بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے اور اس کے علاوہ جو کچھ بھی ہے۔ ملائکہ سے لے کر چیونٹی تک...... سب کے سب مخلوق ہیں۔ بڑے بڑے جلیل القدر ملائکہ بھی مخلوق، بڑے بڑے عظیم الشان انسان بھی مخلوق، بڑے بڑے کوہ پیکر سمندری جانور بھی مخلوق اور چھوٹی سے چھوٹی چیونٹی جیسی دیمک بھی مخلوق۔

علاوہ ازیں غیب ارادہ خداوندی ہے جو مخلوقات میں نافذ ہے اس ارادے کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور کسی بھی انسان کو خواہ وہ انسانوں کا بادشاہ ہو اور کسی بھی چیونٹی یا دیمک کو خواہ وہ چیونٹیوں اور دیمک و ملائکہ ہو۔ غیب پر اطلاع حاصل نہیں۔

کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ مخلوقات میں سے کوئی سا فرد یہ بتا سکتا ہے کہ کل کیا ہوگا۔

ابتدائے کلام ہی میں حق گوئی اور صاف بیانی کی معذرت چاہتی ہوں کیونکہ اس کے بغیر صحیح بات نہیں کی جا سکے گی۔ میں نے عرض کیا کہ جنوں سے منسوب غیب دانی کی خبریں کافی مشہور تھیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ انہیں پھیلانے والا جنوں میں سے کوئی عفریت تھا یا انسانوں میں سے کوئی فاسق...... لیکن مجھے یہ خوب معلوم ہے کہ یہ خبریں اتنی کثرت اور تواتر سے پھیلیں کہ مسلمہ حقیقت کی شکل اختیار کر گئیں۔

اور میں دیمک ہی سہی لیکن اتنا ضرور جانتی تھی کہ جنوں کے پاس علم غیب نہیں ہے۔

غالباً یہی وجہ رہی ہو گی کہ مشیت الٰہی نے مجھ ایسی ضعیف و حقیر اور عاجز و ناچیز مخلوق

Presented by Ziaraat.Com

کو جسے ہلکا سا انسانی تنفس اپنی جگہ سے اٹھا کر دور پھینک سکتا ہے۔ مامور فرمایا کہ غیب کے بارے میں جنوں کی عدم معرفت کی قوی اور اکلوتی دلیل ثابت ہوں۔

اور میں اس حقیقت کے اثبات میں کامیاب ہوگئی۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ یہ سب کچھ مجھ سے لاعلمی میں بلاقصد و ارادہ ہوگیا۔ دراصل میں بھوکی تھی اور عصا کے سوا کوئی لکڑی وہاں موجود نہیں تھی، پس میں نے عصا، کھالیا......

وہ عصا سلیمانؑ کا تھا۔

اب مجھے وقت میں کچھ پیچھے جانے دیجئے تاکہ بات واضح ہو سکے...... سلیمانؑ کے بارے میں میری معرفت انہی اطلاعات سے شروع ہوئی جو ہم شروع سے سنتے چلے آرہے تھے۔

وہ روئے زمین پر اپنے عہد کے عظیم ترین اور مشہور ترین انسان تھے......اور مالدار اتنے تھے کہ اپنے شاہی محلات کی دیواریں گچ کروا کے ان پر بیش قیمت لکڑی کے مضبوط تختوں کی چھت ڈلواتے اور ان پر سونے کی چادریں منڈھواتے اور ہم چوب خور چیونٹی کی حیثیت سے صرف خواب ہی دیکھ سکتے کہ کبھی ہمیں بھی اس لذیذ لکڑی کی ضیافت کی دعوت دی جائے گی۔ لیکن ہمارے اور لکڑی کے درمیان حائل سونے کی دیوار اس خوش مزہ تصور کو اتنی بری طرح مکدر اور بے کیف کر دیتی کہ میں اس ناممکن ضیافت سے مایوس ہو کر اس کے بارے میں سوچنا ہی ترک کر دیتی۔

ہم سلیمانؑ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ اسی قدر جانتے تھے اور یہی معلومات ہماری زندگی کے ساتھ گہری اور پختہ وابستگی بھی رکھتی تھیں۔ سلیمانؑ کی شخصیت ہمارے لئے ایک خواب کی طرح تھی۔ ایک ناممکن خواب کی۔ ظاہر ہے کہ کہاں روئے زمین پر وقت کا حاکم اور کہاں دیمک!

میں نے پہلے عرض کیا کہ میں لکڑی کی رسیا چیونٹی ہوں۔ لوگ ہمیں سفید چیونٹی کہہ کر عام چیونٹی سے ممیّز کرتے ہیں جو لکڑی نہیں کھاتی۔ لیکن حقیقت میں ہم

www.ziaraat.com Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

چیونٹی نہیں ہیں۔ ہمارا یہ نام غلط طور پر مشہور ہو گیا ہے۔ مرتبے میں ہم چیونٹی سے کچھ بلند ہیں۔ میرا نام "دابۃ الارض" (دیمک) ہے۔ ہمارا رنگ پھیکا سا اور ہماری زندگی کا چلن انوکھا سا ہے۔ بعض اوقات ہم زمین کھود کر اس میں نولاکھ (۹۰۰۰۰۰) دیمکوں کے لئے رہنے کے گھر بناتے ہیں اور باوجود اس کے کہ ہم بالکل زمین کے اندر رہتے ہیں، ہمارا ہوا گزر انتظام بڑا عظیم الشان اور بے نظیر ہے۔ بعض اوقات ہم ریز زمین بیس تک متوازی سرنگیں اس طرح بناتے ہیں کہ ہر سرنگ دوسری کے عین نیچے ہوتی ہے۔ ہم مٹی اور باریک ریت کے ذرات کو اپنے لعاب میں گوندھ کر ایک قسم کا سیمنٹ تیار کرتے ہیں جس سے ہم اپنے گھروں کی دیواریں تعمیر کرتے ہیں۔ ہمارا یہ سیمنٹ پختگی اور دیر پائی میں انسانوں کے گھروں کی تعمیر میں استعمال ہونے والے سیمنٹ سے کم نہیں ہوتا۔ دیمک بادشاہ بڑی لمبی عمر پاتا ہے اور انڈے دینے کی ذمہ داری ملکہ کی ہوتی ہے جو اپنی اوسط عمر میں تقریباً ایک کروڑ انڈے دیتی ہے۔ ان انڈوں سے نکلنے والے بچے سپاہی اور مزدور بنتے ہیں ان میں نر بھی ہوتے ہیں اور مادہ بھی۔ سپاہی دیمک مزدوروں سے حجم میں بڑے ہوتے ہیں اور ان کے سر بھی بڑے اور سخت ہوتے ہیں۔ جب ہم "سفید چیونٹیاں" کسی دوسری چیونٹی بستی پر حملہ کرتی ہیں تو ہمارے سپاہی ہراول کے طور پر آگے آگے ہوتے ہیں لیکن اس سے بھی آگے برق بار تباہ کن دستہ ہوتا ہے۔ اس دستے کے سپاہیوں کی ناک پرندوں کی چونچ جیسی لمبی ہوتی ہے جس سے حملے کے وقت گاڑھا لیس دار مادہ خارج ہوتا ہے جو دشمن کی گردن سے گوند کی طرح چپک کر اسے شل کر دیتا ہے اور ہم میدان مار لیتے ہیں۔ ہماری بنیادی غذا لکڑی ہے۔ ہمارے معدے میں کچھ ایسے بیکٹریا ہوتے ہیں جو ہمیں لکڑی ہضم کرنے میں مدد دیتے ہیں اور اسے ہمارے لئے لذیذ ترین خوراک بنا دیتے ہیں۔ دیمک مخصوص انداز میں نقل وطن کرتی ہے۔ ہم زندگی میں ایک بار گروہوں کی شکل میں نقل مکانی کرتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

اس موقعہ پر ہمارے پر نکل آتے ہیں اور ہم نر و مادہ پر مشتمل بڑے بڑے دلوں کی شکل میں نئے وطن کی تلاش میں ہوا پر سوار نکلتے ہیں۔ ہم میں سے بڑی تعداد کو پرندے اور دوسرے جانور ختم کر دیتے ہیں اور باقی بچ جانے والے دوسرے طریقوں سے موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس اڑتے ہوئے دل میں سے آخرکار صرف ایک نر او ایک مادہ زندہ بچتے ہیں جو بلاتاخیر نیا گھر کھودنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس وقت وہ پروں سے نجات پا لیتے ہیں جن کی اب کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ پھر وہ زمین کے نیچے ازدواج کرتے ہیں اور تیزی سے ایک نئی نوآبادی بنانے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ہم میں سے زندہ بچے ہوئے صرف دو دیمکوں سے بو، ی نسل تیار ہو جاتی ہے۔

میں اپنے ہزاروں ہم جنس کے ساتھ اڑ رہی تھی کہ اچانک میرا ایک پر ٹوٹ گیا اور میں گر پڑی۔ آپ کا کیا خیال ہے میں کہاں گری ہوں گی؟۔ یقین کیجئے میں عین سلیمانؑ کی محراب میں گری جہاں وہ عبادت میں مصروف تھے۔ وہاں گرتے ہی میرا دوسرا پر بھی گر گیا۔ میں نے اردگرد کا جائزہ لینا شروع کیا۔ گرنے سے مجھے بہرحال چوٹ بھی آئی۔ جس کی وجہ سے میرا سر چکرا رہا تھا۔ لیکن صحیح معنوں میں تو میر۔ ے سر نے اس وقت گھومنا شروع کیا جب میں نے محراب پر غائر نظر ڈالی۔ محراب کی عظمت و خوبی کیا بیان ہو۔ وہ مجھ دیمک کی تو عقل اور وہم و گمان سے بھی ہزاروں لاکھوں درجے زیادہ تھی۔ زمین سنگ مرمری، فرش قالینوں سے مزین، دیواریں شفاف بلوریں اور غیر مسقف۔ درمیان میں سلیمانؑ کی طلائی کرسی تھی جس پر وہ اپنی ٹھوڑی اپنے عصا پر ٹکائے بصد آن بان متمکن تھے...... کیا مجال ان کی نماز کے دوران کوئی متنفس، خواہ وہ جن ہو یا پری، انسان ہو یا حیوان، پرند ہو یا چرند، وحشی ہو یا اصیل۔ محراب میں داخل ہونے کا خیال بھی دل میں لانے کی جرأت کر سکے۔ باریابی کا آرزومند کوئی بھی ہو، اس کا فرض ہے کہ اختتام نماز کا انتظار کرے۔ محراب

Presented by Ziaraat.Com

کے گرد جن پوری سرگرمی سے اپنے اپنے کام میں مصروف ان کی عبادت ختم ہونے کے منتظر تھے اور غور و حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ آج نماز بہت لمبی ہو گئی۔ میں نے سمجھا کہ شامت اعمال مجھے یہاں لے آئی ہے۔ میں واحد مخلوق تھی جس نے ایسے وقت میں محراب عبادت میں داخل ہونے کی گستاخی کی تھی...... اگر انہوں نے نظر اٹھا کر مجھے دیکھ لیا تو کیا ہو گا؟ میں نے دل میں کہا کہ مجھے سلام عرض کرنا چاہئے تا کہ مجھے دیکھ کر چونک نہ جائیں۔ میں نے سرگوشی میں کہا:

''اللہ کے نبی شہنشاہ سلیمان حکیم پر میرا سلام ہو۔ اے میرے آقا۔ میں دیمک ہوں جو غلطی سے یہاں گر گئی ہوں۔ میری معذرت قبول فرمائیں۔ اگر مجھے دروازے کی طرف ہدایت فرمائیں تو یہاں سے چلی جاؤں۔''

لیکن انہوں نے جواب نہیں دیا۔ میں نے اپنی آواز بلند کی لیکن وہ پھر بھی خاموش رہے۔ میں ان سے مزید قریب ہو گئی اور سر اٹھا کر ان کا نورانی اور پر جلال چہرہ دیکھنے لگی۔ انکی دونوں آنکھیں کھلی تھی اور نظر سامنے کی زمین پر جمی تھی۔ آنکھوں میں کوئی جھپک نہیں تھی۔

میں نے دل میں سوچا کہ شاید نماز میں مصروف ہیں۔ لہٰذا میں خاموش کھڑی ہو گئی۔ وقت کافی گزر گیا لیکن ان کے بدن میں کوئی جنبش نہ ہوئی۔ میں اور قریب ہو گئی۔ اور کمزور آواز سے بولی۔

''میرے آقا شہنشاہ سلیمان۔ میں بھوکی ہوں اور میرے کھانے کا وقت ہو چکا ہے۔ لیکن آپ کے کمرے میں لکڑی کا کوئی ٹکڑا موجود نہیں جس سے میں اپنی بھوک مٹا سکوں۔ صرف آپ کا عصا موجود ہے جس پر آپ ٹیک لگائے بیٹھے ہیں۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا کروں۔''

لیکن انہوں نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے مزید قریب ہو کر اپنی التجا دہرائی اور پوری طرح انہیں باور کرانے کی کوشش کی کہ میں سخت بھوکی ہوں

Presented by Ziaraat.Com

اور میری اکلوتی غذا آپ کا عصا ہے لیکن وہ بدستور خاموش رہے۔ رات گزر گئی، صبح نمودار ہو گئی لیکن انہوں نے کوئی حرکت نہیں کی......

اچانک...... جیسے مجھے الہام ہوا ہو۔ میرا دل گواہی دینے لگا کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔ انکے ملکوتی ہونٹوں کی سفیدی، انکے مقدس چہرے کا بدلا ہوا رنگ اور ان کا طویل دہشت ناک سکوت...... یہ سب آثار ان کی وفات کا بین ثبوت تھے۔ میں نے ان کی پاک روح پر طویل درود بھیجا اور عصا کے پاس چلی گئی۔ وہ میرا رزق تھا جسے پتھر میں کیڑے کو رزق پہنچانے والے نے میرے لئے مہیا فرمایا تھا۔

میں نے عصا کو جلدی جلدی کھانا شروع کیا۔ آہ۔ یہ تو خروب (مارچوبہ) کی لکڑی کا تھا۔ اس لکڑی کے نام سے میرے ذہن میں "خراب" کا لفظ آیا۔ میرے دل نے کہا:

"عصا کا مالک تو جوار رحمت خداوندی کو سدھارا۔ اب اس کے گھر پر خرابی ہی آئے گی"۔

......اے اللہ کے عظیم وجلیل نبی۔ آپؑ پر ہزاروں درود وسلام۔ آپؑ زندگی میں بھی مقدس و پاکیزہ تھے اور اس کے بعد بھی مشرف و برگزیدہ ہیں۔ آپ وفات پا چکنے کے بعد اپنا عصا مجھے کھلا رہے ہیں۔ آپ کے الطاف کریمانہ کا کیا ٹھکانا......

میں نے عصا کو کھانا شروع کر دیا۔ چند دنوں میں میں نے اس کا ایک حصہ ختم کر دیا۔ کھوکھلا عصا بے جان ہو کر ٹوٹ گیا جس کی وجہ سے سلیمانؑ کے مردہ جسم کا توازن بگڑ گیا اور وہ زمین پر آ رہے۔ حاشا وکلا میرا ارادہ انہیں گرانے کا نہیں تھا۔

ان کے زمین پر گرتے ہی میرا چھوٹا سا بدن لرز گیا۔

محراب کے قریب سے گزرنے والے جنوں نے جب انہیں زمین پر گرا دیکھا تو ان کی موت کی خبر مشہور کر دی۔ سلیمانؑ کے خاص آدمی جب محراب میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

جب ان کے انتقال کی خبر عام ہوئی تو جنوں نے کام چھوڑ دیا اور اپنی گردنوں سے ان کی تسخیر کا طوق اتار پھینکا۔ سب کو پتہ چل گیا کہ وہ وفات پا چکے ہیں۔

اس ساری مدت کے دوران تمام جن ان کی موت سے بے خبر اپنے اپنے کام میں جتے رہے۔ ان کی موت کی خبر پردہ غیب میں رکھی گئی تھی جسے جن نہ جان سکے۔ اگر وہ غیب دان ہوتے تو ضرور ان کی موت پر مطلع ہو جاتے اور کئی روز تک انہیں زندہ سمجھ کر مشقت میں نہ پڑے رہتے۔

جب سلیمانؑ گرے تو جنوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ غیب کا علم نہیں رکھتے ورنہ کیوں مشقت کے ذلت ناک عذاب میں مبتلا رہتے۔

اس انکشاف کا سہرا بھی چھوٹی سی مخلوق کے سر ہے۔ جس کے ذریعے میں نے جنوں کی غیب دانی کا دعویٰ باطل کر دیا اور عصا کی شکست کے ساتھ ہی ان کا دعویٰ بھی شکستہ ہو گیا اور میرے بمشکل نظر آنے والے منہ نے وسیع و عریض سلیمانی سلطنت پر اختتام کا پردہ گرا دیا۔ اس سلطنت کے طول و عرض پر، جس کے زیر تسلط دنیا کی عظیم ترین قوت و جبروت والی مخلوقات تھیں۔ ایک کمترین، خود ترین اور حقیر ترین مخلوق نے پردہ گرا دیا۔

پاک ہے وہ ذات جو عطا بھی کرتی ہے اور واپس بھی لیتی ہے۔ حکومت دیتی بھی ہے اور پھر اسے واپس بھی لے لیتی ہے۔

پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کی ابتداء اور انتہاء مقرر فرمائی۔ ابتدا بھی اسی کے پاکیزہ نام سے اور انتہا بھی اسی سے ہے۔

☆☆☆☆☆

Presented by Ziaraat.Com

حضرت عزیرؑ کا گدھا

انسانی مخلوق کا ہمارے بارے میں عام تصور یہ ہے کہ ہم پڑھ لکھ نہیں سکتے۔ لیکن یہ درست نہیں...... پڑھنے لکھنے والے گدھے بھی اللہ تعالیٰ کی وسیع زمین پر موجود ہیں۔ ثبوت کے طور پر زبان خالق سے ہمیں عطا فرمودہ "حامل اسفار" (کتب بدوش) کا لقب پیش کیا جاسکتا ہے۔

جہاں تک پڑھنے کا تعلق ہے، تو ہم زمین میں خوشبو کے آثار پڑھ سکتے ہیں...... اور ہوا کے جھونکوں میں موسم کی تبدیلی کے امکانات پڑھ سکتے ہیں۔ لیکن لکھنے کا عمل، ہم سے صرف خاص حالات میں سرزد ہوتا ہے۔ مثلاً جب کوئی اعتراف مقصود ہو۔ یا کسی کی شکایت مطلوب ہو یا کسی بات کی تاکید منظور ہو تو ہم قلم بھی پکڑ لیتے ہیں۔

مجھے معلوم ہے کہ انسانوں نے گدھوں کے بارے میں بری رائے قائم کی ہوئی ہے۔ لیکن۔ گستاخی معاف۔ گدھے بھی بعض انسانوں کے بارے میں کچھ ایسی ہی رائے رکھتے ہیں...... میں اپنی اس صاف گوئی سے فرار نہیں کروں گا...... ہماری قوم سے پوچھ لیجئے، ہم فرار نہیں کرتے، صرف بھاگتے ہیں، اور وہ بھی صرف چلتے وقت......!

چلتے وقت ہماری نظر اپنے سامنے مرکوز ہونے کی بجائے دائیں بائیں بکھر جاتی ہے۔ اس آوارہ نظری کے دوران اگر کوئی مادہ سامنے آجائے تو ہمارا ذہن بے

Presented by Ziaraat.Com

لگام ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہماری آنکھوں پر چرمی چشم بند چڑھا دیئے جاتے ہیں تا کہ منظر بھی صاف اور تیکھا دکھائی دے۔ نظر بھی سیدھے راستے پر رہے اور ذہن بھی یکسو رہ سکے۔ کیا آدمی لوگوں کے چشموں میں بھی اتنی ساری خوبیاں ہوتی ہیں؟ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر انسان بھی دوران تحریر چشم بند سے استفادہ کرے تو اس کی بھی نگارش میں نکھار پیدا ہو جائے۔

ہاں۔ تو بات گدھوں کے بارے میں ہو رہی تھی......

گدھوں کی جس صابر و شاکر جنس سے میرا نسبی تعلق ہے ان کا جداعلیٰ ایک بڑا قد آور اور قوی ہیکل گدھا تھا جو قدیم "ست جگ" میں صومال کے جنگلوں میں رہتا تھا...... اس اچھے زمانے میں شیر اور گدھا ایک گھاٹ پر پانی پیتے اور بھائی بندوں کی طرح ایک ساتھ رہتے تھے۔ پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ہمارے دادا کی شیر کے ساتھ دشمنی ہو گئی۔ پھر تو اس ملعون شیر کو ہمارے گوشت کا اتنا چسکا پڑ گیا کہ ہمارے دادا کو اپنی نسل کشی کا خطرہ پیدا ہو گیا جبکہ اس کا اولین نصب العین زیادہ سے زیادہ نسل کشی تھا۔

لیکن شیر آخر شیر تھا اس کی تیز کچلیوں اور نوکیلے پنجوں کے آگے میرے دادا کی ایک نہ چلی اور آخر کار تحفظ جنس کی خاطر اس نے انسان کی ذریت کے ناکام ترین اور گھٹیا فرد کے ساتھ بھی رہنا اس شرط پر قبول کر لیا کہ وہ ہمیں شیر کے گزند سے محفوظ رکھنے کا ذمہ دار ہوگا اور ہم اس کی ہر خدمت۔ از قسم بار برداری سواری وغیرہ انجام دیں گے۔

لیکن وہ دن بڑا منحوس تھا۔ اس دن سے گدھوں کی جنس دو شاخوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک شاخ تو بدستور وحشی لیکن آزاد رہی اور دوسری انسان کی خانہ زاد غلام بن گئی، اور غلامی، آپ کو معلوم ہی ہے۔ کہ غلامی نہ صرف مخلوق خدا کی ظاہری شکل بدل دیتی ہے بلکہ اس کی باطنی تشریح پر بھی حملہ آور ہو کر اسے بھی مسخ کر ڈالتی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

چنانچہ ہمارے کان لمبے ہو گئے، سر بڑا ہو گیا اور ہمارے دانتوں کی وحشیت جاتی رہی۔ ہماری پیٹھ بہت مضبوط اور پیٹ بڑا ہو گیا اور معدہ انتہائی طاقتور ہو گیا جس کا پُر رہنا انسان کی طرف سے ہمارے سر پر مسلط کی گئی ذلت کی برداشت کے لئے ضروری تھا۔

گدھوں کی زندگی میں یہ ارتقائی تبدیلی انسانی علمائے حیاتیات کے بقول آج سے بارہ ہزار سال پہلے یعنی پتھر کے جدید دور میں واقع ہوئی۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مشیت الٰہی کو انسانی تکریم و تشریف منظور تھی۔ لہٰذا اس نے ہماری صابر جنس سے اس کی خدمت کا عہد لے لیا۔

دنیا میں ہم سے کسی بھی مخلوق نے انسان جتنا فائدہ نہیں اٹھایا۔ لیکن نہ اس نے کبھی ہماری خدمات کا شکریہ ادا کیا، نہ کبھی ان کی تعریف کی اور نہ کبھی ان کا اعتراف ہی کیا۔

ہمارے غیر جانبدارانہ نقطہ نگاہ سے انسان کی بنیادی مشکل یہ نظر آتی ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز کو اپنے ذاتی مفاد و مصالح کے حوالے سے دیکھتا ہے۔ خود کو کائنات کا مرکز اور اہم ترین اور بزرگ ترین مخلوق سمجھتا ہے اور کائنات پر اپنی سیادت مطلقہ کو اپنی پیدائش کے ساتھ لازم و ملزوم جانتا ہے۔ لیکن ہمارے اس کے ساتھ پیمانِ وفا میں اس طرح کی کوئی شرط موجود نہیں تھی۔ نہ ہم نے اس کے ساتھ عہد وفا اس شرط پر استوار کیا تھا۔

وہ منصفانہ عہد جس کی بنا پر ہم ابن آدم کی خدمت کیلئے مسخر ہوئے یہ تھا کہ انسان جو اشرف المخلوقات اور زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے، اپنے شرف و سیادت کے تقاضوں کو پورا کریگا کیونکہ وہ ترقی یافتہ مخلوق ہے جسے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اسے ہم کلامی کا شرف حاصل ہے اور وہ دنیا کی تعمیر و اصلاح پر مامور ہے۔ لہٰذا وہ بہر حال ان سب مخلوقات کے ساتھ عدل و احسان کی راہ اختیار کرے گا جنہیں اللہ

Presented by Ziaraat.Com

تعالٰی نے اس کے لئے مسخر فرمایا ہے اور اسکی خدمت کی مشقت پر مکلّف کیا ہے۔

لیکن یہ متفق علیہ شرط بری طرح پامال کی گئی اور ہمیں جلد ہی معلوم ہو گیا کہ انسان کے تصرفات کے مقابلے میں شیر کے تصرفات زیادہ ظالمانہ نہ تھے۔ شیر اگر ہمیں کھاتا تھا تو ایک دو لمحے میں کھا ڈالتا تھا لیکن یہ انسان تو ہماری تمام تر خدمتوں اور مشقتوں کو نظر انداز کر کے ہمارے حقوق کو آہستہ آہستہ کند چھری سے ذبح کرتا ہے اور بجائے اس کے کہ اصولی طور پر ہمارا ممنونِ احسان ہو، ہم پر اپنی مالکیت مطلقہ مسلط کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ محض انسان پیدا ہونے کی وجہ سے وہ اشرف المخلوقات ہے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ اپنے غیر انسانی تصرفات کی وجہ سے اسے اشرف المخلوقات ہونے کا دعویٰ زیب نہیں دیتا۔

اس کے باوجود بھی ہم نے صبر اور تحمل و برداشت سے کام لیا......

میں صلح و آشتی کا دامن چھوڑ کر تلخی میں نہیں پڑنا چاہتا۔ میں گدھا ہونے پر راضی ہوں۔ اگر تلخی یا غصہ کروں گا تو زیادہ سے زیادہ شیر، باز یا کوئی اور وحشی بن جاؤں گا لیکن اس طرح میں اپنی ذات کھو کر بدل جاؤں گا جبکہ تغیر ہمارے نزدیک ایک ناپسندیدہ شے ہے۔ ہر گدھا...... تغیر سے نفرت کرتا ہے۔ تغیر سے نفرت ہماری طبیعت، فطرت اور جبلت ہے۔

میں نے اپنا تعارف تو کرایا ہی نہیں۔ میں سفید سرخی مائل رنگ کا گدھا ہوں میرا وطن فلسطین کا ایک گاؤں ہے۔ میرے مالک ایک عمر رسیدہ صالح انسان اور اللہ تعالٰی کے برگزیدہ نبی ہیں۔ نام نامی ان کا عُزیر (علیہ السلام) ہے۔ بہت سے انسان اس لفظ کو "عزیز" پڑھتے ہیں لیکن جاہل و کند ذہن ہمیں بتاتے ہیں۔ اس مقام پر میں بحث کے لئے نہیں رکوں گا۔ میں رکتا صرف کھانے کے لئے ہوں ورنہ دم ہلاتا اپنی راہ پر چلتا رہتا ہوں۔

آپ پوچھیں گے کہ مجھے اپنی یادداشتیں ضبط تحریر میں لانے کی کیا ضرورت

Presented by Ziaraat.Com

ہے جبکہ ہم گدھے انکسار اور انکار ذات کی فضیلت کے حامل ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ میں اپنی اس فضیلت پر اللہ تعالیٰ کے حضور شکر گزار ہوں اور یہ اوراق کسی تفاخر کے جذبے سے یا اظہار عظمت کی غرض سے نہیں لکھ رہا اور نہ ہی اپنی حیثیت واہمیت اپنے قاری محترم پر۔ خواہ وہ میری جنس سے ہوں یا میری حلیف جنس سے۔ کسی دوسرے گدھے سے زیادہ ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ بلکہ صرف اس عجیب وغریب اور انتہائی حیرت انگیز تجربے کی روداد آپ کو سنانا چاہتا ہوں جو مجھے حاصل ہوا۔

یہ تجربہ ایسا محیر العقول تھا کہ اگر کسی گدھے کو پیش آیا ہوتا اور وہ اس کا ماجرا مجھ سے بیان کرتا تو میں اسے ماننے سے صاف انکار کر دیتا۔ میری مشکل یہ ہے کہ یہ تجربہ خود میری ہی ذات کو پیش آیا اور میں خود اس سے دوچار ہوا۔ میں بلا کم وکاست اور بلا اضافہ وترمیم آپ سے اس کی حکایت بیان کرتا ہوں۔

تصور کریں کہ میں آج سے سو سال پہلے مر گیا تھا اور جبھی سے میری ریں‌گ ساکت اور ڈھینچوں ڈھینچوں خاموش ہے۔ میرے گوشت پوست کا ہر ذرہ نابود و معدوم ہو چکا ہے اور میری ہڈیاں بھی مٹی میں مل چکی ہیں۔ لیکن میں امر الٰہی سے پھر زندہ ہو جاتا ہوں اور میری رینگ اور ڈھینچوں بھی لوٹ آتی ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ آپ کا تصور کا تجربہ کب رہا۔ کامیاب رہا یا ناکام۔ لیکن میرا تجربہ تو جب بھی مجھے یاد آتا ہے، میرا سر چکرانے لگتا ہے اور کھوپڑی کی ہڈیاں بجنے لگتی ہیں۔

میں اپنا قصہ بیان کرنے میں داستان گوئی کا جدید اسلوب اختیار نہیں کروں گا اور نہ ہی فن محاکات کی شعبدہ بازیاں اور لفظی تصویر کشی کی طلسم کاریاں آپ کو دکھاؤں گا۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ میں روایت پرست گدھا ہوں اور تغیر وانحراف سے مجھے نفرت ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ایک دن میں پیدا ہوا۔

گدھا ایک ہی دن پیدا ہوتا ہے۔

اس میں تو کوئی انوکھی بات نہیں۔ بلکہ واقعی انوکھی بات تو یہ ہے کہ جب میں نے اپنی ماں سے اپنے باپ کے بارے میں پوچھا تو وہ اپنے اردگرد تھانوں پر بندھے دسیوں گدھوں کو یکے بعد دیگرے جواب طلب نگاہوں سے دیکھنے لگی۔ لیکن پھر بات کو ٹالتے ہوئے بولی۔

''تمہارا بڑا باپ ایک عظیم وحشی گدھا تھا جو شیروں سے لڑتا تھا۔''

پھر میری ماں نے میرے بڑے باپ کی بہادری کے لمبے لمبے قصے مجھے سنائے اور ان وقتوں کے اس کے کارنامے بڑی تفصیل سے بیان کیے جب وہ وحشت خیز جنگلوں کی خوفناک فضا میں ہر وقت جان کے خطرے سے دوچار زندگی گزارتا تھا۔ ایسی صورت حال میں زندگی کی بقاء کی تدبیر سے اس کی بہترین فطری صلاحیتوں میں بڑا نکھار پیدا ہو گیا تھا۔

قصہ کوتاہ۔ میری ماں کی دراز بیانی ختم ہوئی لیکن اس کے طول وعرض میں میرے سوال کے جواب کا کوئی پتہ نہ تھا۔ اپنے تفصیلی بیان میں اس نے ہلکا سا اشارہ بھی میرے باپ کے بارے میں نہ دیا تھا۔ اس وقت تو میں چپ ہو گیا لیکن جب میں جوان ہو کر عملی زندگی میں قدم رکھا تو سب سے پہلی حقیقت جو مجھ پر منکشف ہوئی، اسی سوال کا عملی جواب تھا کہ:

گدھے کی صرف ماں ہوتی ہے، باپ کوئی نہیں ہوتا اور کوئی بھی ہو سکتا ہے۔

اسے صرف ماں کا پتہ ہوتا ہے۔ باپ کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتا کیونکہ ماں جنسی عمل کی زیادتی اور بیک وقت بے شمار گدھوں سے جنسی اختلاط کی وجہ سے اپنے بچے کے حقیقی باپ کو نہیں پہچانتی اور ہر گدھا جنسی ملاپ کے بعد نہ گدھی سے کوئی تعلق رکھتا ہے، نہ اپنی اولاد کو پہچانتا ہے، نہ ان کی طرف کوئی توجہ کرتا

Presented by Ziaraat.Com

ہے اور نہ ان میں کسی قسم کی دلچسپی ہی لیتا ہے۔ بچپن میں تو اس تلخ حقیقت نے مجھے بڑا دکھ دیا لیکن بعد میں سمجھ گیا کہ جس چیز کو میں نے جنس کی بدمستیوں کا ایک تکلیف دہ اجتماعی کھیل سمجھا تھا، دراصل وہ ہماری بقاء کا ضامن ایک حکیمانہ فعل تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ گدھا ایک صابر و متحمل اور جفاکش و خاموش مخلوق ہونے کی وجہ سے ہمیشہ انسان کے ہاتھوں پٹتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ گدھا اور ڈنڈا انسانی محاورے میں لازم و ملزوم کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں اور شب و روز سخت قسم کے جسمانی عذاب سے دوچار رہنے کی وجہ سے اس کی عمر درازی کے مواقع کم ہو جاتے ہیں جبکہ ہماری دنیا میں اس قدیم زمانے سے لے کر جب ہم جنگلوں میں شیروں کے شانہ بہ شانہ زندگی گزارا کرتے تھے، آج تک ایک ہی نصب العین کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ کہ خوب توالد و تناسل ہو اور خوب ہماری نفری میں اضافہ ہو تا کہ مار پیٹ کی زیادتی کی وجہ سے ہماری جو تعداد تلف ہو جاتی ہے، ہماری جز شمار پر اس کے منفی اثرات مرتب نہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر گدھا ہمیشہ مادہ جز کی طرف مائل رہتا ہے۔ اس کی نظر میں کوئی بھی گدھی بدشکل یا نسوانی حسن و جمال سے عاری نہیں ہوتی۔ ہم میں اس بارے میں حلال حرام کا کوئی تصور موجود نہیں۔ ہمارے نزدیک جنسی اختلاط کے لئے صنف مخالف کا فرد ہونا کافی ہے اور اس کے لئے قریبی محرمات۔ ماں، بہن، بیٹی اور دوسری گدھوں میں کوئی فرق نہیں۔ ہم ''ایک نر، ایک مادہ'' کے اصول کے بھی قائل نہیں۔

یہ کہنا تحصیل حاصل ہے کہ جنسی میلانات میں مادر پدر آزادی گدھوں کی ایک امتیازی خصوصیت ہے۔ اگرچہ یہ خصوصیت بعض اوقات انسانوں میں بھی دیکھی جاتی ہے لیکن اگر ان کی سماجی حیثیت تگڑی اور ٹھیک ٹھاک ہو تو اس کے باوجود بھی وہ انسانیت کی بلندیوں سے نہیں گرتے۔ یہ الگ بات ہے کہ محبت کے معاملے میں آزادی کے قائل انسان سے جسے زندگی میں صرف دو چیزوں۔ عورت

Presented by Ziaraat.Com

اور خوراک سے دلچسپی ہو، مجھے خوانخوہ کی محبت ہو جاتی ہے اور اپنے جیسے شرم و حیا سے بے نصیب انسان کو میں اپنی جنس کا فرد قرار دینے میں ہرگز بخل نہیں کرتا۔ بلکہ میں تو حقیقی گدھا ہی اسے سمجھتا ہوں جو انسانی کھال میں چھپا بیٹھا ہو...... اور بعض اوقات جب مجھے خیال آتا ہے کہ ہو نہ ہو یہ پہلے گدھا ہی تھا جو ارتقائی منازل طے کر کے انسان بن گیا ہے۔ تو پھر تو اس کے لئے میرے احترام میں اضافے کی کوئی حد ہی نہیں رہتی۔ مجھے اس کے ماضی بعید سے محبت ہو جاتی ہے۔

میری بڑی خواہش تھی کہ اپنے بچپن کے بارے میں انسانوں کی طرح کچھ خیال آرائی کرسکوں۔

لیکن افسوس کہ مجھے وہ زمانہ پوری طرح یاد نہیں اپنے بڑے باپ کے بارے میں اپنی ماں سے سنا ہوا جو کچھ یاد تھا، آپ کے گوش گزار کر چکا ہوں۔ باقی جو کچھ بھی ہوگا۔ تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے۔ دراصل گدھے لوگ ماضی کے بارے میں سوچنا ایک فضول کام سمجھتے ہیں۔ اسی طرح مستقبل کی فکر میں بھی سر نہیں کھپاتے۔ ہمارے لئے جو کچھ بھی ہے ابھی ہے۔ نہ اس سے پہلے سے ہمیں کوئی واسطہ ہوتا ہے نہ اس سے بعد ہی کا ہمیں کوئی اندیشہ ہوتا ہے۔ بچپن کے بارے میں برسبیل تذکرہ ایک اور بات مجھے یاد آئی کہ اس زمانے میں مجھے ''بچھڑا'' کہا جاتا تھا۔ بچھیرا اگرچہ چھوٹا گدھا ہوتا ہے لیکن خوش بخت گدھا ہوتا ہے کیونکہ اس کی نظر شیر خوار کی ''شیرین'' تصورات اور خوش گوار توہمات کا پردہ چاک کر کے زندگی تلخ حقائق اور ناگوار مناظر تک نہیں پہنچی ہوتی۔ اس کی ساری دنیا اس کی ماں کی ذات ہوتی ہے۔ جس کا وہ دودھ پیتا اور جس کی دم کے پیچھے وہ کلیلیں کرتا پھرتا ہے۔

جب بچھیرا بڑا ہو جاتا ہے تو دودھ چھوڑ کر عملی زندگی میں داخل ہو جاتا ہے۔ زندگی کے اس موڑ پر سب سے پہلا حادثہ اس کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ اس کی ماں اس کے ذہن سے اتر جاتی ہے۔ وہ اسے دیکھنے کے باوجود نہیں پہچان سکتا اور نہ ہی ماں کی لاڈ

Presented by Ziaraat.Com

بھری چوما چاٹی اسے یاد رہتی ہے۔ وہ اس کے لئے کسی بھی دوسری گدھی جیسی صرف ایک گدھی رہ جاتی ہے، جسے کوئی بھی چیز دوسری گدھیوں سے ممیز نہیں کرتی۔ آپ اسے اس کی تغیر پذیری کی سزا کہہ سکتے ہیں۔

پھر جوں جوں وہ بڑا ہوتا جاتا ہے، اس کے مردانہ خصائص تکمیل پاتے رہتے ہیں جن میں سرفہرست ہر گدھی سے خواہ وہ کوئی بھی ہو بلا تمیز جنسی رابطہ، ہر کھانے سے خواہ وہ کچھ ہی ہو بے حد رغبت اور ہر کام کو خواہ وہ کتنا ہی سخت ہو کر گزرنے کی صلاحیت ہیں۔

میرے آقا و مالک عزیزؑ آ گئے۔ جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو میں ان کی خوشبو سونگھ کر خوش ہو گیا اور سر اونچا کر کے استقبال کے لہجے میں رینگا۔

اس عظیم انسان سے مجھے بہت محبت ہے۔ وہ بہت اچھے مالک ہیں۔ مجھے انہوں نے کبھی ڈنڈے سے یا ہاتھ سے نہیں مارا۔ وہ مجھے بہت اچھا چارہ دیتے ہیں جبکہ خود نہایت روکھا سوکھا کھاتے ہیں اور مجھے ہر طرح کا آرام دیتے ہیں جبکہ اپنے نفس پر سختی کرتے ہیں۔ میں دو سال سے ان کے پاس رہ رہا ہوں ڈیڑھ سال تک مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔ میں انہیں پہچاننے میں اس قدر تاخیر پر معذرت خواہ ہوں۔ لیکن میں آخر کار گدھا ہی تو ہوں۔ مجھ میں کوئی اور خوبی نہ سہی لیکن آپ کم از کم میری راست گوئی کی داد تو دیں۔

عزیر علیہ السلام کی خدمت میں آنے سے پہلے میں ایک مالدار تاجر...... یا صحیح الفاظ میں ایک بخیل چور کے پاس تھا اور یہ جھوٹ نہیں۔ میں ربیع کے لوبیا کے گوداموں کی قسم کھا کر کہتا ہوں جنہیں سورج نے خشک کیا۔ میں حریف کے بریسم کے کھیتوں کی قسم کھاتا ہوں کہ میرا پہلا مالک واقعی ایک بخیل چور تھا۔

جب اس نے مجھے خریدا تو میرا سر اور میری پیٹھ تھپتھپانے لگا۔ میں نے سمجھا کہ اچھا آدمی ہوگا۔ اس لئے میں نے بھی اس کے ساتھ پیار کا اظہار کیا لیکن اس

Presented by Ziaraat.Com

کے گھر پہنچتے ہی میری شامت آ گئی۔

یہ شخص روزانہ اتنا کماتا تھا جس سے لوبیا کا ایک پورا کھیت بآسانی خریدا جا سکے۔ لیکن اس کے بخل کا یہ عالم تھا کہ پورا ہفتہ صرف انڈے پر گزارا کرتا۔ یعنی دن بھر میں ایک انڈے کا ساتواں حصہ سوکھی روٹی کے ایک ٹکڑے کے ساتھ کھاتا اور پھر اپنی بیوی کی مرمت کرنے لگتا کہ اس نے ایک وقت میں پورا انڈا کیوں کھا لیا۔ وہ ایک نہایت بوسیدہ قسم کے مکان میں رہتا تھا جو لکڑی کے پرانے تختوں سے بنایا گیا تھا۔ اس کی کمزور دیواریں موسم سرما کی سردی کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھیں۔

جب وہ میرے لئے چارہ لایا تو میں نے ایک احتجاجی رینک لگائی۔

''پیٹ میرا اتنا بڑا ہے اور کھانا اتنا تھوڑا ہے۔''

یہ سن کر اس نے مجھے کھا جانے نظروں سے گھورا اور میری پیٹھ پر ڈنڈے برسانے لگا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ گدھوں کی زبان جانتا ہے۔ لہٰذا میں نے اس کے سامنے رینکنا موقوف کر دیا۔

پھر اس کے گھر میں میرے منحوس ترین دن شروع ہو گئے۔

مجھے معلوم ہوا کہ اس نے مجھے پتھر کے ایک گھر کی تعمیر کے لئے پتھر ڈھونے کے لئے خریدا ہے۔ لوگ اس کے لئے پہاڑی چٹانیں توڑتے تھے، جنہیں وہ دن رات میری پیٹھ پر لاد کر زیر تعمیر مکان تک ڈھوتا رہتا۔ کچھ دنوں کے بعد میری پیٹھ کی کھال ادھڑنے لگی اور وزنی پتھر اٹھا اٹھا کر میری کمر ٹوٹ گئی۔ لیکن چارہ وہ مجھے ہمیشہ بدترین اور نہایت ناکافی دیتا تھا۔ اثنائے راہ میں اگر کسی سفید گدھی سے میرا سامنا ہو جاتا تو میں زمین سونگھتا اور اپنا سر بلند کر کے اپنا اوپر کا ہونٹ اٹھا کر اپنی ناک کے ساتھ لگا لیتا اور پھر اپنے دانت کڑکڑا کر محبت سے رینکتا۔ لیکن اس پر وہ مجھے مارنے لگتا اور مجھے میرے من بھاتے مشغلے سے مزید لطف اندوزی میں آڑے آ جاتا۔ پھر اپنے اس فعل کے جواز میں بڑبڑا کر کہتا۔

Presented by Ziaraat.Com

''میں کمبخت کی طاقت کو مکان کی تعمیر کے لئے محفوظ کرنا چاہتا ہوں اور یہ ہے کہ اپنے گدھے پن سے باز نہیں آتا۔''

لیکن جب میں اسی کے کام کیلئے مناسب مقدار چارے کی طلب کرتا تو مجھے مارنے لگتا تھا......اب اس کی انانیت اور خودغرضی کا اندازہ آپ خود ہی کر لیں۔

میں اس سے متنفر ہو گیا۔ اتنا متنفر کہ کبھی بھیڑیے سے بھی اتنا نہ تھا......

میں نے سخت کام پر بھی صبر کیا اور سخت بھوک پر بھی۔ میں نے ڈنڈے کی سزا بھی پائی اور فاقے کی بھی اور آخر کار اپنے نفس کو اپنی صلح جو طبیعت کا غلام بنا دیا۔ میں نے سمجھ لیا کہ میرا کام صرف بوجھ ڈھونا ہے اور میں پورے طور پر اسی کا ہو رہا۔ لیکن آخر کار میں ایک نر گدھا تھا اور میری کچھ فطری خواہشات تھیں جن کے ہاتھوں میں مجبور تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب کبھی میری جنسی دلچسپی پر قدغن بٹھائی جاتی اور اس سے باز نہ رہنے پر سخت سزا کی وعید سنائی جاتی تو میں بڑا فکر مند ہو جاتا کیونکہ گدھا صرف اسی ایک مسئلے پر سنجیدگی اور گہرائی کے ساتھ غور کرتا ہے۔

جب میں نے اپنے اردگرد کے گدھوں اور انسانوں کی زندگی پر غور کیا تو مجھے صاف نظر آیا کہ محنت کی پوری جزا کسی کو بھی نہیں ملتی۔ جزا کام کی طاقت کے مطابق نہیں بلکہ نفاق اور بدیانتی کی صلاحیت کے مطابق ملتی ہے۔ میں نے ذلیل ترین افراد کو عظمت، احترام اور ثروت کے تخت پر بٹھا دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا کہ جو جرم اپنی قیمت ادا کر دیتا ہے، بڑے امن واطمینان اور سکون وآزادی کے ساتھ بے خطر اپنی طبعی تاریخی عمر کو پہنچتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ جن یتیموں اور بے گناہوں کو لیٹرے زاد حیات سے محروم کر دیتے ہیں انہیں قدرت بھی نظر انداز کر دیتی ہے اور دوسرے اسباب حیات سے بھی محروم ہو کر قید خانوں کے اندھیروں میں گل سڑ جاتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ زندگی میں اسی شخص کی قیمت بڑھتی ہے جو اسے دیتا کچھ نہیں لیکن اس سے چھین سب کچھ سکتا ہے...... میں نے دیکھا کہ انسان اپنے

Presented by Ziaraat.Com

برادر انسان پر انتہائی وحشیانہ مظالم ڈھاتا اور اپنے لئے تو حرام لذتوں کو بھی حلال جانتا ہے لیکن اپنے بھائی پر اس لذت کو بھی حرام قرار دیتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس پر حلال کیا ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک سفید حسینہ آ رہی ہے۔ میں نے دل ہی دل میں اسے مرحبا کہا لیکن جب اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے رینگا تو ڈنڈے میری زخمی پیٹھ پر برسنے لگے اور اس تک میرا اور مجھ تک اس کا راستہ روک دیا گیا۔

اب معاملہ میری طاقت سے باہر ہو چکا تھا۔ میں نے بہت زیادہ صبر و تحمل سے کام لیا تھا۔ اب مزید تاب برداشت مجھ میں نہیں تھی۔ میرا پیمانہ صبر لبریز ہو کر اس طرح چھلکنے لگا جیسے کوئی بالٹی پانی سے لبریز ہو جانے کے بعد چھلکتی ہے۔

ہزار کوشش کے باوجود بغاوت کے جراثیم میرے ذہن میں پھیل گئے اور میرے دل میں اس طرح سرایت کر گئے جس طرح پانی کا تیز بہاؤ سخت زمین میں راہ بنا لیتا ہے۔ میں نے ایک درد بھری رینک لگائی اور کہا: چارہ تھوڑا ہے، پیٹ بڑا ہے، گرمی سخت ہے، پیٹھ زخمی ہے، میں بے کس ہوں۔ وھذا اللعلم۔ گدھے اپنی رینگ کے آخر میں اپنی قدیم روایت کے مطابق ہمیشہ "وھذا اللعلم" کہتے ہیں، اور گدھے سے زیادہ کوئی حیوانی جنس اپنی روایت کا احترام نہیں کرتی۔

میں نے رینگنا موقوف کیا اور عہد کر لیا کہ اب زندگی کا طور بدل دوں گا۔ لیکن دل سے پوچھنے لگا کہ کیا تغیر مجھے راس آئے گا؟ کیا میں ترقی کر کے مثلاً گھوڑا بن جاؤں گا جس کی پیٹھ ہمیشہ کسی جابر سلطان کے جسم کے لمس کی منتظر رہتی ہے۔ یہ ترقی تو نہ ہوئی۔ یہ تو ترقی کے لباس میں واضح تنزل اور پس ماندگی ہے!! اور گھوڑا بننا میرے لئے محال بھی تو ہے۔ مزید برآں ہم تغیر سے بدکتے بھی بہت ہیں۔ لہٰذا اب صرف ایک راستہ باقی رہ گیا ہے کہ ضد پر اڑ جاؤں۔

چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب صرف ضد ہی چلے گی۔

میرے ظالم مالک نے مجھ پر بوجھ لادا۔ لیکن جب اس نے ڈنڈے کی

Presented by Ziaraat.Com

ضرب سے مجھے چلانا چاہا تو میں نے حرکت سے انکار کر دیا۔ وہ میرے سر، منہ اور پیٹھ پر ڈنڈے برسا برسا کر تھک گیا لیکن میں نے جنبش نہیں کی۔

آخر وہ مجھے ایک خرطبیب کے پاس لے گیا اور اس سے پوچھنے لگا۔

''اسے کیا ہوا؟۔ کیا یہ بیمار ہے؟''

خرطبیب نے ڈنڈے سے میرا پیٹ بجایا، میرا منہ کھولا، میرے دانت ملاحظہ کیے اور پھر کہنے لگا:۔

''تمہارا گدھا تو کسی جن کی طرح طاقتور اور تندرست ہے لیکن ہے ضدی اور کندذہن''۔!

یہ ضدی پن اور کند ذہنی میں نے اپنے چہرے پر خود طاری کی ہوئی تھی۔ لہٰذا اس نے آسانی سے تشخیص کر لی۔

اس کے بعد مالک نے میری مار پیٹ میں جتنا اضافہ کیا اتنی ہی میری ضد میں بھی شدت پیدا ہوگئی اور میں نے ایک قدم بھی اس کے لئے اٹھانا خود پر حرام کر لیا اور رینگ کر کہا۔ تیری ساری زدوکوب ضائع ہوگئی اس سے ہرگز کسی کی موت واقع نہیں ہوسکتی۔

پھر ایک دن جب اس نے مجھے خوب ہی مارا اور میرے ہر عضو بدن کو درد میں مبتلا کر دیا تو میں انتقام پر اتر آیا اور پہلی ہی فرصت میں میں نے جب وہ میرے پیچھے سے گزر رہا تھا۔ اس کو زور سے ایک دولتی رسید کی۔ جو میرے خیال میں دفاع نفس کے لئے شرعاً جائز تھی۔

میرے غضبناک سموں کی ضرب اس ظالم کے ہاتھ پر پڑی تو شدت درد سے وہ بلبلا اٹھا اور غصے سے دیوانہ ہوگیا۔ پھر کہنے لگا۔

''ارے کوئی ہے؟ چھری اور کلہاڑی تو لاؤ تاکہ اس بدبخت کو ذبح کردوں۔ اب یہ انتقام پر اتر آیا ہے''۔

Presented by Ziaraat.Com

لیکن مجھ پر اس گیدڑ بھبھکی کا بال برابر بھی اثر نہ ہوا۔ کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ یہ پیسے کا پجاری بخیل کبھی مجھے تلف کر کے خسارہ برداشت نہیں کرے گا۔ اب وہ غالباً مجھے بیچنے پر غور کر رہا تھا۔

آخر کار ضد کی سیاست کامیاب ہوئی اور جونہی گدھوں کی منڈی لگی، مجھے اس میں بیچنے کے لئے لے گیا۔ مجھے بازار میں کھینچتا تھا اور یہ آواز لگاتا تھا۔

لے لو یہ تندرست، چست اور پھرتیلا گدھا جس نے کام سے تھکنا نہیں سیکھا۔ آؤ اسے دیکھو اور ٹٹولو۔ پسند آئے تو خریدو ایک تاجر نے پوچھا۔

''اس کی قیمت کیا ہے؟'' اس نے جواب دیا۔

''دس چاندی کے سکے''۔

تاجر مجھ سے قریب آیا تو میں بالکل ہی ڈھیلا اور سست پڑ گیا جیسے کہ مجھ میں جان ہی نہیں ہے۔ اس نے میرا منہ کھول کر دیکھا تو بولا۔

دانت تو اسکے تندرست اور جوان ہیں لیکن یہ سست بہت ہے۔ یہ دو سکوں سے زیادہ کا مال نہیں۔!

میرے مالک کو گویا کسی نے چھرا گھونپ دیا۔ اس نے مجھ پر ڈنڈے برسانے شروع کر دیئے اور بڑے اعتماد سے کہتا تھا۔

''یہ تو اپنے وزن کے سونے کی قیمت کا ہے''

اس نے لاکھ مجھے چلنے یا دوڑنے پر ابھارا لیکن میں مزید نڈھال بن گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ میرے اس تصرف میں میرے نہ بک سکنے کا خطرہ موجود ہے، جس کے نتیجے میں مجھے اسی ظالم کے قبضے میں رہنا پڑے گا۔ لیکن اس کے باوجود میں اپنی ضد پر اڑا رہا۔ میرا مقصد اس سے یہ تھا کہ کم سے کم قیمت پر بکوں تاکہ میرا بخیل مالک زیادہ سے زیادہ خسارے میں رہے۔ پھر وہی ہوا جس کی مجھے توقع تھی۔ وہ مجھ سے مایوس ہو کر مجھے ڈھائی سکوں کے عوض بیچ کر اپنی قسمت کو روتا ہوا رخصت

Presented by Ziaraat.Com

ہوا۔ جاتے ہوئے اس نے مجھے انتہائی غضبناک اور کینہ تو ر نگاہوں سے دیکھا۔ ابھی وہ زیادہ دور نہیں گیا تھا اور بار بار مڑ کر میری طرف دیکھ رہا تھا کہ میرا نیا مالک مجھ پر سوار ہو گیا۔ لیکن جونہی وہ سوار ہوا میں اسے لے کر رہوا ہو گیا۔ میرا نیا مالک مجھ سے خوش ہو گیا جبکہ پرانے بخیل مالک نے بڑی حسرت سے مجھے دیکھا اور اپنے خسارے پر رونے لگا۔

لیکن جونہی وہ نظروں سے غائب ہوا میں نے پھر وہی نیم جانی خود پر طاری کر لی اور سوچا کہ ساری عمر کی چستی اور پھر تیلے پن سے مجھے کیا حاصل ہوا جو سستی اختیار کرنے سے نقصان ہوگا۔

نئے گھر گیا تو دیکھا کہ بیسوں گدھے وہاں بندھے ہیں ان میں چند سفید حسینائیں بھی تھیں۔ انہیں دیکھ کر میں خوشی سے مست ہو گیا اور اونچی آواز سے رینگ کر کہنے لگا۔

بھلا ہو ترا مجھ کو یہاں لانے والے۔

میرا دل یہاں آ کے خوش ہو گیا......

پھر میں سفید گدھیوں سے مخاطب ہو کر رینگا اور کہنے لگا۔ کوئی گوری یہاں قریب نظر نہیں آ رہی اور تنہائی مجھے بہت ستا رہی ہے۔ وھذاالعلم ۔ بہر حال رات خوب مزے میں گزری۔

صبح ہوئی تو ایک نئی بات کھلی جس سے انسانوں کے بارے میں میری بدظنی نے شدت اختیار کر لی۔

تاجر اپنے آدمیوں سے کہہ رہا تھا۔

''نکمے گدھوں کو الگ کر کے ایک طرف کھڑا کر دو''

مجھے بھی نکمے گدھوں کے ساتھ الگ کر دیا گیا۔

پھر تاجر نے ایک لکڑی منگوائی اور اسے جلا کر بڑی تیز رفتاری سے اس نے

Presented by Ziaraat.Com

ہماری پچھلی ٹانگوں کا جائزہ لیا اور پھر ہمیں باندھ کر ہمارے بدنوں کو داغ دیا۔ ہمیں اس کی اس عجیب وغریب حرکت کی سمجھ نہیں آئی۔

لیکن جب دوسرے دن ہمیں بازار میں لے جایا گیا تو داغنے میں کارفرما حکمت ہمیں معلوم ہوگئی۔

گاہک کے سامنے گدھے کی پشت پر لگنے والی ڈنڈے کی معمولی سی ضرب داغ شدہ جلتے ہوئے مقام کو بھی چھیڑ دیتی جس سے وہ تازی گھوڑے کی طرح بگٹٹ دوڑ پڑتا...... اس طرح دھوکے اور فریب سے ہمارے منہ مانگے دام موصول کیے جاتے۔ لیکن چند دنوں میں آگ کا زخم مندمل ہو جانے پر پھر وہی سستی اور نکما پن لوٹ آتے۔

میں سب گدھوں میں خوش قسمت رہا۔

مجھے ایک عمر رسیدہ صالح اور نیک دل بزرگ نے خریدا۔

نام ان کا عزیرؑ تھا۔ انہوں نے تاجر سے کہا:

"مجھے ایک اصیل اور سمجھدار گدھا چاہیے جو مجھے آرام سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاسکے اور میرا مددگار رفیق ثابت ہو۔ رزق اس کا میرے رازق پر ہے۔"

تاجر نے میری طرف اشارہ کیا اور کہا:

"کل میں نے اسے دس چاندی کے سکوں کے عوض خریدا ہے۔ آپ کے احترام میں یہ صرف سات سکوں میں حاضر خدمت ہے۔"

عزیرؑ نے سودے بازی کے بغیر سات سکوں کے عوض مجھے خرید لیا۔ مجھے ان کے اس عالی ظرفانہ معاملے پر حیرت ہوئی۔

میں ان کے ساتھ ان کے گھر آ گیا۔ جب وہ مجھ پر سوار ہوئے تو مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں۔ انہوں نے نہ ڈنڈا ہاتھ میں لیا اور نہ مجھے تیز چلانے کے لئے میرے پیٹ میں کچوکے دیئے۔ وزن میں وہ اتنے ہلکے

Presented by Ziaraat.Com

تھے کہ باد نسیم کا جھونکا محسوس ہوتے تھے۔ مجھے ان سے محبت ہوگئی۔ میں دیکھتا تھا کہ وہ آتے جاتے لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے تھے اور خاص طور پر "دس احکام" (شریعت موسوی کے اوامر عشرہ (TEN COMMAMSINENTS) کی پیروی کی تلقین کرتے تھے۔ میں نے ان کی باتوں میں غور نہیں کیا کیونکہ وہ میری سمجھ میں آنے والی نہیں تھیں۔

میں ان کے ساتھ رہتا رہا۔ وہ شادی شدہ اور تین بچوں کے باپ تھے، ایک نوجوان بچی ان کی خادمہ تھی جو ہمیشہ ان کی اور میری خدمت میں مصروف رہتی۔ اس کا نام "ہانم" تھا۔ وہ مجھے اچھا چارا دیتی اور میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتی تھی۔ میں اس کی آواز پہچانتا تھا۔

عزیرؑ کے گھر میں میرے لئے ایک کمرہ مخصوص تھا جس کی کھڑکی سمندر کی طرف کھلتی تھی۔ سردیوں میں یہ کھڑکی بند رہتی لیکن گرمیوں میں اسے تازہ اور روح افزا ہوا کے لئے کھول دیا جاتا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ عزیرؑ کے گھر میں نے بڑی پرسکون و پرلطف زندگی گزاری۔ خوب کھاتا تھا اور خوب عشق بازی کرتا تھا۔ میرا وزن بڑھ گیا اور میرا بدن بھر گیا۔ عزیرؑ نے میرے لئے دو نئی زینیں بنوائیں جنہیں دیکھ کر میں خوشی سے خوب رینگا اور بولا۔

دو زینیں مجھے ملی ہیں۔ میری خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ وھذا العلم۔

مجھے عزیرؑ نے کبھی مشقت میں نہیں ڈالا۔ ان کا سفر ہمیشہ مختصر اور آسان ہوتا تھا۔ وہ گاؤں میں سے گزرتے ہوئے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی باتیں کرتے اور اس کی اطاعت کی طرف انہیں بلاتے۔ شیطان کی عبادت سے انہیں روکتے اور دس احکام (موسوی) کی پیروی کا حکم دیتے۔ میں نے کئی بار اللہ تعالیٰ کے اس نبی کا نام سنا ہے جن پر وہ دس احکام نازل ہوئے تھے۔ لیکن اس وقت ان کا نام میرے ذہن

Presented by Ziaraat.Com

سے اتر گیا ہے...... بعض اوقات میرا ذہن بھی میری طرح کہیں چرنے چلا جاتا ہے......! مجھے عزیرؑ کی دو باتوں کی سمجھ بالکل نہیں آتی تھی۔ ایک تو قیامت کے بارے میں ان کی متواتر اور مسلسل باتوں کو میں نہیں سمجھ سکا اور دوسرے لوگوں کو کسی معاوضے کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا بھی میری عقل سے بالاتر فعل تھا۔ میں نے انہیں عام طور پر اس دن کی باتیں کرتے دیکھا ہے جب مردے جی اٹھیں گے۔ اس وقت یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ مردے بھی کبھی زندہ ہو سکتے ہیں۔

یہ بھی میں نے دیکھا کہ وہ دن رات بلا اجرت کام کرتے اور لوگوں سے اجرت لئے بغیر انہیں نیکی اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ شروع شروع میں کتنی ہی بار میں نے اپنے دل سے پوچھا کہ وہ اپنے خاندان اور میرے لئے رزق کہاں سے حاصل کرتے ہیں۔

کافی دنوں کے بعد مجھے پتہ چلا کہ گھر سے کافی فاصلے پر ان کا ایک باغ ہے جس کا راستہ قبرستان میں سے گزرتا ہے۔ یہ باغ عزیرؑ کے روزی کا ذریعہ تھا اور جب بھی وہ دو خالی ٹوکرے اٹھا کر مجھ پر رکھتے، مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ اپنے باغ کو جا رہے ہیں۔

ایک دن عزیرؑ حسبِ دستور دو ٹوکرے لیئے گھر میں داخل ہوئے۔ میں سمجھ گیا کہ ہم اپنے ہفتہ وار سفر پر باغ کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔

ہم باغ کی طرف چل پڑے۔

میں بڑی مستعدی کے ساتھ خوشی خوشی تازہ ہوا میں گہرے گہرے سانس لیتا ہوا چل رہا تھا۔ ایک خاک آلود رستہ طے کر کے ہم ایک سرسبز راستے پر پہنچے جس کے دو رویہ ہرے بھرے سبزہ زار تھے۔ پھر اس راستے کا رنگ تبدیل ہوتا ہوا پھیکا زرد ہو گیا۔ یہ راستے کا بدترین حصہ تھا۔ اب ہم ایک ویران اور بنجر علاقے میں تھے اور گاؤں کی حدود سے بالکل باہر نکل آئے تھے۔ کھیتوں میں بنے ہوئے مکانوں

Presented by Ziaraat.Com

میں رہنے والے انسانوں اور کتوں کی آوازیں بھی ہم تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ ہم قبرستان کے قریب پہنچے تو میری رفتار سست ہوگئی اور ویران قبروں کے پاس سے گزرتو مجھے وحشت ہونے لگی اور نحوست کا احساس ستانے لگا۔ میں نے ڈر کر اپنی رفتار تیز کردی تو عزیرؑ نے انہیں پورا اندازہ تھا کہ میں ڈر رہا ہوں۔ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھا کر مجھے تھپتھپایا تو میں پرُ سکون ہوگیا۔ ہم چلتے رہے حتیٰ کہ وہاں سے کافی دور ہوگئے۔ عزیرؑ کو معلوم نہیں تھا کہ بعض اوقات مجھے قبرستان میں کیا نظر آتا ہے...... ایسے مقامات پر ہم جانوروں کی آنکھوں سے حجاب اٹھالیا جاتا ہے اور ہم وہ کچھ دیکھنے لگتے ہیں جو انسان نہیں دیکھ سکتا۔ میں نے بھی قبرستان کے آس پاس کچھ ایسی چیزیں دیکھی تھیں، جن کے بارے میں آپ سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔

کافی سارا راستہ طے کرلینے کے بعد ہم آخر کار باغ میں پہنچے۔ میرا سارا بدن تھکاوٹ سے چور اور پسینے میں شرابور تھا۔ میں بھاگ کر سائے میں چلا گیا اور وہاں ایک خاک آلود جگہ پر میں نے لوٹنا شروع کردیا۔

لوٹنے سے فارغ ہوتے ہی میرے بدن کی توانائی اور چستی لوٹ آئی اور میں اس طرح تازہ دم ہوگیا کہ گویا نیند سے بیدار ہوا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ میرے آقا ایک ٹوکرے میں انگور اور دوسرے میں انجیر بھر رہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد جب واپسی کا وقت ہوگیا تو میں نے اپنا پیٹ تروتازہ سبزے سے بھرلیا۔ اس کمینگی کا حساب مجھ سے جلد ہی لیا جانے والا تھا۔

عزیرؑ نے دونوں ٹوکرے میرے پیٹھ پر رکھے اور ہم گھر کو واپس ہوئے۔

شروع میں تو خوب تیز چلا۔ لیکن پھر میری سانس پھول گئی۔ دھوپ بہت سخت تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سورج آسمان سے اتر کر میرے سر پر بیٹھ گیا ہے اور اب صرف عزیرؑ مجھ پر سوار نہیں ہیں بلکہ ان کے ساتھ سورج بھی سوار ہے۔ عزیرؑ تو وزن میں ہلکے تھے لیکن سورج کا وزن بہت خوفناک تھا۔ میں تھوڑا سا ہی چلا تھا کہ

Presented by Ziaraat.Com

میرا بدن پسینے میں تیرنے لگا اور آپ جانتے ہی ہیں کہ میں پانی میں تیرنا پسند نہیں کرتا ہوں۔ میں تھوڑا سا ٹھہر کے پھر چلنے لگا۔

اور بولا:

''مٹی گرم ہے۔ گرمی سخت ہے۔ پیٹ پُر ہے اور میں جلدی میں ہوں۔ وھذا للعلم۔''

عزیرؑ نے میری گردن تھپتھپائی اور میں نے اپنی رفتار درست کر لی۔

واپسی پر جب ہم قبرستان کے قریب پہنچے تو اس کے سائے جو آتے وقت مجھے ویران اور خوفناک معلوم ہوئے تھے۔ اب کسی سرسبز باغ کی طرف خوشگوار لگنے لگے۔ میں چھاؤں کی طرف بھاگا اور قبرستان میں داخل ہو گیا۔ عزیرؑ نے مجھ دیکھ کر تبسم کیا اور میرے ادھر ادھر آزادی سے گھومنے سے کوئی تعرض نہ کیا۔ مجھے گرمی کی شدت نے خوفزدہ کیا ہوا تھا۔ عزیرؑ نے میری پیٹھ پر سے اتر کر دونوں ٹوکرے بھی اتار لئے اور زمین پر بیٹھ گئے۔

گرمی سے ہر متنفس کا بُرا حال تھا۔ خواہ وہ میں تھا یا میرے آقا۔ عزیرؑ اور خواہ وہ ویرانے کے جانور تھے یا زمینی کیڑے مکوڑے۔

عزیرؑ نے کچھ انگور ایک برتن میں نچوڑے۔ پھر سوکھی روٹی کا ایک ٹکڑا نکالا اور اسے توڑ کر انگور کے افشردے میں ڈالا تا کہ ان کے دانتوں کی برداشت کے مطابق نرم ہو جائے۔ میں نے انہیں پہلی بار اپنا کھانا تیار کرتے دیکھا اور بڑا حیران ہوا کہ انسانوں کی خوراک کتنی برائے نام حد تک کم ہے۔ عزیرؑ اپنے خیالات میں مستغرق تھے۔ میں نے اندازہ کیا کہ وہ اپنے گرد و پیش قبرستان، ویرانے، منہدم قبروں، بوسیدہ ہڈیوں اور موت کی خاموشی کے نظارے میں کھوئے ہوئے تھے۔ پھر......

اچانک ان کی زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے۔ وہ حیرت سے گویا اللہ تعالیٰ کی قوت خالقہ اور قدرت کاملہ کی عظمتوں سے پوچھ رہے تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

"انی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا"

"قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مٹی میں نابود شدہ اجسام کو کیسے زندہ فرمائے گا۔"

انکے یہ الفاظ بمشکل ہی پورے ہوئے ہوں گے کہ ان پر میری طرح اچانک اور انتہائی سخت نیند مسلط کر دی گئی۔ گرمی اتنی سخت تھی کہ مجھے اپنا بدن پسینے میں ڈوبا ہوا محسوس ہوتا تھا اور سخت تھکان کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرا گوشت پوست اب یہیں پڑا پڑا گل سڑ کر مٹی کے ساتھ مٹی ہو جائے گا۔

میں انتہائی گہری نیند سویا۔ ایسی نیند میں زندگی میں کبھی نہیں سویا تھا۔ سو جانے سے پہلے میں نے سوچا تھا کہ اپنے آقا کو خبردار کروں کہ اگر وہ سو کر غافل ہو گئے تو گرمی میں آب انگور فاسد ہو جائے گا اور کھانا بھی خراب ہو جائے گا۔ جس کی وجہ سے بیداری کے بعد انہیں کھانے کو کچھ نہیں ملے گا۔ لیکن یہ سوچتے ہی سوچتے...... سخت نیند نے مجھے آلیا۔

یہ نیند واقعی بہت عجیب تھی...... میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسی نیند آپ کبھی نہیں سوئے ہوں گے...... عام طور پر میں نیند کے دوران خواب دیکھتا ہوں۔ مثلاً لوبیا کے کھیتوں میں آزادانہ چرنے کے خواب اپنے خوشگوار بچپن کے خواب جب میں ہر طرح کی ذمہ داری سے آزاد تھا۔ اپنے جد اعلیٰ خونخوار جنگلی شیر کے حریف وحشی گدھے سے ملاقات کے خواب...... گوری گوری جوان گدھیوں سے عشق بازی کے خواب...... لیکن آج کی نیند تو حیران کن حد تک عجیب تھی...... یہ نیند لمبی ہونے کے باوجود خواب سے قطعاً خالی تھی۔

میں نے اچانک ایک نافہم وجود کا احساس کیا۔ کیونکہ یہ عزیرؑ کا وجود نہیں تھا۔ اس وجود کو میں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی آسمانی مخلوق ہے اور اسکی نورانیت اور پر اسرار عظمت وجلال سے میرا احساس پوری طرح متاثر تھا۔

کچھ لمحوں کے بعد میں نے اس وجود کو اپنے آقا عزیرؑ سے باتیں کرتے سنا۔

Presented by Ziaraat.Com

وہ ان سے کہہ رہا تھا۔

''(بل بثت ماۃ عام) بلکہ آپ تو پورے سو سال سوئے۔''

مجھے محسوس ہوا کہ شاید عزیرؑ نے اس نورانی وجود سے اپنی نیند کی مدت کے بارے میں کوئی بات کی ہے جس کے جواب میں اس نے یہ لفظ کہے ہیں۔ نورانی وجود نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا:

''پوری ایک صدی آپ محوخواب رہے۔ یقین نہیں آتا تو اے عزیرؑ۔ اپنے گدھے کو دیکھو کہ کس طرح اس کا جسم مٹی کے ساتھ مٹی بن چکا ہے۔ یہ بھی دیکھو کہ اس کی ہڈیاں بھی گل سڑ کر کیسے خاک میں مل چکی ہیں۔ آپؑ نے اللہ سے پوچھا تھا کہ وہ ہزارہا سالہ مردہ اور مٹی میں نابود شدہ اجسام کو کس طرح زندہ فرمائے گا۔ سو اب ملاحظہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مردوں کو عدم سے وجود میں واپس لاتا ہے۔

اے عزیرؑ۔ مردوں کا جی اٹھنا محض اللہ تعالیٰ کے حکم کا کرشمہ ہے، اب اللہ تعالیٰ کا حکم صادر ہو چکا ہے۔ وہ دیکھو مٹی حرکت پر آمادہ ہوئی۔ وہ دیکھو...... ہوئی جنبش عیاں......ذروں نے لطف خواب کو چھوڑا۔

گلے ملنے لگے اٹھ اٹھ کے اپنے ہمدم سے۔

وہ دیکھو...... یہ ذرات باہم مل کر ایک جسم کی تشکیل کر رہے ہیں۔ وہ دیکھو۔ ہڈیوں کی تجدید ہو رہی ہے......وہ دیکھو گوشت اور پٹھے بن رہے ہیں۔ وہ دیکھو ان میں رگوں، وریدوں، شریانوں اور اعصاب کا جال بچھ رہا ہے...... وہ دیکھو کس طرح ان پر کھال کا غلاف چڑھ رہا ہے۔ وہ دیکھو کھال پر سفید بال اُگ آئے......

اب دیکھتے رہنا کہ کس طرح صد سالہ مردہ گدھا موت کی نیند سے بیدار ہوتا ہے۔

اٹھ اے مردہ گدھے!

اس آخری فقرے کا مخاطب میرا تجدید شدہ وجود تھا۔ اس فقرے سے پہلے کہے ہوئے الفاظ مجھے بہت دور سے سنائی دے رہے تھے اور اس دوران نہ میں

Presented by Ziaraat.Com

عزیرؑ کو دیکھ سکتا تھا، نہ اس نورانی وجود کو لیکن یہ آخری فقرہ جو مجھے حکم کے انداز میں کہا گیا تھا، سن کر میں یکبارگی نیند سے جاگ اٹھا...... میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ فضا بہت خوشگوار ہے اور گرمی کا نام ونشان تک نہیں۔ لیکن وہ وجود بدستور میری نظروں سے اوجھل رہا۔ صرف عزیرؑ کھڑے حیرت وتعجب سے مجھے یوں دیکھ رہے تھے جیسے میں نیند سے بیدار نہیں ہوا بلکہ موت کے بعد زندہ ہوا ہوں۔ میں خود ابھی تک حیرت زدہ تھا۔ انہیں دیکھ کر میں حسب عادت احتراماً کھڑا ہو کر رینگا۔ مجھے خوشی ہوئی کہ میں ہمیشہ کی طرح باقاعدہ رینگ سکتا تھا۔

عزیرؑ مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کپکپائی آواز میں بولے:

"اعلم ان الله علی کل شیء قدیر"

''واقعی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

میرے آقا عزیرؑ کا کھانا بدستور تازہ تھا......!

یہ کیا موت تھی جو پورے سو سال ہم پر طاری رہی۔ جس میں ہمارے بدن تو خاک ہو گئے لیکن آب انگور جو گرمی میں چند گھنٹے بھی صحیح حالت میں نہیں رہ سکتا، بدستور تازہ رہا۔

عزیرؑ نماز میں مصروف ہو گئے۔ فارغ ہونے کے بعد انہوں نے کچھ کھانا چاہا لیکن ایک لقمے سے زیادہ نہیں کھا سکے۔ پھر وہ مجھ پر سوار ہوئے اور ہم گاؤں کو واپس چلے۔

اس عجیب وغریب دن سب سے پہلا منظر ہمیں یہ پیش آیا کہ جب ہم اپنے خیال میں گاؤں پہنچے......تو وہاں گاؤں کا نام ونشان نہ تھا......یعنی جس گاؤں سے ہم صبح نکلے تھے، وہ اب ظہر کے وقت موجود نہ تھا۔ بلکہ اس کی جگہ ایک نئی آبادی تھی جس کے مکانات نئی وضع کے تھے اور لوگوں کے لباس بھی پہلے جیسے نہ تھے حتیٰ کہ گدھوں کی زینوں کے نمونے بھی بدل چکے تھے۔ میں نے زمین میں عزیرؑ کے گھر

Presented by Ziaraat.Com

کی خوشبو تلاش کی لیکن وہ بھی مجھے نہ ملی۔ غرضیکہ کوئی بھی چیز پہلے جیسی نہ تھی۔ میں ڈر کر ایک گوشے میں بے حس وحرکت کھڑا ہو گیا۔ مجھے کچھ کچھ معلوم ہونے لگا کہ کیا واقعہ ہوا ہے۔ گاؤں کے اندر پھر کر مجھے احساس ہوا کہ میں مر کر زندہ ہوا ہوں۔ اس احساس سے میں تھر تھر کانپنے لگا اور اگر عزیرؑ مجھے تسلی نہ دیتے تو میں ضرور ہی پاگل ہو جاتا۔ ظاہر ہے کہ میری خوفزدگی بلا سبب نہ تھی۔ میں نے دیکھا کہ ہماری لمبی نیند نے میرے اور میری جنس کے گدھوں کے درمیان ایک نا قابل عبور خلیج حائل کر دی ہے......اب گدھے مجھے دیکھ کر پہلے کی طرح محبت سے میرے قریب نہیں آتے تھے بلکہ خوفزدہ ہو کر رینگتے ہوئے مجھ سے دور بھاگ جاتے تھے۔

عزیرؑ نے گاؤں کے لوگوں کو سمجھانا چاہا کہ وہ اسی گاؤں کے رہنے والے ہیں اور ان کا نام عزیرؑ ہے۔ لیکن انہوں نے ان کا دعویٰ تسلیم نہیں کیا۔ وہ ان کی اس بات پر ہنس دیتے اور کہتے۔

''عزیرؑ تو ایک سو سال پہلے اس گاؤں سے گئے تھے اور واپس نہیں آئے۔ وہ تو مدت ہوئی مر چکے ہیں۔ اب تو وہ عدم کی انتہائی منزلوں میں ہوں گے۔'' عزیرؑ نے کہا:

''میں عزیرؑ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے موت دے کر سو سال کے بعد زندہ فرما دیا ہے۔ میرے بیٹے پوتے کہاں ہیں؟ ان سے مجھے ملواؤ''۔

وہ لوگ انہیں عزیرؑ کے پوتوں کے پاس لے گئے۔ ان میں سے سب سے چھوٹے کی عمر ساٹھ سال تھی جبکہ خود عزیرؑ پچاس برس کے تھے۔ ۶۰ سالہ پوتے کو ۵۰ سالہ دادا کے ساتھ بیٹھا دیکھ کر لوگ تعجب کرتے تھے اور پوتا خود سے کم عمر شخص کو دادا ماننے پر تیار نہ تھا۔

عزیرؑ کے گاؤں سے نکلنے کے بعد اس وقت کے لوگوں میں سے صرف ایک عورت زندہ رہی تھی......

وہ ''ہانم'' تھی۔ ہماری ۲۰ سالہ نوجوان خادمہ جو اب ایک سو ۱۲۰ سال کی

www.ziaraat.com
Saeed-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

ضعیف بڑھیا تھی۔ جب اس نے سنا کہ عزیرؑ واپس آ گئے ہیں تو اپنے نیم جان سن رسیدہ بدن کو لاٹھی کے سہارے تقریباً گھسیٹتی ہوئی وہاں لائی۔ بڑھاپے سے اس کی نظر جاتی رہی تھی۔ میں نے اس کی خوشبو سونگھی اور فوراً اسے پہچان لیا اور جلدی سے اس کے پاس جا کر خوشی سے دم ہلانے اور زور زور سے رینگنے لگا۔

سارے گاؤں میں صرف یہ ایک بُوتھی جسے میں پہچانتا تھا۔ بوڑھی ہانم نے کہا:

''کون ہے جو عزیرؑ کا ذکر کرتا ہے جبکہ انہیں مرے ہوئے سو سال ہو گئے ہیں اور گاؤں کے لوگ انہیں بھول بھی چکے ہیں۔''

پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر ان کی یاد میں رونے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد وہ بولی۔

''عزیرؑ مستجاب دعا تھے۔ اگر آپ عزیرؑ ہیں تو میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالٰی میری بینائی لوٹا دے۔''

عزیرؑ نے دعا کی تو اس کا اندھا پن دور ہو گیا اور اس کی آنکھیں اور نظر اپنی اصلی حالت کو لوٹ آئیں۔ جب اس نے انہیں دیکھا تو فوراً پہچان لیا اور تہہ دل سے انہیں مرحبا کہہ کر وہ ان کے قدموں میں گر پڑی اور روتے روتے انہیں چومنے لگی...... میں اس کے گریے میں شریک ہو گیا اور میری آنکھوں میں بڑے بڑے آنسو آ گئے۔

عزیرؑ کے پوتوں نے کہا:

''ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ عزیرؑ کے پاس تورات کا ایک نسخہ تھا جو ہمارے گھر سے باہر نہیں گیا لیکن ہم بصد کوشش بھی اسے نہیں پا سکے۔ اگر آپ واقعی عزیرؑ ہیں تو وہ نسخہ کہاں ہے؟۔ اس کے کچھ ورق ضائع ہو گئے تھے اور وہ جنگ کے دوران کچھ پھٹ بھی گیا تھا جس کے بعد ہم نے اس کا خیال چھوڑ دیا تھا۔

عزیرؑ نے اپنے دل اور سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

Presented by Ziaraat.Com

"تورات میرے دل میں محفوظ ہے اور مجھے یاد پڑتا ہے۔ کہ اس کا ایک نسخہ میں نے اس سوکھے ہوئے درخت کے تنے میں محفوظ کیا تھا۔ آؤ دیکھیں اگر وہ موجود ہو۔

ہم اس پرانے اور بوسیدہ درخت کے پاس گئے جس کے گرد اونچی اونچی جھاڑیاں اُگ آئی تھیں۔ عزیزؑ نے ہاتھ بڑھا کر اس کے کھوکھلے تنے میں سے تورات کے بچے ہوئے ورق نکال لئے۔

تعجب و عقیدت سے لوگوں کی چیخیں نکل گئیں۔ عزیزؑ کے گرد پر جوش ہجوم کے دوران لوگوں نے میری طرف توجہ نہ دی بلکہ سرے سے میرے وجود ہی کو نظر انداز کر دیا۔

قصہ تمام ہوا اور میں اسٹیج سے رخصت ہو کر پس منظر میں چلا گیا۔

گاؤں کی ساری آبادی اپنے نبی کے گرد اُمنڈ آئی تھی جنہیں اللہ تعالیٰ نے موت کے بعد زندہ فرما دیا تھا۔ میں اس معجزے میں برابر کا شریک تھا۔ لیکن مجھے فراموش کر دیا گیا۔

میں لوگوں سے دور چلا گیا اور دیر تک کھڑا انہیں دیکھتا رہا۔

میں نے سنا کہ ایک یہودی دوسرے یہودی سے کہہ رہا تھا۔

"عزیزؑ اللہ کے بیٹے ہیں۔"

یہ سن کر خوف و دہشت سے میری ہڈیاں کانپ اٹھیں اور میں نے ایک چشم دید گواہ کی حیثیت سے تاریخ کی فیصلہ گاہ میں پیش کرنے کیلئے اپنی یادداشتیں قلمبند کرنے کا عہد کر لیا۔ آج میں انہیں تحریر کر کے اپنے عہد سے سبکدوش ہو رہا ہوں۔

☆☆☆☆☆

www.Ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

سگ اصحاب کہف

میں زیادہ سے زیادہ وفاداری دیتا ہوں اور کم سے کم عوض پر راضی ہو جاتا ہوں۔ میں مجسم وفا ہوں، وفا کا پورا پورا حق ادا کرتا ہوں، وفا کو نبھانا جانتا ہوں۔ وفا کے صرف اعتراف پر قناعت کر لیتا ہوں اور برائے نام وفا پر بھی راضی برضا رہتا ہوں۔

میں ''قطمیر'' ہوں۔ اصحاب کہف کا کتا، جو مومنوں کی ایک جماعت کے ساتھ پورے ۳۰۹ سال ایک غار میں سویا رہا لیکن جب بیدار ہوا تو نصف گھنٹہ سو کر اٹھنے والے کی طرح تازہ دم تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جو کچھ ہوا، بہت خوب ہوا۔ ورنہ میں تو روئے زمین پر عدل وانصاف کے عدم وجود کی وجہ سے اپنا ایمان ہی کھو دینے لگا تھا۔

بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ کتے کو کھانے اور بھونکنے کے علاوہ کسی چیز سے دلچسپی نہیں۔ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ سراسر وہم ہے اور اس میں ذرہ بھر بھی حقیقت موجود نہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ کتا ایک حقیر وذلیل مخلوق ہے جس کا نام گالی کے مترادف ہے، حتیٰ کہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا اور (لقد کرمنا بنی آدم......) ''ہم نے انسان کو بزرگی عطا فرمائی''۔ کے الفاظ سے اس کی عزت افزائی فرمائی۔ اپنے ساتھی انسان کو تحقیر وتذلیل کے مقصد سے ''کتے کا بچہ'' کہہ کر پکارتا ہے...... لیکن ہم کتوں کو اس میں اپنی کوئی تحقیر نظر نہیں آتی کیونکہ کتا ہونے کی وجہ سے ہم کافر نہیں بن جاتے۔ کوئی بھی مخلوق، خواہ وہ کتنی ہی حقیر جنس سے تعلق رکھتی ہو،

Presented by Ziaraat.Com

جہاں تک میں جانتا ہوں، کفر نہیں کرتی۔ یہ شرف صرف انسان ہی کو حاصل ہے جو اشرف المخلوقات ہوتے ہوئے بھی اپنے خالق حقیقی کا انکار کر دیتا ہے اور بعض اوقات اس کے مقابلے میں اپنے ہاتھوں سے طرح طرح کے معبود تراش لیتا ہے۔

اور یہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت تھی کہ اس نے ہمیں کتا بنانا پسند فرمایا اور دوسروں کو انسان بنا دیا۔ ہم اس کی رضا پر پوری طرح راضی اور خوش ہیں۔ اگر وہ چاہتا کہ کتے کو انسان یا انسان کو کتا بنا دے تو وہ قادر مطلق ایسا کر دیتا۔ اس کے فیصلے یا اس کی مشیت کو کون بدل سکتا ہے اور کس کو اس میں دم زنی کی مجال ہی ہے؟ تو پھر انسان ہمارے ساتھ بے انصافی اور بدسلوکی کیوں کرتا ہے اور کیوں اس نے ہمارے نام کو گالی بنا رکھا ہے؟ آخر کیوں؟

میں ہمیشہ بھونک بھونک کر اس کے خلاف احتجاج کرتا ہوں اور دوٹوک انداز میں اعلانیہ اسے ظلم صریح قرار دیتا ہوں۔

لیکن بہر حال یہ واحد ظلم نہیں ہے جس میں انسان کو اختصاص حاصل ہے، بلکہ شاید یہ تو اس کا خفیف ترین اور سادہ ترین ظلم ہے۔ میں نے اسکے ظلم کے کئی رنگ دیکھے ہیں اور سینکڑوں شکلیں اسکی میری نظر سے گزری ہیں۔ یہ ظلم میری پیدائش کے ساتھ ہی شروع ہوئے اور میری پوری زندگی جاری رہے اور اگر غار والا معجزہ رونما نہ ہوتا تو میں ضرور کہہ دیتا کہ عدل وانصاف کو میرا آخری سلام ہو......

میں ایک روشن آفتابی صبح کو شہر "افسوس" کے ایک دور دراز ویرانے میں پیدا ہوا تھا۔ اس جگہ پر میری ولادت نے ہمیشہ کے لئے میری زندگی کے خطوط معین کر دیئے۔ قدرت کو یہ منظور تھا کہ میدان حیات میں میرا داخلہ ایک آوارہ کتے کی حیثیت سے ہو اور میں ساری زندگی ظالم حکومت کی چیرہ دستیوں کا شکار رہوں۔ میری ماں میری شیر خوارگی کے اختتام سے پہلے ہی مجھ دکھیا کو اس بھری دنیا میں اکیلا چھوڑ کر رخصت ہوگئی۔ ماں کی موت میری زندگی کا پہلا بڑا حادثہ تھا جس نے بجلی

Presented by Ziaraat.Com

کی طرح گر گر کر میری زندگی کی امنگوں کو جلا ڈالا۔

اگر میں آپ کو بتاؤں کہ وہ کیسے مری تو آپ کو ظلم و ستم کے ان سیاہ ایام کا اندازہ ہو جائے گا جس میں ہم زندگی گزار رہے تھے۔ شہر افسوس میں بتوں کی پوجا ہوتی تھی اور حاکم وہاں کا ایک کافر انسان تھا جبکہ رعایا میں اکثریت چاپلوس، طالع آزما اور صوابدید سے محروم افراد کی تھی۔ ایسے شہر میں پیدا ہونا جہاں کے باشندے اہل رائے نہ ہوں، بجائے خود ایک المیہ ہے۔ یہ ایسا ہے جیسے کوئی جہنم میں پیدا ہو جائے کیونکہ ہر لحظہ اسکے سر پر ظلم کی تلوار لٹکتی رہتی ہے اور کسی بھی لمحے کوئی بھی بڑے سے بڑا ظلم اس پر وارد ہو سکتا ہے خواہ وہ بیگناہ و بے قصور ہی کیوں نہ ہو اور جب تک لوگ اللہ تعالیٰ سے کفر کرتے رہیں گے، ہر ظلم جائز اور ہر بے انصافی چلن میں رہے گی کیونکہ کفر سے بڑا گناہ کوئی بھی نہیں اور جہاں کفر ہو وہاں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

اہل افسوس کے ذہن میں اچانک یہ فتور اُٹھا کہ شہر میں کتوں کا عدد روز بروز بڑھ رہا ہے۔ ان کا کہنا تھا یہ کتے سارا سارا دن اور پوری پوری رات بھونکتے ہیں اور ہماری نیند خراب کرتے ہیں۔ ہمارا ہی دیا ہوا کھاتے ہیں اور ہمارے ہی بچوں کو کاٹتے ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ ہماری عبادت گاہوں کو بھی پلید کرتے ہیں۔ کہہ رہے تھے ان سب کو ختم کر دینا چاہیئے۔ خدا گواہ ہے کہ ان کے یہی الفاظ تھے، اور خدا گواہ ہے کہ وہ جھوٹ بولتے اور مبالغے سے کام لیتے تھے۔ کیونکہ ان میں سے ہر شخص اس فالتو کھانے میں جو ان کے گھروں میں پڑا پڑا سڑ جاتا ہے، کچھ نہ کچھ یا کوئی چھوٹا سا ٹکڑا ہمیں بھی دے دیتے تو نہ ہمیں بھونکنے کی ضرورت رہے اور نہ ہی ان سے شکایت۔ بلکہ ہم انکے ساتھ پورے امن و سلامتی اور مکمل صلح و آشتی سے رہیں...... یہ تو انہوں نے یاد رکھ لیا کہ ہمارے بھونکنے سے وہ راتوں کو سو نہیں سکتے، لیکن یہ بھول گئے کہ انکی نیند کی بربادی کا اصل سبب انکے اپنے ضمیر کی بھونک ہے۔

بہر حال ہمارے اس جرم کی پاداش میں انہوں نے ہمیں تلف کر دینے کا

Presented by Ziaraat.Com

فیصلہ کیا اور ہمارے قتل عام پر متفق ہو گئے۔

دوسرے ہی دن سینکڑوں مسلح افراد تلواریں سونتے ہوئے ہماری آواز کو خاموش کرنے کی غرض سے گھروں سے نکل پڑے۔ ذرا تصور کریں کہ تلوار بلند ہوتی ہے اور پھر چمکتی ہوئی ہم میں سے کسی کے بے گناہ بدن پر نازل ہوتی ہے اور اس میں سے نکلنے والی چیخ کو سنائی دینے سے پہلے ہی خاموش کر دیتی ہے۔ یا نصف مقتول کتا اپنے دوسرے نصف کو چند قدموں پر تڑپتا دیکھ کر بھونکتا ہے۔

میری شیر خوارگی کا زمانہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ وہ لوگ تلواریں بلند کیے ہمارے ویرانے میں بھی داخل ہو گئے۔

میں ایک درخت کے نیچے دو پتھروں کے درمیان لیٹا ہوا نصف نیند اور نصف بیداری کے عالم میں تھا۔ میرے ساتھ ہی میرے دو بھائی بھی لیٹے تھے۔ ماں ہمیں محفوظ کر کے کہیں رزق کی تلاش میں نکلی تھی۔ جب وہ واپس آئی تو میں نے دیکھا کہ وہ بھاگ رہی ہے اور ننگی تلواروں والے اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔ خون اگلتی ہوئی ایک تلوار کا بھرپور وار میری ماں پر پڑا جس سے اس کا ایک بازو کٹ گیا۔ وہ اپنے خون میں لوٹنے لگی۔ بھونک بھونک کے ہمیں خبردار کر کے کہتی تھی۔

"اچھی طرح چھپ جاؤ۔ شہر والے پاگل ہو گئے ہیں اور اپنے ہم شہروں کو قتل کرتے پھر رہے ہیں۔

میں نے اپنی ماں کو اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتے دیکھا تو میرا خون کھولنے اور بھیڑیوں کے ساتھ اپنی فطری دشمنی کے باوجود میں نے تمنا کی کہ بھیڑیا بن جاؤں جس کی پوری ایک ہزار خونخوار کچلیاں، ایک ہزار تیز خونریز پنجے اور ہزار ہی جانیں ہوں، مجھ پر لرزہ طاری رہا حتیٰ کہ ماں کے نزع کا لرزہ موقوف ہوا۔ جب قاتل وہاں سے رخصت ہو گئے تو میں نے باہر نکل کر اپنی ماں کو پکارا لیکن وہ نہیں جاگی۔ میں نے کہا:

Presented by Ziaraat.Com

"ماں میں بھوکا ہوں۔ مجھے دودھ دے۔"

لیکن اس نے جواب نہیں دیا۔ وہ سرخ خون کے جوہڑ میں پڑی ہوئی تھی جہاں وقفے وقفے سے اسکی ایک ٹانگ پھڑک رہی تھی۔ باقی بدن اس کا اکڑ چکا تھا۔

اس طرح شیر خوارگی ختم ہونے سے پہلے ہی میں یتیم ہو گیا اور زندگی کے حوادث کا مقابلہ کرنے کے لئے وقت نے مجھے اکیلا کر کے بے یارو مددگار چھوڑ دیا اور اگر میری ماں کی ایک دوست کتیا اس کے ممتا بھرے پستان نہ ہوتے تو میں آج آپ سے یہ قصہ بیان کرنے کے لئے زندہ نہ ہوتا۔

میں اس کا دودھ پی کر جوان ہوا اور پھر اس کے بڑھاپے تک میں نے اس کی خدمت کی۔ میں اس کے لئے ہڈیاں اور روٹی کے ٹکڑے زمین میں چھپا دیتا اور جب وہ مجھ سے ملنے کے لئے آتی تو میں سب کچھ نکال کر اس کے آگے رکھ دیتا۔ وہ کھاتی رہتی اور میں دم ہلاتا اسے دیکھتا رہتا۔

خدا گواہ ہے کہ میں بھوکا رہ کر اسے کھانا کھلاتا تھا۔ خدا گواہ ہے کہ میں اسے اس لئے کھانا نہیں کھلاتا تھا کہ اس نے بچپن میں مجھے اپنا دودھ پلایا تھا اور شیر خوارگی کے ایام میں میری جان بچائی تھی۔ میں ایسا سوچنا بھی حد درجے کی کمینگی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ یہ انداز فکر منفعت پرست ذہن کا ہے۔ میں تو اسے محض اس لئے کھلاتا تھا کہ اس نے میری ماں کے ساتھ اپنی دوستی کو نباہ کر کتا ہونے کا حق ادا کیا تھا اور کتوں کی وفاداری کی تاریخ میں ایک زریں باب کا اضافہ کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

پھر میں بڑا ہو گیا اور زندگی کے مسائل میں الجھ گیا۔

میرا وتیرہ تھا کہ زندہ رہنے کے لئے سورج نکلتے ہی رزق اور عشق کی تلاش میں نکل پڑوں۔ اس سارے ملک میں کرم کی صفت صرف سورج میں تھی۔ جبکہ لقمہ بہت کمیاب تھا اور اگرچہ عشق بازی کے مواقع فراواں تھے۔ لیکن رزق کی تنگی کی

Presented by Ziaraat.Com

حالت میں اس ارزانی وفراوانی میں نہ کوئی جاذبیت ہی تھی نہ لذت۔ جسم اور روح کے درمیان ہر وقت تار عنکبوت تاننے میں مصروف ایک کم خوراک اور ضعیف و لاغر بدن کو عشق بازی کی فرصت ہی کب ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں یہ منہ چڑاتی فراوانی تو منہ کا ذائقہ پھیکا اور ذہن کا مزا کرکرا کر دیتی ہے۔

قاری محترم کے لئے بھٹکے ہوئے، آوارہ یا بقول بعض بازاری کتے کی کٹھن زندگی کا تصور بہت مشکل ہے۔ یہ زندگی بڑے جوکھم اور مشکلات کی زندگی ہوتی ہے۔ اس میں اسے اپنے رزق کے بارے میں بھی سوچنا ہوتا ہے اور وقت پڑنے پر عین اسی لمحے جس کے بعد دوسرا لمحہ نہیں ہوتا۔ بھاگ اٹھنے کیلئے اپنے حواس خمسہ کو ہر وقت چوکس اور بیدار بھی رکھنا ہوتا ہے کیونکہ کون جانتا ہے کہ کتوں کے قتل عام کا اعلان کب ہو جائے۔ ہر رات اسے نئے ویرانے میں گزارنی ہوتی ہے۔ اس کی زندگی میں کوئی ٹھہراؤ نہیں ہوتا بلکہ اس کے اعصاب پر "قاتل کل" کا پراسرار اور نامفہوم خوف سوار رہتا ہے اور دل میں ہر وقت کسی قاتلانہ حملے کا خوفناک احساس کھٹکتا رہتا ہے۔ زندگی بھر وہ صرف انسان کی غیر انسانی یلغار کی خبر پر کان لگائے رکھتا ہے اور انجام کار وہ اپنی ذات وصفات سے منقطع ہو کر ایک متحرک مرعوبیت بن جاتا ہے جسے خطرے کے خفیف ترین اشارے پر بھاگ اٹھنے کے لئے تیار رہنا ہوتا ہے۔ یہ بڑی خوفناک اور خوفزدہ زندگی ہے جو ولولہ انگیز بھی ہے اور قاتل بھی۔

ایسی زندگی میں میری شناسائی ایک ایسے انسان سے ہوگئی جس کی زندگی میں مجھے اور جسے میری زندگی میں ایک کردار انجام دینا تھا۔ یہ ملاقات ایک ویرانے میں ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک چرواہا اپنی بھیڑوں کے ریوڑ کے ساتھ ویرانے میں داخل ہوا اور انہیں ایک جگہ بٹھا کر نماز میں مصروف ہو گیا۔ میں اس سے قریب ہو گیا اور کان لگا کر اس کے الفاظ سننے لگا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید بیان کر رہا تھا اور اسے لاشریک معبود حقیقی مان کر باقی سب معبودان باطل سے بیزاری کا اعلان کر رہا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

میری فطرت مستقیم اور عقل سلیم نے فوراً پہچان لیا کہ وہ ایک مومن انسان ہے۔ میں اس کے پہلو میں بیٹھ گیا حتیٰ کہ اس نے نماز ختم کی۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہوا۔ یقین کیجئے کہ اس کے انسان ہونے کے باوجود مجھے اس سے قطعاً کوئی خوف محسوس نہیں ہوا۔ پھر وہ کھانا نکال کر کھانے لگا جو روٹی اور گوشت پر مشتمل تھا۔ گوشت کے ٹکڑے کو میں نے غور سے دیکھا۔ لیکن اس میں کوئی ہڈی مجھے نظر نہیں آئی جس سے مجھے کچھ مایوسی ہوئی لیکن میں دم ہلاتا رہا۔ اس پر اس نے اپنے دانتوں کے ساتھ گوشت سے ایک ٹکڑا الگ کیا اور میری طرف دیکھنے لگا۔ میری دم کی حرکت میں تیزی آ گئی۔ اس نے گوشت کا ٹکڑا ہاتھ میں لے کر میری طرف دیکھا اور مجھ سے پوچھنے لگا۔

''اے مخلوق خدا۔ کیا تو بھوکا ہے؟''

میں نے جواب میں دم کی حرکت کو مزید تیز کر دیا لیکن اپنی جگہ سے نہ ہلا...... کیونکہ کیا جانے کہ اس کی یہ ابتدائی مہربانی کہیں مجھے پھانسنے کی غرض سے نہ ہو......اور یہ بھی تو ممکن تھا کہ وہ میرے ساتھ مذاق ہی کر رہا ہو۔ بہر حال میں نے سوچا کہ ابھی سے خوامخواہ کی امید باندھ لینے کی ضرورت نہیں اور کچھ بے نیاز ہونے کی کوشش کرنے لگا۔ میری دم کی حرکت بھی سست پڑ گئی۔

اب چرواہے نے بوٹی والا ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ مجھے اس کی نیت میں سنجیدگی نظر آئی تو میں نے خوش ہو کر تشکرانہ انداز میں دم ہلانی شروع کی۔ لیکن اپنی جگہ پر جما رہا۔ سوچا کہ کہیں یہ خواب تو نہیں۔ کہیں میں سو تو نہیں رہا۔ عین ممکن ہے کہ یہ خواب ہی ہو کیونکہ ایسا منظر خواب میں تو میں نے کئی بار دیکھا تھا کہ انسان بیٹھا ہے، اس کے ہاتھ میں گوشت کا ٹکڑا ہے جسے وہ کھا رہا ہے۔ پھر اس نے مجھے بھی اس میں سے کچھ دیا ہے لیکن بیداری کے عالم میں میرا یہ پہلا تجربہ تھا۔ میں نے سوچا ہو نہ ہو یہ خواب ہی ہے۔ لیکن میں نے اپنے دل سے کہا۔ گرمی اس

Presented by Ziaraat.Com

قیامت کی ہے کہ میری زبان میرے منہ سے لٹکی ہوئی ہے۔تو اگر میں نیند میں ہوں تو مجھے اتنی گرمی کیوں محسوس ہو رہی ہے، ایسا تو صرف بیداری ہی میں ممکن ہے۔ یہ کیسا خواب ہے جو بیداری جیسا ہے۔کیا خواب بھی ترقی کرنے لگے۔؟میں نے اپنے آپ کو کاٹ کر نیند یا بیداری کی تشخیص کرنا چاہی...... لیکن ادھر چرواہے کو بھی اندازہ ہو گیا کہ مجھے اس پر اعتبار نہیں آ رہا۔لہٰذا اب اس نے وہ ٹکڑا میری طرف پھینک دیا۔میرے اور اس کے درمیان تقریباً چار میٹر کا فاصلہ تھا گوشت کا ٹکڑا ہوا میں بلند ہوا...... مجھے یقین ہوا کہ ہرگز خواب نہیں ہے۔پس میں بھی ہوا میں اچھلا اور منہ کھول کر اس کی طرف متوجہ ہوا اور بڑی صفائی سے میں نے یہ تحفہ ہوا ہی میں اپنے منہ سے اچک لیا۔

زندگی میں پہلی بار گوشت کا ٹکڑا پا کر میں خوشی سے آپے سے باہر ہو گیا۔میرا جسم فرط مسرت میں رقص کرنے لگا...... میری دم رقص کرنے لگی۔میرے نیچے زمین رقص کرنے لگی۔میرے اوپر آسمان رقص کرنے لگا۔اس میں تکی سورج کی روشن سنہری تک رقص کرنے لگی...... غرضیکہ پوری کائنات میرے رقص کناں جسم کے گرد رقص کرنے لگی۔

واہ......لطف آ گیا!اے گوشت کے خوشبودار ٹکڑے۔تو کتنا لذیذ اور مزے دار ہے؟!۔میں نے رقص ہی کے دوران غرا کر چرواہے سے کہا:

"اگر ممکن ہو تو...... براہ کرم۔ایک اور...... آج زندگی میں پہلی بار کریم ہاتھوں کی خوشبو سے مہکتا ہوا انتہائی لذیذ گوشت کھانا نصیب ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ اس ابتداء کو پُر برکت بنائے۔

لیکن چرواہے۔کی جھینپی ہوئی مسکراہٹ سے مجھے اندازہ ہوا کہ اس کے پاس گوشت کا صرف یہی ٹکڑا تھا۔

میں دوڑ کر اس کے پاس گیا اور بڑی عقیدت سے دم ہلا ہلا کر پیار سے اس

Presented by Ziaraat.Com

کے پیر چومنے لگا۔ اس کے جسم کی بو کو میں نے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا اور قسم کھائی کہ اس بو کا تاابد وفادار رہوں گا۔

چرواہا وہاں سے رخصت ہونے لگا تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے چلا۔ اس نے مجھے دھتکارا کہ واپس چلا جاؤں لیکن میں نے اس کی خدمت میں رہنے پر اصرار کیا۔ میں نے عہد کیا کہ اس کا ساتھ کبھی نہ چھوڑوں گا۔ اس کی چوکیداری کروں گا۔ اس کے لئے بھونکوں گا۔ اس کی بھیڑوں کی حفاظت کروں گا اور اسے ہر قسم کے گزند سے بچانے کے لئے پوری پوری رات جاگا کروں گا۔ اس نے مجھے بھگانے کی بہت کوشش کی لیکن اس کے قدموں سے چمٹا اور انہیں چومتا رہا۔ آخر کار اس نے مجھے بھگانے کا ارادہ ترک کر دیا اور مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے اسے شاہی محل کا رخ کرتے دیکھا۔ مجھے یہ اندازہ کر کے مایوسی ہوئی کہ وہ کافر بادشاہ کا آدمی ہے۔ بہر حال ہم سب بھیڑیں اور میں اس کے پیچھے پیچھے محل میں داخل ہو گئے۔ دراصل وہ قصر شاہی میں بھیڑیں پہنچانے کا ٹھیکیدار تھا۔ وہ دن روئے زمین پر میری پہلی محبت کی ابتداء کا دن تھا۔ شاہی محل کی ملکہ ''برنسا'' کی کتیا سے میری ملاقات ہو گئی۔ وہ عنابی رنگ کی ایک نوجوان خوبصورت کتیا تھی۔ میں بے ساختہ چلا اٹھا!

''واہ واہ۔ کیا کہنے میں! کیسا حسن پایا ہے! کیا زیبائی ہے!''

کتیا نے میری طرف استفہامی نگاہوں سے تعجب کے ساتھ دیکھا تو میں نے کھسیانا ہو کر کہا:

''میرا مطلب ہے کہ یہ محل بہت خوبصورت اور دیدہ زیب ہے۔''

اور ساتھ ہی میرے ذہن میں اس ویرانے کی یاد آگئی جس میں میں بدبختی کے دن گزارتا رہا تھا۔ میں نے دونوں انتہاؤں میں مقابلہ کیا تو ظالمانہ طبقاتی امتیازات کے گھناؤنے پن کا زہریلا احساس میرے دل کو ڈسنے لگا۔ آپ سوچیے

Presented by Ziaraat.Com

ہوں گے کہ میں تہذیب کے اسرار سے واقف ایک انقلابی کتا ہوں۔ جی ہاں۔ آپ ٹھیک سمجھے۔ الحمد للہ کہ میں ایک مہذب کتا ہوں۔ لیکن میں نے تہذیب امراء وتجار کے قالینوں پر بیٹھ کر نہیں سیکھی بلکہ وحشت خیز ویرانوں میں آئے دن پیش آنے والے تلخ تجربات سے حاصل کی ہے۔ وہاں پر آپ دنیا کے آلام کا عملی طور پر مطالعہ کرتے ہیں اور ان سے تجربہ بھی حاصل کرتے ہیں اور سبق بھی۔

اس محل کے باغ میں شہر کے سب سے بڑے معبود دیوتا کا مجسمہ نصب تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ گوشت کھانے کے بعد میں نے پانی بہت پیا تھا۔ میں یکبارگی مجسمے کی طرف بھاگا اور ایک ٹانگ اٹھا کر اس پر پیشاب کر دیا۔ اس لمحے وہ عنابی کتیا میرے پاس آ کر غرانے لگی۔ یہ غراہٹ وحشی نہیں تھی بلکہ بڑی محلاتی اور ناز والی تھی۔ میں نے پوچھا۔

''غراتی کیوں ہو؟'' جواب میں بولی۔

''تم نے یہ جرأت کیسے کی؟ نہیں جانتے کہ یہ مجسمہ شہر افسوس کے شاہی معبود کا ہے جو یہاں کا سب سے بڑا دیوتا ہے؟!'' میں نے بے پروائی سے کہا:

''سب سے بڑے کا ہو یا سب سے چھوٹے کا۔ لیکن بی بی مجھے پیشاب کا دباؤ بہت زیادہ تھا۔ اب جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب غرانے چلانے سے کیا فائدہ ہے۔'' اس نے کہا:

''اگر محل کے پاسبانوں کو پتہ چل جائے کہ تم نے ان کے سب سے بڑے اور معزز ترین معبود کو ناپاک کر دیا ہے تو وہ تمہاری تکہ بوٹی کر دیں گے تاکہ پھر کسی کو اس جگہ آ کر پیشاب کا غلبہ نہ ہو۔'' میں نے سرگوشی میں اس سے کہا:

''تم بہت پیاری اور خوبصورت کتیا ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم یہ بات کسی سے نہ کہو گی۔ لیکن ایک بات مجھے بتاؤ کہ کیا تم انسان کی اس خرافات پر یقین رکھتی ہو کہ خود ان کے اپنے ہاتھوں کا تراشا ہوا یہ بت ان کا خدا ہے۔ کیا وہ پتھر کو خدا کہتے

Presented by Ziaraat.Com

ہوئے احمق نہیں لگے۔ کیا ہم بھی جو انسان سے بہر حال ایک کمتر مخلوق ہیں کبھی انسانوں کے اس خود ساختہ خدا کو خالق مان سکتے ہیں۔ خود سوچو کہ اگر کتے ہم دونوں کو اس بت کی پوجا کرتے دیکھ لیں تو کیا وہ ہمیں پاگل نہیں سمجھیں گے۔؟'' وہ میری باتوں سے متاثر ہو کے بولی:

''تم اس شہر میں رہنے والی پہلی بہادر مخلوق ہو جس سے میری ملاقات ہوئی۔ میری تمنا ہے کہ اپنے بارے میں میری پسندیدگی کے ان الفاظ کو اپنے ذہن میں رکھو گے۔'' میں نے کہا:

''رکھ لیا، اور تمہارا بہت بہت شکریہ!'' وہ پوچھنے لگی:

''کہاں سے آئے ہو؟ اور اتنے کمزور کیوں ہو کہ تمہاری ہڈیاں تمہارے بدن سے باہر نکل رہی ہیں۔ تم اتنے دبلے اور لاغر ہو کہ تمہیں دیکھ کر ہنسی آتی ہے۔'' میں نے کہا:

''میں ایک ویرانے کا باشندہ ہوں۔ آج ہی ایک چرواہے سے وابستہ ہوا ہوں۔ میری لاغری کا اصل سبب کم خوراکی، مہنگائی اور گوشت کی نایابی ہے۔ کیا تم یقین کرو گی کہ میں نے اپنے زندگی میں آج پہلی بار گوشت چکھا ہے جو میرے مالک چرواہے نے مجھے اپنے کھانے میں سے دیا تھا۔'' وہ بولی۔

''براہ مہربانی گوشت کا تو ذکر ہی میرے سامنے نہ کرو۔ میں تو اسے کھا کھا کے اتنی تنگ آ چکی ہوں کہ مجھ اس کے ذکر سے متلی ہونے لگتی ہے۔ اب تو میں ہڈی کے ٹکڑے کو ترستی ہوں۔''

میں نے سمجھا کہ یہ دیوانی ہے جو پاگل پن کی باتیں کرتی ہے۔ بھلا گوشت۔ اور اس سے نفرت۔ اس کے ذکر سے متلی۔ کیا یہ عقل کی باتیں ہیں، میں اس کے ساتھ گفتگو میں محتاط ہو گیا اور اسے کہنے لگا۔

''تم کہتی ہو کہ تم ہر روز گوشت کھاتی ہو۔ تو کیا واقعی ایسا ہے کہ تم ہر روز گوشت

www.ziaraat.com
Sakeena-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

کھاتی ہو۔'' وہ بولی۔

''ہاں بالکل ایسا ہی ہے کہ میں ہر روز گوشت کھاتی ہوں۔'' میں نے کہا:

تو پھر تو میرا خیال ہے کہ تمہارے پاس کچھ بچا ہوا گوشت ضرور ہوگا'' وہ کہنے لگی۔

''دوپہر کا پورا کھانا طشتری میں پڑا ہے۔ میں نے اسے چکھا تک نہیں۔'' میں نے پوچھا۔

''کیا میں وہ طشتری دیکھ سکتا ہوں؟'' کہنے لگی: ''میرے پیچھے آؤ''۔

میں اس کے پیچھے چل پڑا۔ ایک جگہ پہنچ کر میں نے ایک پورا طبق گوشت سے پُر دیکھا۔ اس نے مجھے اشارہ کیا اور کہنے لگی۔

''آ جاؤ اور یہ سارے کا سارا کھالو۔'' میں نے کہا:

''پھر نہ چیخنا کہ میں تمہارا سارا حصہ کھا گیا اور نہ مجھ پر چوری کی تہمت لگانا۔ میں اپنے مالک پر کسی قسم کا حرف آنا پسند نہیں کرتا۔'' وہ بولی:

''تم شہزادی پریسکا کی کتیا ''ناہیش'' سے مخاطب ہو۔ تمہیں ایسے الفاظ نہیں کہنے چاہئیں۔

میں طبق کی طرف متوجہ ہوا پہلے ہی ہلے میں صاف کر گیا۔ میرے پاس چبانے کا وقت نہیں تھا...... کہ کیا معلوم اگلے ہی لمحے کیا ہو جائے۔

پلک جھپکنے میں طبق خالی ہو گیا۔ ناہیش کہنے لگی:

''اتنی جلدی کیسے کھاتے ہو؟ تم مصیبت زدہ لگتے ہو۔ میں نے تمہارے ساتھ شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مجھے محسوس ہوا ہے کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ کیا اسی کو پہلی نظر کی محبت کہتے ہیں؟'' میں نے جواب دیا۔

''شادی سے تو مجھے معذور رکھو اور محبت کے لئے بھی میرا شکریہ ہی قبول کرو کہ محبت کے لئے میرے ٹوٹے پھوٹے دل میں کوئی جگہ نہیں کیونکہ جب کسی مخلوق کی ساری کی ساری توانائیاں لقمے کے حصول میں لگی ہوں تو محبت اس کے لئے

Presented by Ziaraat.Com

مشکل ہوتی ہے۔ محبت ایک عیاشی ہے جس کے میرے جیسے فقیر متحمل نہیں ہو سکتے۔'' وہ خوفناک انداز میں بولی:

''تم مصیبت زدہ اور لاغر ضرور ہو لیکن بہادر ہو اور زندگی کا ایک فلسفہ رکھتے ہو۔ تمہارے لئے میری محبت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ مجھے اجازت دو کہ تمہیں سونگھوں...... تم سے بنفشہ کی خوشبو آتی ہے۔'' میں بولا:

میرے ویرانے میں بنفشے کا ایک پیڑ ضرور ہے اور تمہاری قوت شامہ بھی خوب حساس ہے جس نے میرے جسم میں یہ خفیف سی خوشبو بھی پائی۔ میں تو سمجھتا تھا کہ تعیش کی زندگی نے تمہاری یہ حس ختم کر دی ہوگی۔'' وہ بولی:

''جب بھی تمہیں اپنے ساتھ کھڑا دیکھتی ہوں تو ذہن گھومنے لگتا ہے اور دل بے قابو ہو جاتا ہے۔ میری مانو اور میرے ساتھ شادی کر لو۔

اتنے میں میرے مالک نے مجھے بلایا۔ میں نے اس کی طرف جاتے ہوئے نابش سے کہا: ''میرا مالک مجھے بلا رہا ہے۔ پھر کبھی سہی۔''

میں بھاگ کر چرواہے کے پاس پہنچا۔ بادشاہ بڑے جوش میں چیخ کر اسے کہہ رہا تھا۔

''میں نے ایک بار بھی تجھے اپنے معبود کے آگے جھکتے نہیں دیکھا۔ میں نے کئی بار توجہ کی ہے کہ تو باغ میں سے مجسمے کے پاس سے بڑی گستاخی کے ساتھ بلا سجدہ گزر جاتا ہے۔ اگر تو پاگل ہو گیا ہے تو اس کا بھی علاج ہمارے پاس موجود ہے۔'' اس نے کہا:

''بادشاہ سلامت۔ اپنی نظر کی کمزوری کی وجہ سے میں دیکھ نہ سکا ہوں گا ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کا تو احترام کروں اور آپ کے محترم خدا کا احترام نہ کروں۔'' میں اپنی جگہ کانپ رہا تھا کہ اگر اسے یہ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے معبود پر پیشاب کر دیا تھا تو میرا کیا حال کرے۔؟'' بادشاہ بدستور غصے میں بولا:

Presented by Ziaraat.Com

''یہ میرا ملک ہے اور اس پر میری حکومت ہے۔ یہاں صرف اس معبود کی پوجا ہوگی جسے میں مقرر کروں گا۔ کسی کو میری رائے سے اختلاف کرنے کی اجازت نہیں۔ میں نے اپنے اس حکم کی تعمیل نوک شمشیر سے کروانے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ میں اپنی رعایا کے افعال تو کیا، ان کے ذہنوں میں گزرنے والے افکار و خیالات اور اوہام و تصرفات حتیٰ کہ ان کے خوابوں کا بھی سخت محاسبہ کروں گا۔''

چرواہے نے جواب دیا:

''اللہ تعالیٰ میرے بادشاہ کو مستقبل کی منصوبہ سازی میں کامیابی دے......
اب براہ کرم بچھڑوں، بھیڑیوں اور بکریوں کی قیمت چھ طلائی سکے مرحمت فرمائے جائیں۔ آج میں نے جناب والا کے لئے ایک پلا ہوا بچھڑا پیش کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ میرے آقا کے شکم کو ضرور لذت و راحت دے گا۔''

چرواہا پیسوں کے لئے منتظر کھڑا تھا کہ بادشاہ پھر غیظ و غضب میں کڑکا۔

''چرواہے۔ آج کل ہمارے وزیر کے ساتھ تمہاری بڑی گاڑھی چھن رہی ہے۔ ایک وزیر مملکت اور ایک معمولی چرواہے کے درمیان کیا قدر مشترک ہوسکتی ہے؟! مجھے اس کا درست جواب چاہئے۔''

اس سوال پر چرواہا کانپ گیا اور بدن سے خوف کی لہریں نکلنے لگیں۔ جنہیں میں نے پوری وضاحت سے تمیز کرلیا۔ یہ صاف صاف موت کی دھمکی تھی جس کا سبب بہرحال میری سمجھ سے باہر تھا۔ میں بادشاہ کی طرف منہ کر کے بھونکنے لگا۔

میرے مالک نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے خاموش کیا اور پھر بادشاہ کے جواب میں کہا:

''میرے اور وزیر محترم کے درمیان بھی صرف لین دین کا معاملہ ہے، بالکل اسی طرح جیسے شاہی محل میں میرا لین دین ہے۔ وزیر صاحب کے گھر میں بھی میں گوشت پہنچاتا ہوں۔'' بادشاہ حیرت سے بولا:

Presented by Ziaraat.Com

''یہ تو ہم آج سن رہے ہیں کہ وزیر مملکت بھی گوشت خور ہے۔'' وہ تو سبزی خور مشہور ہے۔'' چرواہا پرسکون ہو چکا تھا، بولا۔

''لیکن ان کے خاندان والے ضرور گوشت خور ہیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وزیر صاحب گوشت نہیں کھاتے۔''

پھر بادشاہ نے جانوروں کی قیمت اسکی طرف پھینک کر اسے رخصت کر دیا۔

واپسی پر ہم سیدھے گھر نہیں گئے۔ بلکہ راستے میں کئی گھروں پر رک کر میرے مالک نے آہستگی سے دستک دی اور انکے مکینوں سے سرگوشی کی۔ گھر پہنچ کر مالک نے میرے گلے میں ایک پیتل کا پٹا ڈال کر اپنے باغ میں مجھے کھلا چھوڑ دیا۔

آدھی رات کے وقت میرے مالک نے اپنا گرم بستر چھوڑا اور گھر سے نکل کر پہاڑوں کا رخ کیا۔ میں اس کے ساتھ تھا۔ قریب پہنچ کر وہ دبے پاؤں دو پہاڑوں کے درمیان ایک مقام پر پہنچا۔ وہاں چھے افراد بیٹھے تھے جن میں سے بعض کو میں نے شاہی محل میں دیکھا تھا جبکہ دوسروں کو میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔ سب نے میرے مالک سے معانقہ کیا اور اسے چوما۔ پھر ان کے درمیان سرگوشیوں میں گفتگو شروع ہو گئی۔ میرے مالک نے کہا:

''بادشاہ کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے وزیر مملکت کے ساتھ میرے تعلقات کا علم ہو چکا ہے، لہٰذا اب بہتر یہی ہے کہ جو کچھ کرنا ہے کر ڈالا جائے۔ مزید تاخیر اس میں یقیناً نقصان دہ ہوگی۔'' ایک بولا:

''بادشاہ پاگل ہو گیا ہے۔ اب وہ جلد ہی دہشت گردی پر اتر آئیگا۔'' دوسرا بولا:

''اس نے فیصلہ کر لیا ہے کہ جو شخص اس کے دیوتاؤں کو نہیں پوجے گا، اس کی تکہ بوٹی کر دے گا۔'' تیسرا بولا:

''ہم سب قتل یا سنگساری کے خطرے سے دوچار ہیں۔'' چوتھا بولا:

''تو پھر اب نجات کی کیا تدبیر کی جائے۔''؟ میرا مالک بولا:

Presented by Ziaraat.Com

''میرا خیال ہے کہ کل تک انتظار کیا جائے اور اس کے بعد ہم اسی وقت اسی جگہ جمع ہوں۔ اگر بادشاہ نے اپنی دھمکی پر عمل کرنے کا حکم دے دیا تو ہم یہاں سے ہجرت کر جائیں گے۔ میں یہاں قریب ہی ایک غار کو جانتا ہوں۔ ہم اس میں دن بھر روپوش رہ کر رات کے اندھیرے میں شہر کی حدود سے نکل جائیں گے۔'' اس کے بعد ہم ایک ایک کر کے وہاں سے رخصت ہوئے۔

میرا مالک تو گھر آ کر سو رہا۔ لیکن میری نیند اچاٹ ہو چکی تھی۔ میں نے سوچا نابیش سے مل آؤں۔

جب میں محل کے دروازے پر پہنچا تو دیکھا کہ وہ میرے لئے منتظر کھڑی ہے۔ ہم دونوں باغ کے ایک گوشے میں تخلیے میں چلے گئے۔ صبح کے وقت جب میں واپس آنے لگا تو اس نے مجھ سے کہا:

''میرے محبوب۔ مجھے کوئی نشانی دو جسے موت تک گلے لگائے رکھوں۔'' میں نے اپنا معدنی پٹہ اتارا اور اسے دیدیا۔ میرے گلے میں وہ ذرا تنگ تھا۔ پھر میں اس کے پاس سے چلا آیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یہ اس سے میری آخری ملاقات ہے۔

صبح ہوئی اور سورج کی کرنیں چمکتی ہوئی تلواروں سے منعکس ہونے لگی۔ جو صرف شبے کی بنیاد پر بے گناہوں کی گردنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہی تھیں۔ بادشاہ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ عوام سے اپنی رائے منوانے کے لئے ابتدائی تدبیر کے طور پر سرکاری فوجوں کی تلواروں سے کام لیا جائے۔ سرکاری افسر عوام کو پکڑ پکڑ کر سنگسار کر رہے تھے اور ان کی موت کے بعد ان پر غیر جانبدارانہ مقدمات چلائے جاتے تھے جن میں ان پر سنگساری یا گردن زنی کا حکم صادر کر دیا جاتا تھا اور جب قاضی پوچھتا کہ سنگسار کیا جانے والا مجرم کہاں ہے تو اسے جواب دیا جاتا کہ بادشاہ عدالت پناہ کی تلوار سرکاری عدالت کے فیصلے پر پیشگی ہی عمل درآمد کر چکی ہے جس پر حاضرین دربار تالیاں پیٹ کر بادشاہ کی روشن ضمیری اور پیش بینی کی داد دیتے جسے

Presented by Ziaraat.Com

انصاف کے تقاضوں کی تعمیل میں لمحے بھر کی تاخیر بھی گوارا نہ تھی۔

اس طرح بیشمار سر اڑائے گئے اور سینکڑوں انسان سنگسار ہوئے......میں نے خود کو بڑی مشکل میں پایا کیونکہ حاکم وقت کے خلاف سازش کا راز کھل جانے کے بعد اس کا کتا ہونے کی حیثیت سے میرا سر بھی مجھے صاف اڑتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ تو پھر کیا کیا جائے؟ کیا اسے چھوڑ دوں؟....اگر میں نے ایسا کیا تو خنزیر ہوں گا۔ میں کتا ہوں۔ میری سب سے اولین صفت وفا ہے۔ میں نے عہد کر لیا کہ میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا.....اور خواہ میری گردن کے ہزاروں ٹکڑے بھی کر دیئے جائیں، میں اس سے بے وفائی کر کے اپنے کتے پن کو رسوا نہیں کروں گا۔ اس کیلئے میری محبت میں مزید پختگی اور استواری آ گئی۔ اور اسی نسبت سے اہل شہر کے بارے میں میری حیرت میں بھی اضافہ ہوا کہ وہ بے مغز لوگ کھلی آنکھوں دیکھ رہے تھے کہ شہر کا سب سے زیادہ کریم النفس اور شریف الطبع انسان قتل ہو رہا ہے لیکن انکے کان پر جوں تک نہیں رینگ رہی تھی۔ حالات عجیب تیز رفتاری سے بدل گئے تھے۔

ہمارے دروازے پر ہلکی سی کھٹکھٹاہٹ ہوئی۔ میں کچھ غرایا لیکن میرے مالک نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ دبے پاؤں چھے آدمی اندر داخل ہوئے جن میں سے دو وزیر تھے۔ وہ میرے مالک سے کہنے لگے۔

اب وقت بالکل نہیں ہے۔ ہمیں فوراً اور بلا تاخیر غار کی طرف روانہ ہو جانا چاہیے۔ ہم سب میرے مالک کے پیچھے چل دیئے۔ غار میں پہنچ کر میرے مالک نے مجھے حکم دیا کہ غار کے دروازے پر باہر کی طرف منہ کر کے پاسبانی کی حالت میں بیٹھ جاؤں اور پاسبانی کا حق ادا کروں اور اگر کوئی آئے تو بھونک کر سب کو خبردار کروں۔

میں سونا تو چاہتا ہی نہیں تھا.....اور پھر یہ پہلی مہم تھی جس پر مالک نے مجھے باضابطہ طور پر مامور کیا تھا۔ اب موقعہ تھا کہ اپنی وفا کا اثبات کروں۔ ان میں ایک کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا۔

Presented by Ziaraat.Com

پھر وہ سارے غار میں متفرق ہو کر سو گئے۔

میرا کام انکی پاسبانی تھا۔ میں نے اپنے پیر غار کی دہلیز پر پھیلا لئے اور پاسبانی کی پوزیشن لے لی۔

میں نے ایک آنکھ کھلی اور دوسری بند رکھی اور اپنے دل میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان مومن بندوں کی حفاظت پر مامور کیا ہے۔ میں ان کی حفاظت کا حق ادا کروں گا۔

پھر میرے دیکھتے دیکھتے میری کھلی آنکھ بھی خود بخود بند ہونے لگی۔ پھر۔ میں بھی سو گیا۔

سب سے پہلے میں بیدار ہوا۔ مجھ پر تھکن کے کوئی آثار نہ تھے لیکن بھوک سے میں سخت نڈھال تھا...... پھر بڑی حیرت سے میں نے دیکھا کہ میرے بال بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ میں نے خود سے پوچھا کہ یہ سب کیا ہے؟ کیا ہم پورا سال ہی تو نہیں سوتے رہے؟۔ میں اپنے ساتھیوں کو جگانے کیلئے زور سے بھونکا۔ وہ سب بیدار ہو گئے اور غار کے دروازے پر آئے میں نے انہیں روشنی میں دیکھا تو میری حیرت شدت کی تمام حدود پار کر گئی۔ ان کی ڈاڑھیاں لمبی ہو کر ان کے قدموں کو چھو رہی تھی اور سر کے بال لمبے ہو کر دلہن کی عروسی کی اوڑھنی کی طرح زمین پر ان کے پیچھے گھسٹ رہے تھے۔ ان کا منظر سخت حیرت انگیز اور ہیبت ناک تھا۔ اگر میں ان کی بو نہ پہچانتا تو انہیں کوئی غیر ارضی مخلوق سمجھ کر ان سے دور بھاگ جاتا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے۔

کھانا خریدنے کے لئے اتفاق آرا سے فیصلہ ہوا کہ میرا مالک بازار جائے۔ میں بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔

سچی بات تو یہ ہے کہ میری سٹی ہی گم ہو گئی۔ افسوس کا شہر کہاں گیا......؟ اس کے گھر، محلات، قصور، بازار، ویرانے کیا ہوئے......؟ اب اسکی جگہ کوئی اور ہی شہر تھا۔ اور اسکے باشندوں کے لباس بھی کچھ اور ہی تھے۔ وہاں کے کتے بھی ویسے نہ تھے جیسے

Presented by Ziaraat.Com

میں نے سونے سے پہلے چھوڑے تھے۔ سب لوگ میرے مالک کی طرف متوجہ تھے اور اسکی طرف اشارے کر کے سرگوشیاں کر رہے تھے...... وہ کہہ رہے تھے۔

''یہ کوئی نیا سیاح معلوم ہوتا ہے...... ذرا اس کے کتے کو دیکھو...... اس کے لمبے بال دیکھو......

کتے ڈر کر ہمارے گرد بھونکنے لگے۔ لیکن جب ہم ان کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ وحشت زدہ ہو کر وہاں سے یوں بھاگے جیسے سینکڑوں بدروحیں ان پر حملہ آور ہیں۔

بڑی کوشش سے ہم نے ایک نانبائی کی دوکان کا پتہ لیا۔ ہم نے وہاں سے روٹی اور گوشت خریدا اور جب میرے مالک نے قیمت ادا کرنے کے لئے شاہ افسوس سے وصول کیے ہوئے طلائی سکوں میں سے ایک سکہ نانبائی کے ہاتھ میں دیا تو وہ اسے دیکھ کر چیخ ہی اٹھا۔

''یہ سکہ تو آثار قدیمہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اے عجیب پردیسی، تو نے اسے کہاں سے پایا؟ کیا تجھے کوئی دفینہ ہاتھ لگا ہے؟''

کوئی کچھ کہتا تھا، کوئی کچھ۔ بہت سے لوگ میرے مالک کے گرد جمع ہو گئے۔

میں نے سوچا نابیش کے پاس جاؤں۔ صرف وہی حقیقت سے پردہ اٹھا سکتی ہے۔

لیکن محل بھی پہلا محل نہ تھا۔ بلکہ اس کی جگہ ایک نئی وضع کی عمارت کھڑی تھی۔ پہلے والے محل کی عمارت میں سے صرف ستونوں کا صحن موجود تھا لیکن وہ بھی شکست وریخت سے دوچار ہو کر انہدام کے قریب پہنچ گیا تھا۔ اس کا پہلا والا جو پر رونق تصور میرے ذہن میں تھا۔ اس کے مقابلے میں یہ بہت بوڑھا نظر آتا تھا۔

میں نے بھونک کر پکارا۔

''نابیش...... نابیش تم کہاں ہو۔؟''

اس پر ایک عنابی رنگ کی نوجوان کتیا محل میں سے نکلی اور پوچھنے لگی۔

''یہ موت کی گہری وادیوں میں سے میری بڑی نانی کو کون پکارتا ہے۔؟''

Presented by Ziaraat.Com

میں ان الفاظ سے وحشت زدہ ہو گیا۔

وہ سو فیصد نا ہیش تھی۔ کہنے لگی: ''میں چھوٹی نا ہیش ہوں۔''

میں نے سمجھا کہ ہے تو نا ہیش ہی، بس عشق شوخی کر رہی ہے۔ میں اس سے نزدیک ہوا تو یوں بدک کر مجھ سے پیچھے کی طرف بھاگی جیسے میں کوئی بھوت یا بدروح ہوں۔۔۔۔۔اور بولی'' تاریخ کے اوراق میں سے نکل کر بھاگ آنے والے اجنبی کتے۔ مجھ سے کیا چاہتا ہے؟'' میں نے بے صبر ہو کر کہا:

اے نا ہیش۔ یہ کیا تماشا ہے۔ تیری وہ حیا کیا ہوئی؟۔ تیری آنکھوں کی پاکیزگی کہاں گئی؟'' وہ ہنس دی اور بولی:

''میری آنکھوں کی پاکیزگی اور حیا کا ذکر اپنی زبان پر مت لا، اور پہلے یہ بتا کہ تو ہے کون اور مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ میرے ساتھ تیری ملاقات آج سے پہلے کہاں ہوئی تھی؟'' میں نے چیخ کر کہا:

''تو ایک ہی رات میں اس قدر بدل گئی ہے؟۔۔۔۔۔اے وہ وفا جسے زبردستی کتوں کی جنس کے ساتھ لازم کر دیا گیا ہے، تو عذر و خیانت کے کسی سمندر میں ڈوب مری''؟ میرے الفاظ سے وہ تڑپ اٹھی اور سخت حیرت کے عالم میں بولی:

''تو اس طرح کیوں روتا ہے جبکہ میں نے آج سے پہلے تجھے کبھی نہیں دیکھا۔؟''

میں نے سمجھا کہ وہ بدستور ستم ظریفی کر رہی ہے اور میرے ساتھ اجنبی بننے کی کوشش کر رہی ہے۔ کتے ایک دوسرے کے ساتھ عموماً ایسی شوخی کرتے ہیں۔''

میں نے اس سے بڑے دکھ سے کہا:

''کیا اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی تو مجھ سے اجنبی بن رہی ہے۔ میرے دل کی دنیا برباد ہو رہی ہے۔ میری محبت کا آسمان شق ہو رہا ہے۔ اسے زینت دینے والے تارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں۔ اس کے چاند اور سورج بجھ جانے کو ہیں اور تو میرے ساتھ ستم ظریفی پر مصر ہے۔ کیا رات کا کھانا ہضم ہونے سے پہلے ہی

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

Presented by Ziaraat.Com

تیری محبت ختم ہوگئی۔ ابھی تو میں زندہ سلامت ہوں۔ کیونکہ میرے سامنے تو موجود ہے۔ او میرے خدا..... '' اور میں بے تحاشہ رونے لگا۔ وہ مست ہو کر بولی۔

''میں نے بہت سے کتے دیکھے ہیں لیکن ایسا کلام میرے ساتھ کبھی کسی کتے نے نہیں کیا۔ میں نے تجھ پر کونسا ظلم کیا ہے جو اس طرح چیخ رہا ہے۔ میں تیرے ساتھ کیسے خیانت کر سکتی ہوں جبکہ میں نے آج سے پہلے تجھے دیکھا ہی نہیں۔؟''

اس نے اپنی گردن کو حرکت دی تو میری نظر اس معدنی پٹے پر پڑ گئی جو میں نے اسے اپنی سہاگ رات کو باغ کے گوشے میں اپنی گردن سے اتار کر نشانی کے طور پر دیا تھا۔ میں نے اس سے کہا:

اس پٹے کا لمس تو کس طرح اپنی گردن پر برداشت کرتی ہے جب تو اس کے دینے والے ہی کو نظر انداز اور فراموش کر رہی ہے۔ کیا اس کا لمس تیری کھال کو جلا نہیں دیتا؟ تو مجھ سے خیانت کر رہی ہے جس سے اتنے چاؤ اور اشتیاق کے ساتھ تو نے اسے خود مانگ کر لیا تھا۔ بڑے فخر سے اسے اپنے گلے کی زینت بھی بنا رکھا ہے اور دینے والے کو پہچانتی بھی نہیں.....؟''

اب وہ کسی خیال میں کھو گئی اور پھر جیسے کچھ یاد کرتی ہوئی بولی:

''آہ..... اب میں تیرا قصہ جان گئی..... یہ پٹہ میرا نہیں ہے نہ اسے تو نے مجھے دیا تھا۔ یہ تو تین صدیوں کے ہمارے خاندان میں نسل در نسل وراثتاً منتقل ہوتا آیا ہے۔ یہ تو شہزادی بریسکا کی کتیا نائیش کا پٹہ ہے۔ وہ میری بڑی نانی تھی..... او خدایا..... تو کہہ رہا کہ یہ تو نے اسے نشانی کے طور پر دیا تھا۔؟ تو کیا تو قطمیر ہے۔ کیا تو ہی نے اسے پیار کیا تھا اور پھر اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا؟ کیا تو ہی ہے جس کی فرقت کی آگ میں وہ ساری عمر جلی؟ اس نے جان دے دی لیکن آخر دم تک تیری محبت کا دم بھرتی رہی؟ کیا تو وہی قطمیر ہے.....؟''

اس کے بعد میں کچھ نہیں سن سکا۔ مجھے محسوس ہوا کہ ایک بھی مزید لفظ مجھے

Presented by Ziaraat.Com

ہلاک کردے گا اور میرے وجود کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے گا۔ حقیقت میری عقل پر روشن ہونا شروع ہوئی اور میرے وجود سے الجھنے لگی...... میں نے سوچا کہ اگر نائیش تین سو سال پہلے مرگئی تھی تو پھر لازماً ہم تین سو سال سے زیادہ مدت تک سوئے۔

میرے باطن میں یادوں کے کچھ مزید تار لرزنے لگے۔ مجھے یاد آیا کہ یہاں افسوس کے معبود کا بڑا سا بت نصب تھا جواب موجود نہیں ہے۔ تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ بالآخر ایمان کی فتح ہوئی...... کیا ہم تین صدیاں اسی حقیقت کی دریافت کے لئے سوئے رہے...... لیکن...... جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو میری نائیش تو گئی۔ وہ تو ختم ہوگئی...... اس محل کے حوالے سے تو میرا ابھی کچھ تھا۔ پھر میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا، اور اپنا سر زمین میں دفن کر کے لمبی لمبی فریادیں کر لینے لگا...... مجھ سے بہت قریب ہوگئی اور کہنے لگی۔ او خدایا۔ تجھے اس سے اس قدر محبت تھی؟۔ میں سمجھ رہی تھی کہ تو وہ ساری محبت بھری باتیں مجھ سے کر رہا ہے اور میرے ساتھ عشق بازی کر رہا ہے۔ کاش ایسا ہی ہوتا۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ تجھے دیکھ کر میرا دل کیوں دھڑکتا تھا۔ لیکن مجھے اس وقت یہ معلوم نہ تھا کہ محبت وقت اور زمانے کی قید سے اس حد تک آزاد ہوتی ہے کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود اس کی حرارت میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ لیکن آخر تو مجھ سے کیوں بات نہیں کرتا۔ تجھے پتہ ہے کہ تیری بے توجہی مجھے ذبح کر ڈالے گی؟ میری طرف ایک نظر دیکھ تو سہی۔ کیا میں اپنی بڑی نانی۔ تیری نائیش سے زیادہ حسین نہیں ہوں......؟

اس کے الفاظ میرے ذہن میں گریے کے ساتھ مخلوط ہو کر پہنچ رہے تھے۔

اس نے اپنا سر پیار سے میرے سینے پر رکھا ہوا تھا اور مجھے اپنی محبت کا یقین دلا رہی تھی۔ مجھ سے کہنے لگی:

”کوشش کر کہ تو نائیش کو بھول جائے۔ میری طرف دیکھ کر اسے بھولنے کی کوشش کر......“

Presented by Ziaraat.Com

میں نے اسے اپنے سینے سے الگ کیا اور واپس غار کی طرف روانہ ہوا۔ وہ مجھے برابر بلاتی اور پیار سے پکارتی رہی۔ پھر دم ہلاتی میرے پاس آ گئی اور مزید قریب آنے کی کوشش کرتی رہی۔ لیکن میں رنج و اندوہ کے گہرے اور تاریک کنوئیں میں ڈوبا ہوا تھا اور محبت میں اپنی سیہ بختی پر خون کے آنسو رو رہا تھا۔ بار بار یہی حسرت مجھے دیوانہ کر رہی تھی کہ ناہیش ہمیشہ کے لئے مجھ سے بچھڑ گئی۔ اب نہ میں اس کی آواز سن سکوں گا۔ نہ اس کی خوشبو سونگھ سکوں گا اور نہ ہی محبت کے نور سے روشن اس کی مسحور کن خوشبو ہی سونگھ سکوں گا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ شہر افسوس کے گلی کوچے آواز گریہ و شیون سے بھر گئے ہیں۔ میں نے سوچا کہ پہلے تو شہر کے کتوں نے مجھ پر حملہ کیا۔ پھر وہ مجھ پر غرانے لگے اور آخر کار مجھ سے ڈر کر بھاگ گئے۔ اس تصور نے مجھ میں اکیلے پن کا احساس شدید کر دیا اور میری مایوسی میں ناقابل برداشت حد تک اضافہ کر دیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ میری ٹانگوں میں مجھے غار تک پہنچانے کی ہمت نہیں رہی۔ بہر حال اپنے آپ پر جبر کر کے جیسے تیسے میں غار تک پہنچ گیا۔

لیکن وہاں پہنچ کر میں نے اپنے ساتھیوں کو بھی اپنے ہی والی مصیبت میں مبتلا پایا۔

وہ سب بہت پریشان تھے اور چڑھی ہوئی سانسوں کے ساتھ آپس میں ٹوٹی پھوٹی باتیں کر رہے تھے۔ گفتگو کے دوران جب وہ ٹھہر جاتے تو کافی مدت تک عجیب سی پراسرار خاموشی چھا جاتی۔ میں اپنے مالک کی طرف بھاگا اور خود کو اس کے قدموں میں گرا کر بھرائی ہوئی کپکپاتی آواز میں بولا:

''میرے آقا۔ اب تم پھر اکیلے ہو جاؤ گے۔ میری ناہیش مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔ میں بھی اس کے پیچھے جاؤں گا۔''

وہ ہاتھ بڑھا کر پیار سے میرا چکرایا ہوا سر تھپتھپانے لگا۔ میں نے سنا میرا

Presented by Ziaraat.Com

مالک وزیر سے پوچھ رہا تھا۔

''لوگ کیا کہتے ہیں کہ ہم کتنا سوئے؟'' وزیر نے کہا:

''تین سو نو سال'' میرے مالک نے پوچھا:

''اتنی لمبی مدت ہم کیسے سوئے؟'' وزیر نے جواب دیا:

''یہ مشیت الٰہی ہے۔'' میرے مالک نے جیسے کوئی بڑی حقیقت پالی ہو۔ خوش ہو کر کہا:

''اللہ تعالیٰ نے جھوٹوں کے بارے میں ہمیں اپنے فیصلے سے مطلع فرمایا ہے۔'' وزیر نے کہا:

''سچ کہا تم نے اے راعی۔ مشرک بادشاہ شکست کھا گیا اور اس کے جھوٹے معبود اور اندھے منہ زمین کی پستیوں میں گر گئے...... کس کے گمان میں تھا کہ ایسا بھی ممکن ہے۔'' پھر ایک نے کہا:

''اتنی مدت موت کی نیند سونے کے بعد اب ہمیں معلوم گیا کہ فریقین میں سے کون عاقل اور حق پرست ہونے کی وجہ سے کامیاب اور سرخرو ہوا۔'' دوسرے نے کہا:

''سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے تو شہر میں عجیب وحشت اور اجنبیت محسوس ہوئی۔ میں تو غار میں اس طرح واپس آیا ہوں جیسے کوئی پردیس سے گھر واپس آتا ہے۔ میری بیوی، میرے بیٹے، میرے پوتے اور ان کی اولاد کی اولاد بھی ختم ہو گئی۔ میری نسل کی نئی پشت میں سے مجھے کوئی پہچانتا تک نہیں۔ اب میرا اس شہر میں کون ہے؟۔''

اس شخص کی مصیبت نے مجھے اپنی مصیبت یاد دلا دی اور بڑے دکھ سے فریاد کے انداز میں غرانے لگا۔

مجھے نابیش یاد آئی اور میں عنابی کتیا سے اس کا مقابلہ کرنے لگا۔ اس سے میرے دل کے زخم ہرے ہو گئے اور مجھ میں مزید تاب فکر نہ رہی۔ اتنے میں بہت سی

Presented by Ziaraat.Com

ملی جلی انسانی آوازیں غار سے قریب ہوتی معلوم ہوئیں۔ میں نے اپنے دکھ کو بھول کر اپنے فرض کی انجام دہی کے لئے لپک کر غار کے دروازے پر پہنچا اور بھونکنے لگا۔

نئے شہر افسوس کا نیا بادشاہ اور اس کے امراء و وزراء شہریوں کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ غار کی طرف آ رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں زیتون کی ہری ٹہنیاں، گلاب اور دوسرے پھول تھے۔ عنابی کتیا بھی ان کے ساتھ تھی۔

میں اس اژدہام کو دیکھ کر بھونکنے لگا۔ وہ سب رک گئے۔ بادشاہ کہنے لگا۔

''قدرت کی عجیب کرشمہ کاری ہے۔ ان کے ساتھ ان کا کتا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رنگ ہیں۔'' ایک وزیر بولا:

ان پاک افراد کے ساتھ یہ کتا بھی پورے ۳۰۹ سال اس غار میں سویا۔

میں پھر بھونکا اور وہ سب اپنے اپنے مقام پر ساکن ہو گئے۔ شاہی پاسداروں میں سے ایک نے مجھے ڈرانے کے لئے تلوار نکالی تو میری بھونک میں شدت آ گئی۔

بادشاہ نے پاسدار کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا:

''خبردار۔ اس مبارک کتے کو نہ چھیڑنا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں میں سے ہے اور پھر مخلوق خدا کو بے جرم و خطا مارنا بھی تو ایک بہت بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والا انسان اس کی کمزور مخلوق کو کبھی نہیں ستاتا۔''

مجھے اطمینان ہو گیا کہ روئے زمین کسی حجت خدا کے ظہور سے عدل و انصاف سے اس طرح بھر گئی ہے جیسے ان کی آمد سے پہلے ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی۔

واقعی جب لوگوں کے دلوں پر ایمان کی عملداری ہو جاتی ہے تو ان میں عدل بھی قائم ہو جاتا ہے۔ بادشاہ نے پکار کر کہا:

اے مقدس انسانوں۔ آپ میں سے کوئی باہر تشریف لائے۔ شاہ افسوس آپ کے ساتھ گفتگو کا شرف حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہے۔''

پہلے میرا مالک اور میں اس کے بعد اس کے ساتھی غار سے باہر آئے۔

Presented by Ziaraat.Com

بادشاہ، اس کے امراء وزراء اور سب اہل شہر ہمارے سامنے ادب سے جھک گئے۔
بادشاہ نے عرض کیا:

''اے مبارک و مقدس انسانوں۔ ہماری تمنا ہے کہ آپ کی زبان سے آپ کا قصہ سننے کی سعادت پائیں۔''

میں تو پورا قصہ جانتا ہی تھا۔ لہٰذا میں واپس آکر غار کے دروازے پر بیٹھ گیا۔
عنابی کتیا میرے پاس آگئی اور کہنے لگی۔

''اکیلے کیوں بیٹھے ہو؟...... کس سوچ میں محو ہو؟...... کیا ابھی تک اسے نہیں بھولے؟...... میں نے دکھی دل سے جواب دیا۔

''ایک رات ہی تو سویا ہوں۔ ایک ہی رات میں اسے کیسے بھول سکتا ہوں۔'' وہ بولی

''تم تو سینکڑوں سال سوئے۔'' میں نے کہا:

''صرف میری آنکھیں سوئی تھیں۔ دل تو بید [illegible] س کا ٹھکانہ تھا۔ پھر کیسے بھول جاتا۔'' وہ مسکرا کے بولی:

''اے قطمیر۔ تم بڑے فلسفی ہو۔'' میں نے سرگوشی میں کہا:

''وہ بھی مجھے مصیبت زدہ فلسفی کہتی تھی''۔ وہ بولی:

''کیا کہا؟...... میں نے جواب دیا۔

''کچھ بھی نہیں۔'' وہ شکایت کے انداز میں کہنے لگی:

''میں دیکھ رہی ہوں کہ تم مجھ سے کتراتے ہو۔'' میں بولا:

''میرا دل اس کی محبت میں جکڑا ہوا ہے۔'' اس نے جواب دیا:

میں جانتی ہوں کہ وفا تمہاری اصیل فطرت ہے۔ لیکن میرے دل کے لئے تو نشتر بن گئی ہے۔ کیا تم واقعی کبھی میرے نہیں ہو سکتے۔ کیا تم میرے لئے میری جنس کا ایک فرد نہیں بن سکتے۔'' میں نے فکر میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا:

Presented by Ziaraat.Com

''پتہ نہیں۔ ہم مرے لیکن نہیں مرے اور سوئے تو پورے ۳۰۹ سال سوتے رہے۔ میں نے آنکھیں بند کیں اور کھولیں۔ بس اتنی سی دیر میں نہ زمانہ زمانہ رہا، نہ وقت وقت، نہ شہر شہر ہی رہا اور نہ لوگ لوگ! ۔ واقعی جب اللہ تعالیٰ کی کوئی نشانی ظاہر ہوتی ہے تو عقل گھومنے لگتی ہے اور دل کے ہاتھوں سے دھڑکن کی لگام چھوٹ جاتی ہے۔ میری بھی عقل چکرا رہی ہے اور دل خون بن کر میرے سینے میں اس طرح قطرہ قطرہ ہو کر تحلیل ہو رہا ہے جیسے وہ کوئی جلتی ہوئی شمع ہو۔ تم مجھ سے اپنی جنس کا ایک فرد بنے کیلئے کہہ رہی ہو جبکہ مجھے لگ رہا ہے کہ میں کتوں کی جنس سے نہیں ہوں۔ وہ مجھ سے اس طرح دور بھاگتے ہیں جیسے میں کوئی اجنبی مخلوق ہوں۔'' وہ بولی:

''لیکن میں تو تم سے دور نہیں بھاگتی۔ دور تو تم مجھ سے بھاگتے ہو۔'' میں نے جواب دیا:

''نتیجہ تو ایک ہی ہے۔ اجنبیت تو اس سے بھی ثابت ہی ہوتی ہے۔ ان کا مجھ سے فرار تم سے میرے فرار جیسا ہی ہے۔ غار کی نیند نے ہمارے درمیان بے پایاں فاصلے پیدا کر دیئے ہیں۔ اب میں تیرے زمانے کی ملکیت نہیں رہا، اے عشق زدہ نوجوان حسینہ!...... میرے اور تیرے عہد کے درمیان یہ فاصلے تو اسی وقت پیدا ہو گئے تھے جب غار میں میری آنکھیں بند ہوئی تھیں۔

''اب تو میں تاریخ کی ملکیت ہوں۔ اب تو میں واقعی اس کی ملکیت میں چلا گیا ہوں۔ کیا یہ امر تعجب خیز نہیں کہ مجھ ایسی ناچیز اور ادنیٰ مخلوق اللہ تعالیٰ کی آیات سے میں سے ایک آیت اور اسکی عظمت مطلقہ اور قدرت کاملہ کی قطعی نشانیوں میں سے ایک نشانی بن جائے۔

میں حیرت و تعجب اور احساس عظمت و ہیبت سے لرزہ براندام ہوں۔ لیکن ناہیش کی جدائی کی سیاہ تاریکیوں میں اب مجھے ایک روشنی کی سرور انگیز کرن بھی

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina
Presented by Ziaraat.Com

نظر آنے لگی ہے۔شاید میں جدائی کی سرحد پر پہنچنے والا ہوں۔شاید میں عنقریب ہی نابیش سے ملاقات کرنے والا ہوں۔

مجھے محسوس ہوا کہ ہم ایک بار پھر غار میں داخل ہو رہے ہیں اور اب کی بار ابدی نیند سوئیں گے۔مجھے محسوس ہوا کہ نابیش بھی وہیں موجود ہے۔اور خاموش غار کی اتھاہ تاریکیوں کی انتہا پر اس کی روشن آنکھیں میری منتظر ہیں۔

میں نے خود کو اس روشن اندھیرے میں گرا دیا۔

☆☆☆☆☆

www.ziaraat.com
Sabeel-e-Sakina

مطبوعات 2013ء ادارۂ احیاءِ تراث ،اسلامی، کراچی، پاکستان فون: 36364924

شرح نہج البلاغہ

مفکر اعظم

آیت اللہ منتظری

12 جلدوں پر مشتمل ہے۔ چار حصے شائع ہو گئے ہیں۔

جلد اوّل: ابتدائی دو خطبوں کی شرح ہے جو 570 صفحات پر مشتمل ہے۔

جلد دوم: خطبہ 3 تا 48 کی شرح ہے۔ جو 594 صفحات پر مشتمل ہے۔

جلد سوم: خطبہ 49 تا 91 کی شرح ہے جو 616 صفحات پر مشتمل ہے۔

جلد چہارم: خطبہ 92 تا 108 کی شرح ہے جو 552 صفحات پر مشتمل ہے۔

ہدیہ فی جلد -/500

دلیلِ راہ

حجۃ الاسلام والمسلمین

سید حسن خمینی

ماہ مبارک رمضان میں ہر زمانے سے زیادہ سماج میں خلد کے جھونکے چلتے ہیں اور ہر وقت سے زیادہ آسمان کی جانب سے ہماری خستہ جان و روح پر عطر پاشی کا احتمال ہوتا ہے۔ مؤلف نے اس کتاب میں اپنا مخاطب ان افراد کو قرار دیا ہے، جنھوں نے علوم اسلامی کے عمیق پہلوؤں سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے ان علوم کی گہرائیوں اور گیرائیوں کو مورد بحث قرار دینے سے اجتناب کیا ہے۔ کتاب میں اہلبیتؑ عصمت و طہارت کے بے پایاں دریائے معرفت سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ ہدیہ -/400

سفینۃ الشہداء

فی

مقتل الحسینؑ

مرزا محمد صابر شکیب

حضرت امام حسینؑ اور آپ کے انصار و اقربا نے جو عظیم کارنامہ انجام دیا اس کی نظیر تاریخ بشریت میں نہیں ملتی۔ اس کے اثرات اتنے دوررس ہیں کہ قیامت تک دلوں پر نقش رہیں گے۔ واقعات کربلا کے بارے میں بہت لکھا گیا، لکھا جا رہا ہے اور تا قیامت لکھا جاتا رہے گا۔ مقتل پر اس جامع کتاب جس کا آغاز سفرِ امام حسینؑ سے لمحہ بہ لمحہ کربلا تک کے سفر سے شروع ہو کر واقعات کربلا، بعد عاشورہ کربلا سے دمشق کے سفر، دمشق کے مکمل حالات، دمشق سے براستہ کربلا واپسی، سفرِ مدینہ، آمدِ مدینہ، قاتلانِ امام حسینؑ کا انجام اور حضرت امام زمانہؑ کے مرثیے پر اختتام ہوتا ہے۔ ہدیہ -/500

قصص القرآن

سلسلہ وار واقعات انبیاءؑ

تالیف

الحاج سید مظفر مہدی

کتاب قصص القرآن میں انتہائی کوشش کی گئی ہے کہ انبیاءؑ اور ان سے متعلق واقعات کو من و عن اسی طرح پیش کر دیا جائے جس طرح قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ واقعات کے بیان میں بھی قرآنی ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے اور قرآن کے مستند ترجمے کے ساتھ ساتھ دیگر کتب سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ جن کے مستند ہونے کی تصدیق بھی کر لی گئی ہے۔ ہدیہ -/100

Presented by Ziaraat.Com

عرفانیات جوش

مرتبہ:

ڈاکٹر ہلال نقوی

مذہبی حوالے سے لکھی گئیں یا جن کے پس منظر میں عقیدہ، مذہب، مذہبی فکر ،اسلام کی انقلابی روش یا امت مسلمہ کے لئے اصلاحی جذبہ کارفرما تھا۔ وہ تمام نظمیں بھی اس مجموعے کا حصہ ہیں جو حضرت رسالت مآب یا خاندان رسالت کی مدح میں کہی گئیں۔ اس شعری مجموعے کی طویل نظموں میں پیغمبرؐ اسلام اور طلوعِ فکر ہے۔ یہ طویل نظم انھوں نے چہاردہ صد سالہ جشن یادگار مرتضوی کے موقع پر رضویہ سوسائٹی کراچی کے ایک عظیم الشان اجتماع میں پڑھی۔ ہدیہ -/200

مرثیے کی نایاب آوازیں

مرتبہ:

ڈاکٹر ہلال نقوی

اس نایاب کتاب میں درج ذیل معروف شعراء کے مرثیے جمع کیے گئے ہیں

فیض احمد فیض، کیفی اعظمی، رئیس امروہوی، مصطفیٰ زیدی، پروفیسر کرار حسین، صادقین، شوکت تھانوی، ڈاکٹر وحید اختر، قمر جلالوی، سید محمد جعفری، تابش دہلوی، راغب مراد آبادی، عبدالرؤف عروج، رئیس احمر اور جوہر نظامی۔ مرثیے کی نایاب آوازوں کے سلسلۂ خیال سے ابھی بہت سی آوازیں ہیں جنھیں آپ تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ یہ ایک طرح سے جلد اول ہے۔ ہدیہ -/350

جدید بیاضِ مرثیہ

مرتبہ:

ڈاکٹر ہلال نقوی

جدید بیاضِ مرثیہ میں درج ذیل شخصیات کے مرثیے جمع کیے گئے ہیں

علامہ طالب جوہری، پیر نصیر الدین گولڑہ شریف، صہبا اختر، پروفیسر سحر انصاری، ساقی امروہوی پروفیسر حسنین مہدی، عابد حشری، پروفیسر طاہر حسین، جمیل نقوی، ید اللہ حیدر، سرور جاوید، فراست رضوی، معصوم رضا، جاوید حسن، نقاش کاظمی، ڈاکٹر جاوید منظر جاوید صبا ،شعیب حیدر، شہاب صفدر، قیصر نجفی، ذہین جعفری، علی یاسر، اختر آصف جعفر عسکری جعفر فدا حسین کاظمی ۔ ہدیہ -/350

نہج المعارف

(منظوم اقتباس)

نہج البلاغہ

مرتبہ: سید حامد کاظمی

امیر المومنین حضرت علیؑ کی مقدس و معروف تصنیف نہج البلاغہ ایک عملی شاہکار ہے۔ دنیا کی تقریباً تمام زبانوں میں اس کے ترجمے شائع ہوچکے ہیں۔ علاوہ ازیں متعدد شرحیں لکھی جاچکی ہیں۔ خود امیر المومنینؑ کا شعری مجموعہ ’دیوان حضرت علیؑ‘ بھی موجود ہے۔ یہ کاوش اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس میں امیر المومنینؑ کے خطبات کو منظوم کی شکل میں پیش کیا ہے۔ ہدیہ -/350

Presented by Ziaraat.Com